وکل شئ احصیناہ فی امام مبین

یہ نئی و احسانیہ رسالہ عربیہ مع ترجمہ مشتمل بر تفسیر بعض آیات قرانیہ کاشف شہادت
سید الشہدا علیہ الاف التحیتہ کی ہے المسمی بہ

قرانیہ حسینیہ

از رشحات خامہ افادت شمامہ ناشر ناموس ہدایت و کاشر ناقوس غوایت محقق غوامض شرعیہ و مدقق حکمات فلسفیہ عارف معارف جلیہ عدیدہ
و ماہر معالم خفیہ سدیدہ من القدیمۃ الجدیدہ علامۂ دوران فہامۂ زمان جناب قبلہ و کعبہ مولانا و ملاذنا السید غلام حسنین صاحب کنتوری ادام اللہ تائیدہ

در مطبع صادق المطابع باہتمام میر عبد اللہ طبع ہوا

یہہ کتاب جناب حکیم مولوی غلام حسنین صاحب کنتوری نے چھپوائی اسکے مصنف بھی مولوی صاحب موصوف ہین

فہرست ابواب رسالہ حسینیہ قرآنیہ

باب اوّل - اثبات شہادت از ایہ ولنبلونکم بشیء من الخوف والجوع

باب دوم - ایہ استقامت ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا تتنزل علیہم الملئکۃ ونزول ملائکہ بغرض جہاد برامام حسینؑ بروایت فریقین -

باب سوم - امام حسینؑ پر مقتول ہوجانا واجب تہا بحکم آیہ لبرز الذین کتب علیہم القتل الی مضاجعہم

باب چہارم - آیہ اکراہ حمل اور وضع یعنی حملتہ امہ کرہا ووضعتہ کرہا خاص جناب فاطمہؑ اور امام حسینؑ ہی پر صادق آتی ہے بوجہ مطلع ہونے جناب سیدہ کے مصائب امام حسینؑ پر اور حرام ہونا دودہ پلانے والی عورات کا مثل جناب موسیٰ علیہ السلام کے امام حسینؑ پر

باب پنجم - ذبح عظیم امام حسینؑ ہین اور اثبات عظمت ذبح امام حسین کی ذبح اسمعیل پر بدلائل شافیہ

باب ششم - شہر حرام (یعنی ماہ محرم) مین قتال کا حرام ہونا جسکی خبر خدا نے فرمائی ہی - یہ وہی قتال ہی جو کربلا مین واقع ہوا - اور پوری آیت کی تطبیق قضیہ شہادت پر -

باب ہفتم - آیہ معاقبہ (بدلا لینا) اور بغاوت یزید سے اثبات شہادت پر -

باب ہشتم - صبر (فاقہ یعنی روزہ) اور صلوۃ سی استعانت امام حسین نے کیسی فرمائی اور سورہ والفجر اور والعصر کی تفسیر اور اوس کا خاص ہونا امام حسین سے -

باب نہم - آیہ مغانم اور آیہ مراغم کا فرق اور مراغم چاردن یعنی ہی امام حسینؑ ہی پر صادق آتا ہے -

باب دہم سورہ کوثر یعنی کثیر اولاد ہمارے نبی کو اسیوجہ سی خدا نے دی کہ اونکی دشمن ہمیشہ درپے قتل اولاد رہین گے - یہ بہی دلیل واقعہ شہادت ہے -

رسالہ قرابہ حسنیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الذی جعل ابتلاء الانبیاء واوصیائہم ذریعۃ لعلو درجاتہم (۲) و وسیلۃ الی معرفۃ اعیانہم وصفاتہم (۳) ولم یجعل ابتلائہم بالرزایا موھنا لشان من شئونہم ومنافیا لعظمتہم وکراماتہم (۴) وھدانا للفرق بین صفات الخالق تعالی مجدہ وصفات مخلوقاتہ من ظھور زلاتہم وھفواتہم (۵) والصلوۃ والسلام علیہم من اولہم الی اخرہم نبینا محمد المقتدی بھداھم والمبتغی لمرضاتہم (۶) وآلہ المتیامنین الفائزین الی درجاتہم من بدوھم الی نہایاتہم (۷) وبعد فیقول العبد الفقیر الی اللہ الغنی غلام حسنین الکنتوری ان اللہ سبحانہ خلقنی فی زمان کثرت فیہ الشبہات (۸) وغلب علی اھلہ المغالطات والزلات و تکثیر التوھمات الباردات (۹) فلم یبق من

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جمیع حمد ثابت ہین اوس خدا کے واسطے جسنے مبتلائے مصائب ہونا انبیا واوصیائے انبیا کا ذریعہ اونکی بلندی درجات کا مقرر کیا (۲) اور وسیلہ شناخت اونکی ذات اور صفات کا تجویز فرمایا (۳) انکا مبتلائے مصائب ہونا کچہہ انکی کسی شان مین کمی کرنیوالا اور نہ منافی انکی عظمت اور کرامت کا ہوا (۴) اور ہمکو اونکے مبتلائے مصائب ہونے سے ہدایت فرمائی کہ خالق اور مخلوق مین فرق سمجہین مخلوقات کی مصیبتون مین پڑنے سے یعنی خدا وہی ہے جو نقصان سے بری ہو (۵) درود اور سلام ہو جملہ انبیائے کرام پر اول انبیا سے آخر پیغمبران تک وہ محمد ہین ہمارے نبی پیرو انبیا کے اور خواستگار اونکی خوشنودی کے (۶) علاوہ سلام اور درود آل محمد پر جو پہونچے ہوے درجات انبیا تک ابتدا انبیا سے انتہا تک (۷) بعد حمد اور صلوۃ کے بندہ محتاج اپنے خدائے غنی کا غلام حسنین کنتوری کہتا ہے کہ مجہے خدا نے ایسے زمانہ مین پیدا کیا کہ شبہات کی کثرت ہے (۸) اور اہل زمانہ پر غلط کاری اور لغزش کا غلبہ ہے اور زیادہ پیدا کرنا توہمات بیجا کا اونکا شعار ہے (۹) اب کوئی

الامور الحقة الواقعة امر الا وقد ينكرونه باپراد الشكوك والايرادات (۱) وانما بغيتهم ان يخفى الحق على اهله (۲) ويشيع الباطل فى بسيط الارض من سبخه وسهله (۳) وكان من بعض شبهاتهم ان قضية شهادة الحسينؑ لما لم يذكره الله سبحانه فى كتاب المجيد وفرقانه الحميد فهى حكاية موضوعة مفتراة (۴) وقد حكى لنا بعض اخواننا راجيا ان نستدل على وقوعها بايات قرانية (۵) فاردت ان اجيب مسئلته بقدر وسعى وابنيه بقدر مقدرتى (۶) وما توفيقى الا بالله

الباب الاوّل

(۷) فى اثبات شهادة الحسين من آية الابتلاء وفيه خمس آيات

(۸) قد اشتبه على بعض الموالين لمولانا الحسين بسبب ايراد المنكرين ان الله سبحانه يقول فى كتابه ما فرطنا فى الكتاب من شئ (۹) ويقول ايضاً لا رطب ولا يابس الا فى كتاب مبين (۱۰) ويقول ايضاً لا يغادر صغيرة ولا كبيرة الا احصيها (۱۱) و يقول ايضاً كل شئ احصيناه فى امام مبين يريد منه القرآن

امر حق اور واقعی باقی نرہا جسکا لوگ ڈہرلے سے انکار نکرتے ہون اور اوسپر شکوک اور اعتراضات وارد نہ کرتے ہون (۱) انکی خواہش اور کچہہ نہین ہے بجز اسکے کہ امر حق اہل زمانہ پر پوشیدہ ہوجاے (۲) اور باطل اہل زمانہ پر شہرت پاے اچہی جگہہ ہو یا بری (۳) انکی بعض شبہات مین یہہ بہی ایک شبہہ توی تہا کہ ماجراے شہادت امام حسینؑ چونکہ خدا نے اسکو قرآن مجید مین کہین بتصریح ذکر نہین فرمایا ہے لہذا یہ قصہ محض بناوٹ کا قصہ ہے اور لوگون نے افترا کا طوفان اوٹہایا ہی (۴) مجہسے میرے بعض برادران ایمانی نے اس شبہہ کا ذکر با ین امید کیا کہ مین اسکی وقوع پر آیات قرآنی سے استدلال کرون (۵) لہذا میرا ارادہ ہوا کہ اس برادر کے سوال کا جواب دون جسقدر میری علمی طاقت ہی اور اسکو بقدر اپنی مقدرت کے بیان کردون (۶) میری توفیق نہین ہے مگر خدا سے جو خدا مجہی دیتا ہے

پہلا باب

اثبات شہادت امام حسینؑ کا آیت ابتلا سے اور اس مین پانچ آیات ہین

(۸) بعض دوستداران امام حسین پر منکرین کے اعتراض کرنیسے یہ شبہہ پڑا کہ خدا نے پاک قرآن مین فرمایا ہے ہمنے قرآن مین کسی چیز کا بیان نہین چہوڑا (۹) یہ بہی فرماتا ہی کوئی چیز تر و خشک ایسی نہین جو قرآن مین مذکور نہو (۱۰) یہ بہی خدا کا قول ہے کوئی چہوٹی یا بڑی شے ایسی نہین جس کے بیان کا قرآن حاوی نہو (۱۱) یہ بہی خدا کا ارشاد ہے ہر شے کو ہمنے امام مبین مین گہیر لیا ہے اور مراد اس سے قرآن مجید ہے

(۱) وقضية الشهادة تعدونها من اعظم القضايا
والرزايا من بدو خلق العالم (۲) فكيف يمكن
ان لا يذكرها الله سبحانه في كتابه (۳) بل كان
من الحق الواجب على الله ان يذكر الحسين باسمه و
نسبه اولا ثم يذكر ما يجري عليه (۴) ويذكر
صبره واستقامته وما نعد له من الاجر (۵) و
يذكر ايضا ما ينتقم به من قاتليه (۶)
فلما لم يذكر تلك الامور كلها علمنا
ان لا اصل لها ولما يروونه من
الفضائل والاجور وغيرها (۱) قلت
هذا ما سالته سوال حق وحرى بنا وبكل
من يومن بالله سبحانه وبكتابه ان يحقق
ذلك تحقيقا بالغا (۲) فاعلم ان ذكر
الحوادث العظيمة والوقائع الفخيمة ومن
يقع عليها اختبارا وابتلاء من الله
يكون على وجهين (۳) الاول هو التصريح
باسمه ونسبه ثم تفصيل ما يقع عليه
(۴) والثاني ترك ذكر الاسم والنسب
وبيان الواقعات فحسب (۵) ولا يخفى
على المتدرب الماهر بعلم البلاغة ان
ترك الاسم والنسب يكون لاغراض كثيرة

(۱) اور تمہارا جو اس شہادت کو تم لوگ بڑا بھاری قصہ اور بڑی
مصیبت شمار کر رہے ہو ابتدا خلقت عالم سے (۲) پھر کیسی ہو سکتا ہے
کہ اسکو خدا قرآن میں بیان نکرے (۳) بلکہ حق واجب خدا پر یہ تہا کہ
پہلے امام حسین کا نام و نسب بیان فرماتا پھر جو کچھہ اونپر گذرنے والا تہا اسکو بیان
کرتا (۴) اونکا صبر اور استقامت اور جو اجر ان افعال کا پیش خدا ہے
اوسی بہی ذکر کرتا (۵) جو انتقام اونکے قاتلوں سی لیگا اوسکا
بہی ذکر فرماتا (۶) پہر انمین سے جب کسی باتکا ذکر قرآن نفرمایا
ہمکو یقین ہے کہ یہ سب باتین محض بے اصل ہین اور جو
جو فضائل اور اجر تم بیان کرتے ہو سب کے سب لغو ہین
(۱) مین کہتا ہون یہ سوال جو تمنی کیا ہی سچا اور اچہا سوال ہے
ہمکو اور ہر ایک مسلمان کو جو خدا اور قران پر ایمان لایا ہی الائق ہے
کہ ان سب امور کی پوری تحقیق کرے (۲) اب تمکو معلوم ہو کہ بیان
حوادث عظیمہ اور بڑے بڑے واقعات کا دو طرح سے ہوتا ہی (۳) پہلی تو یہی
صورت ہی کہ جسپر گذری ہون اوسکا نام اور نسب بیان کر کر اون
واقعات کی تفصیل بیان کیجاوے (۴) دوسرا
طریق یہ ہے کہ نام و نسب کو ترک کر کے فقط
واقعات کا بیان ہو (۵) اصول علم بلاغت کے
ماہر پر یہ بات مخفی نہین ہے کہ نام اور نسب
کا ترک کر دینا بعض اوقات بہت سی اغراض
صحیحہ کی نظر سے متکلم بلیغ سے واقع
ہوتا ہے۔

(۱) منها تعظیم المسمی و تجلیله لعظم شانه و جلالة
قدره عند المتکلم و عند المخاطبین (۲)
ومنها علم المتکلم (وسیما العالم بعواقب الامور
مثل الامور الحاضرة) بالتحریف والتبدیل
والاسقاط (۳) وقد وقع فی قوله تعـ هذا صراط
علی مستقیم فبدلوا لفظ علی بالعلی (۴) وایضا
فی قوله تعـ سلام علی آل یسین بدلوه بقولهم
الیاسین (۵) ولم یقدروا علی التحریف
والتبدیل فی قوله تعـ اجعلتم سقایة الحاج
وعمارة المسجد الحرام کمن آمن بالله لعدم التسمیة
(۱) وفی قوله تعـ انما ولیکم الله ورسوله والذین
امنوا الذین یقیمون الصلوة ویؤتون الزکوة وهم
راکعون والمراد علی (۲) وکذلک اسقطوا
لفظة علی من قوله یا ایها الرسول بلغ ما
انزل الیک (فی علی) (۳) ولم یقدروا
علی تحریف اية من ایات سورة الدهر النازلة
فی اصحاب الکساء لعدم التصریح باسمائهم
(۴) وما ینبههم بعض فقدة العلم واسرار
البلاغة ان العلم اعرف المعارف
بعد المضمرات فهو من قلة فهمه وعدم
علمه بان اکثرهم الاعلام یشترک فی المسمی

(۱) از انجملہ ایک غرض یہ ہے کہ ترک نام اوس بسبب نظر اوسکی تعظیم
اور بزرگداشت کے ہوتا ہے کہ اوسکی شان اور جلالت قدر متکلم یا
مخاطبین کے نزدیک ظاہر ہو (۲) از انجملہ یہ بہی ہے کہ متکلم (اور خاصکر
وہ شخص جسکو آیندہ امور کا علم مثل امور موجودہ کے ہے) جسکو اسکا علم
ہوتا ہے کہ اگر نام ہوگا تو لوگ اوسکی تحریف اور تبدیل یا اسقاط کردینگے
(۳) چنانچہ دیکھو اس آیت مین صراط علی کے لفظ کو علی سے
بدل دیا کہ نام حضرت علی کا نہ ہے (۴) ایضاً آل یسین پر
خدا سلام کرتا ہے اوسکو الیاسین کردیا (۵) اور تحریف نہ تبدیل
کرسکے اس آیت مین آیا تمنے سقایہ خانہ کعبہ و عمارت مسجد حرام
کی عظمت کو برابر عظمت اوس شخص کی کیا جو خدا پر ایمان لایا
چونکہ یہان پر نام جناب امیر کا نہ تہا لہذا کچھہ نکر سکے (۱) اس آیت
ولایت مین خدا کہتا ہے کہ تمہارا ولی سوا خدا اور رسول کے کوئی نہین
یا وہ لوگ تمہارے ولی ہین جو نماز پڑہتے ہین اور زکوۃ (خیرات) دیتے ہین
رکوع نماز مین اور مراد علی سے ہے (۲) اسیطرح لفظ علی کو اس آیت سے بہی
نکالدیا اے رسول پہنچا دو اس حکم کو جو تمپر نازل کیا گیا ہے حق مین
علی کے (۳) سورہ دہر کی کسی آیت مین تحریف نکرسکے جو اصحاب
کسا کی شان مین ہے اسلئے کہ نام کی تصریح اسمین نہ تہی (۴) بعض کم
علم اور ناواقف اصول بلاغت کو جو یہ توہم ہوتا ہے کہ نام سب سے زیادہ شناخت
مین کام دیتا ہے بعد ضمیر کے یہ وہم اوسکی کم فہمی سے ہوتا ہے اور اسکو یہ بہی معلوم
نہین کہ اکثر نام ایسے ہین جو مشترک ہین یعنی ایک نام کے بہت سے
آدمی ہوتے ہین پہر کہان تمیز ہو سکتا ہے کہ یہ کس کا نام ہے

(۱) واكثر الاعلام لعدم اشتمالها على الفوائد التي يريد المتكلم اظهارها لا يقضي الوطر (۲) الا ترى الى قوله تعالى واذ تقول للذي انعم الله عليه وانعمت عليه امسك عليك زوجك واتق الله يريد زيد بن الحارثة (۳) فان ترك التصريح باسمه وايراد ما وقع عليه في صلة الموصول غرض اهم وكان يفوت بذكر العلم (۴) ولما حصل ذلك الغرض صرح باسمه في اية اخرى فقال فلما قضى زيد منها وطرا زوجناكها كما قلنا في الزينبية (۱) ثم اعلم ان معرفة شخص من الاشخاص كما لا تتم بذكر الاوصاف والامور الواقعة عليه لعدم اختصاص كل صفة بشخص واحد كذلك لا يتم بذكر الاسم والنسب ايضا لاشتراك الاسماء (۲) مثلا اذا قلنا زيد بن عمرو فهذان الاسمان مع خصوصية الابنية والابوة ايضا يوجدان في البلاد الحاضرة والنائية لكثير من الناس (۳) فيحتاج في تعيين الشخص الى مخصصات آخر في كلا الغرضين

(۱) اکثر نام چونکہ اون فوائد پر شامل نہین ہوتے جنکے اظہار کا متکلم ارادہ کرتا ہے لہذا اونکے ذکر سے حاجت براری نہین ہوتی ہے (۲) دیکھو اس آیہ کو اور جب کہتی تہے تم اوس شخص سے جسپر خدا نے انعام کیا اور تمنے بہی جسپر انعام کیا کہ اپنی زوجہ زینب کو طلاق نہ دو اور خدا سے ڈرو مراد یہانپر زید بن حارثہ سے ہے (۳) اب اونکے نام کی تصریح نکرنے سے اور جو کچھہ اونپر واقع ہوا اوسکو صلہ موصول مین ذکر کرنا یہی خدا کی غرض تہی جو نام لینے سے فوت ہو جاتی (۴) پہر جب یہ غرض حاصل ہو گئی دوسری آیت مین اونکے نام کی بہی خدا نے تصریح کر کے فرمایا پہر جب زید نے اپنی حاجت زینب سے پوری کر لی ہمنے زینب کا نکاح تم سے کر دیا (دیکھو ہمارا رسالہ زینبیہ) (۱) پہر یہ بہی جانو کہ شناخت کسی شخص خاص کی جسطرح اوسکی اوصاف اور اوسپر جو واقعات گذرے ہین اونکے ذکر سے پوری نہین ہوتی اسلیے کہ ہر ایک صفت کسی شخص سے مخصوص نہین ہے اسیطرح نام لینے سے بہی پوری شناخت نہین ہوتی کیونکہ اوس نام کے بہی اور چند آدمی ہین (۲) مثلا ہمنے کہا کہ زید بیٹا عمرو کا اور یہ دونون نام باوجود خصوصیت پدر اور پسر کے بہی بلاد قریبہ اور بعیدہ مین بہت سے آدمیون کے پائے جائنگے (۳) لہذا ہمکو کسی زید خاص کی شناخت مین احتیاج اور بہی چند خصوصیات لگانے کی ہو گی محض نام پدر اور پسر لینے سے ہرگز پوری شناخت نہین ہو سکتی اب معلوم ہوا کہ ذکر صفات اور نام لینا دونون برابر ہین۔

(۱) فنقول فی الصورة الثانية مثلا زید بن عمر
والساکن بلد فلان من السادات الرضوية
وكذا وكذا حتى يحصل من مجموع المذكورات
مصداق لا یصدق علی غیره (۲) وهکذا
اذا ذکرنا الاوصاف والوقائع الواقعة علی
شخص وکانت کل واحدة منها لا تختص بواحد
(۳) فقد ثبت مما ذکرنا ان التصریح بالاسم والنسب
وعدمه کلاهما سيئان يحصل الغرض المطلوب
من کلیهما هذا (۱) ولنبدء بذکر الایات
الدالة علی قضیة شهادة الحسین فنقول
مستعینا بالله (۲) قد اشتمل القرآن المجید
علی ذکر حالاته من بدو حمله ووضعه الی
رضاعه وفصاله (۳) ولا نتعرض بذکر خلقته
النورية التي بها نعتقد فی حقه ما نعتقد
(۴) حتی انه مع جده وامه وابیه و
اخیه کان قدما یستشفع الانبیاء فی
حوائجهم سلام الله علیهم اجمعین
(۵) ثم نقول ان الفرح والسرور والهم
والغم مع کونهما من الاضداد
لکن الحسین علیه السلام
له نسبة خاصة الیهما

(۱) اب ہم نام لینے کی صورت مین کہتے ہین مثلاً زید عمر و ساکن
فلان شہر کا قوم سادات رضوی سے اور چنان چنین تا اینکہ مجموع ان قیود
سے وہی زید سمجھا جاوے جو ہمارا مقصود ہے اور کسی دوسرے پر مجموعہ صادق
نہ آئے (۲) اسی طرح اگر ہم اوصاف کا ذکر کرین اور نام نہ لین اور
جو واقعات کسی پر گذرے ہین اگرچہ ہر ایک واقعہ کسی شخص خاص سے
مخصوص نہو مگر جب ان واقعات کو جمع کر کے دیکھین تب تو
اوسی ایک آدمی پر صادق آئینگے (۳) اب ثابت ہو گیا کہ نام اور
نسب کی تصریح کرنا یا نہ کرنا دونون برابر اور یکسان شناخت مین ہین
کچھہ فرق نہ رہا اب یہ شبہہ تو اس عقلی بیان سے اوٹھہ گیا اسکو یاد رکھو
(۱) اب ہمکو چاہئے اون آیات کو بیان کرین جو شہادت امام حسین
پر پوری دلالت کرین اور خدا سے اعانت لیکر (۲) قرآن مجید
شامل ہے ذکر حالات امام حسین پر از روز انعقاد حمل و روز وضع
حمل تا روزیکہ آپنے دودھ پیا ہے اور دودھ چھوٹا ہے (۳)
ہم آپ کی اوس نورانی خلقت کا ذکر آج نہ کرینگے جسکی وجہ
سے ہمکو آپکی نسبت کیا کچھہ عقیدہ ہے (۴) تا اینکہ آپکو اور
آپکے نانا اور مادر گرامی اور پدر بزرگوار اور برادر عالیمقدار
کو ہم ہمیشہ انبیا کی حاجت برآری مین کارکن سمجھتے
ہین (۵) پھر ہم کہتے ہین کہ خوشی اور سرور
اور رنج اور غم اگرچہ دونون مین ضد اور خلاف
ہے مگر امام حسین کو رنج اور الم سے ایک
خاص نسبت ہے۔

(۱) وهي استجماعه لاسباب الهم والغم كلها
كما ذكره الله سبحانه في اية الابتلاء التي
نحن بصدد ذكرها في هذا الباب وسيأتي
(۲) وان هذا الاستجماع مغائر لنتائج الرزايا
كلها (۳) فان المصيبة من شانها
ان المبتلى بها يصير ذليلا مذعورا (۴)
والحسين صار لاستجماعه عزيزا مقتدرا
(۵) حتى ان الله سبحانه جعل مظلوميته
وكونه مبتلى بالرزايا سببا لبقاء دين
جده (۶) فهذا امر فاق الحسين بسببه
على كل ارباب المصيبة حتى الانبياء واوصيائهم
عليهم الصلوة والسلام (۷) فلما كان
والحال هذه فكيف يمكن ان لا يذكره الله
في كتابه المجيد (۸) وقد ذكر سبحانه ما
يختص به الحسين اختصاصا لا مزيد عليه (۹)
فانه ذكر اولا ابتلائه بالمصائب كلها (۱۰) ثم ذكر ما
ال اليه امره واجرى قدرته واقتداره عليه
هو الذي يجب علينا الايمان به (۱۱) فقال عز
من قائل ولنبلونكم بشيء من الخوف والجوع ونقص
من الاموال والانفس والثمرات (۱۲) فههنا خمسة
امور مذكورة في الاية بالنص الجلي

(۱) یہ نسبت وہی ہے، کہ آپکی ذات جامع جملہ اسباب رنج اور غم
کی ہوئی جیسا کہ خدا نے اس بات کو آیت ابتلا مین فرمایا ہے
جس آیت کے ذکر کے درپے ہم اس باب مین ہین اور اب
اوسکا ذکر آتا ہی (۲) دوسری نسبت خاص امام حسین کو جو جامع
الالام ہین یہ ہے کہ اجتماع مصائب سے جو نتائج پیدا ہوتے ہین
اون نتائج سے آپکے مصائب کے نتائج بالکل جدا ہین (۳)
اسلئے کہ مصیبت جسپر پڑتی ہے وہ شخص ذلیل اور خوار ہوجاتا
ہے (۴) اور آپکی عزت اور شان مصیبت پڑنے سے
بڑہ گئی (۵) تا اینکہ خدا نے آپکی مظلومیت اور مبتلا الام
ہونیکو سبب القاء دین اسلام مقرر فرمایا (۶) اس بات سے
امام حسین کو ہر ایک ارباب مصیبت پر فوقیت ہوگئی حتیٰ انبیا
اور اوصیا انبیا کے بلاشک و شبہ درود اور سلام ہو (۷) پہر جب
ایسا حال اور ایسی صورت ہی کیونکر ہوسکتا ہی کہ خدا اسکو قرآن مین ذکر
نکرے (۸) حالانکہ خدا نے پہلے ذکر فرمایا اون امور کا جنسے پوری
خصوصیت امام حسین کو ایسی ہے جس سے زیادہ کسی کو نہین ہوسکتی
(۹) وہ یہ ہے کہ پہلے آپکے ابتلا مصائب کا ذکر فرمایا (۱۰) پہر آپکے
انجام کا اور اپنی قدرت کاملہ کا جسپر ہمکو ایمان لانا واجب ہے
(۱۱) خدا کہتا ہی ہم ضرور تمہارا امتحان لینگے ایک ذرا سے خوف
سے اور بہوک سے اور اموال کی کمی اور جانون کی کمی اور ثمرات
کی کمی سے (۱۲) اب یہانتک اس آیت مین پانچ امور کا نص صریح
ذکر خدا نے فرمایا ہے جسمین کسیطرح تاویل کی گنجائش نہین ہے اور نہ کوئی امر مشتبہ ہے

(١) الخوف (٢) والجوع (٣) ونقص الاموال
(٤) ونقص الانفس (٥) ونقص الثمرات (٦)
وظاهر ان سوى الجوع كل نقص من الثلاث
المذكورات مورث للخوف فذكر الخوف
يشملها كلها فلما ذكره الله سبحانه علىحدة
علم منه ان الخوف الذي يبلو به من
يبلوه مغائر من الخوف الذي يحصل من
نقص الاموال والانفس الثمرات (٧)
ولان نقص الامور الثلثة جامع للمخاويف
الدنيوية كلها (٨) فبقى ان يكون
ذلك الخوف خوفا في الامور الدينية
(٩) وهو اعظم واهم من كل
خوف (١٠) ولذا قدمه الله سبحانه
على كل البلايا (١١) وذكره
بعنوان النكرة المنونة بتنوين
التعظيم (١١) فقال بشئ من الخوف
(١٢) ومعلوم ان الخوف في الامور
الدينية انما هو مخصوص
باشخاص جعلهم الله سبحانه
امناء في حراسة
دينيه

(١) خوف اور بہوک اور کمی اموال اور کمی جانون کی اور کمی ثمرات
کی (٢) ظاہر ہے کہ سوا بہوک کے ہر ایک کمی سے خوف پیدا
ہوتا ہے، (٣) پہر خوف کو جداگانہ ذکر کرنا اس سے صاف
ظاہر ہے کہ یہ خوف جس سے خدا کسی کا امتحان لیگا جداگانہ
امر ہے ان خوفہاے ثلثہ سے مغائر ہی یہ مراد ہی کہ خوف کے لفظ
ان تینون مخاویف کو شامل تہے پہر اوسکے بعد ان مخاویف
کا ذکر کرنا ضرور دلالت کرتا ہی کہ وہ خوف کمی مال اور جان
اور ثمرات کا نہوگا بلکہ اور کسی امر کا خوف ہوگا اور چونکہ
نقصان امور ثلثہ کا جملہ خوفہای دنیویہ کو جامع ہے، اور کوئی
خوف دنیوی ان سے باہر نہین ہی (٨) اب یہی بات باقی رہی کہ
یہ خوف مذکور الصدر آیتہ مین خوف امور دینیہ مین ہو (٩)
اور یہی خوف بڑا اور اہم خوف ہی ہر قسم کے خوف سے (١٠) اسی
وجہ سے خدا نے اس کو پہلے ذکر کیا ہر
قسم کے امتحانات سے (١١) اور بعنوان
نکرہ جس پر تنوین تعظیم کی ہے ارشاد
فرمایا (١٢) یعنے ایک بڑی چیز کا خوف
اس ابتلا مین ہوگا (١٣) یہ بہی معلوم
ہے کہ خوف امور دینیہ مین خاصکر
اونہین حضرات سے زیادہ تعلق رکہتا
ہے جنکو خدا نے امین حفاظت دین مین
مقرر فرمایا ہے۔

(۱) وفوض اليهم نظام الامور الدينية و
جعلهم اولياء الامر وهم الانبياء واوصياهم
صلوات الله وسلامه عليهم منهم
الحسين (۲) ولننظر الان الى الامور
الدينية وماكان يأتي يزيد مع ادعائه
انه خليفة رسول الله (۳) واجتماع
الشروط الثلثة في الخلافة المبتدعة
(۴) ومع ذلك انه كان يدع الصلوة
وينكح البنات والامهات والاخوات
ويدمن الخمر مستحلاله (۵) كما
ذكره الواقدي امام اهل التاريخ
عندهم (۶) افاي وقت يزيد فيه
الخوف على الامور الدينية ازيد من
وقته هذا (۷) فان لم يقم الحسين
لاستنطها الملة وحماية حوزة الاسلام لم
يبق من شرائع الاسلام بقية (۸) والى
هذا يشير سيدنا رسول الله ابناي هذان اماما
قاما او قعدا (۹) فالمراد بالقائم هو الحسين فثبت
من هذا ان الخوف الذي ذكره الله سبحانه وعبر عنه بلفظة
شي ثم بينه بلفظة من
البيانية هو ذلك الخوف

(۱) خدا نے انتظام امور دینیہ کا اونکو سپرد کیا ہی اونکو
اولی الامر قران مین ارشاد فرمایا ہی یہ وہی حضرات انبیا
اور اوصیا انبیا ہین درود اور سلام خدا کا سب پر ہو
اور امام حسین بہی اونہین سے ہین (۲) اب ہم دیکہین
اوسوقت امور دینیہ کی ابتری اور یزید کی حالت
کو باوصف اسکے کہ مدعی خلیفہ رسول ہونیکا تہا
(۳) اور تینون شرطین خلافت کی جو بدعتی ہین
اوسمین جمع تہین (۴) اور باانہمہ تارک الصلوۃ
اور بیٹیون سے اور ماؤن سے بہنون سے
زنا کرتا تہا ہردم شراب سے مست مدہوش
(اور شراب کو حلال اور مباح جانتا تہا) (۵) جیسا
کہ واقدی امام اہل تاریخ اہل سنت نے اسکو اپنی تاریخ
مین لکہا ہے (۶) پہر کیا کوئی وقت اسوقت سے
زیادہ سمجہہ مین آسکتا ہی جسمین امور دینیہ پر خوف اس
سے زیادہ ہو (۷) اب اگر امام حسین پشت گرمی اور حمایت
دین اسلام کی غرض سے کہڑے نہوتے شرایع اسلام کا
بقیہ برائے نام بہی باقی نرہتا (۸) اسی جہاد کیطرف ہمارے نبی
ارشاد فرماتے ہین کہ میرے دونون فرزند (حسنینؑ) امام ہین جہاد
کرین یا ترک جہاد کرکے مصالحہ کرین (۹) قائم سے مراد وہی امام
حسین ہین اثابت ہوگیا کہ جس خوف کا خدا آیت مین ذکر کرتا اور لفظ شی
سے اوسکی تعبیر فرماتا ہی اوسکے بعد لفظ من سے اوسے بیان کرتا وہ یہی خوف بربادی اسلام کا

(١) وهو خوف عظيم لا يبلغ عظمته خوف
نقص الاموال والانفس والثمرات (٢)
فان كان الله ابلى بذلك الخوف قبل
هذا الوقت او يبلو بعده غير الحسين
فلست انكره (٣) فابتلاء الحسين امر
ثابت كيف ينكره منكر عنيد (٤) وهذا
هو المدعى وقد ثبت بحمد الله (٥) ونزيدك
ما نورده من مويدات اخر بعد هذا
فتربصها (٦) ثم اعلموا ان كلما يمتحن الله عباده
ببلاء يكون من الافعال الاختيارية لهم
فهو على ضربين (٧) ضرب يختص بافعال
نفس ذلك العبد المبلو وضرب يحصل من
افعال غيره ايضا اى يكون من افعال
غيره (٨) مثلا اذا امتحن الله مظلوما
فى تحمل المظالم فيمتحن المظلوم بانه كم
يتحمل ويمتحن الظالم بانه الى اى حد يبلغ فى
ظلمه (٩) وكان ابتلاء الحسين من
هذا الضرب (١٠) فان الله سبحانه امتحن صبر
الحسين فى مقاسات الالام وامتحن الظالمين
فى احداث المظالم وفى اعتدائهم فبلغوا
حدا لا يتصور فوقه حد من الظلم

(١) یہی خوف ایسا خوف عظیم ہی کہ اسکی سامنے خوف کمی
اموال اور جان اور ثمرات کا کچھ وقعت نہین رکھتا (٢) پہر
اگر خدانے اس خوف سے کسی اور کا کسی وقت قبل امام حسین کے امتحان
لیا ہو یا آیندہ لیگا اسکا انکار مین نہین کرتا (٣) مگر امام
حسین کا مبتلا ہونا اس خوف مین بہی بخوبی ثابت ہی کیونکر
کوئی منکر براہ عناد اس سے انکار کرسکتا ہی (٤) اور یہی
ہمارا مطلب ہے جو بحمد اللہ بخوبی ثابت ہوگیا (٥) دلائل
مذکورہ بالا سے زیادہ اور بہی تائیدی امور کو ہم آیندہ
لکھینگے منتظر رہو (٦) اب یہ بہی معلوم رہے کہ خدا تعالیٰ
جب اپنی کسی بندہ کا اوسکی افعال اختیاری سے امتحان
لیتا ہی اور بلا نازل کرتا ہی یہ امتحان دو قسم کا ہوتا ہی (٧)
ایک قسم تو خاص اوسی بندہ کے افعال سے ہوتی ہے
جسکا امتحان لینا منظور الٰہی ہے اور دوسری قسم اوس
بندہ کے افعال سے اور اوسکی غیر کے افعال سے بہی متعلق
ہوتی ہی (٨) مثلاً اگر خدا کسی کا مظلوم ہونے مین امتحان لے
اسکا امتحان تو یہ ہوتا ہی کہ یہ بندہ کہانتک ظلم کی برداشت
کرسکتا ہی اور ظالم کا امتحان یہ ہی کہ آخر کس حد تک یہ ظلم
کرسکتا ہی (٩) امام حسین کا امتحان اسی دوسری قسم
کا تہا (١٠) خدا نے جیسا آپکا ظلم کی برداشت کرنیکا امتحان
لیا اوسیطرح ظالمین کا امتحان لیا کہ آخر انکے ظلم کی کوئی حد
ہی ہے یہ ظالم اپنے ظلم مین اس درجہ پہنچے جس سے بڑہکر اب کوئی حد ظلم کی نہی

(١) وفی هذه الآیة ذکر الله سبحانه اولا
ابتلائه بالخوف من الامور الدینیة
وقدمنا بیانه (٢) ثم ذکر الابتلاء بالجوع
وانت تعلم ان الحسین بقی جائعا ثلثة
ایام وایضا کان عطشانا (٣) ولم یذکره
الله لاستغناء ذکره عن ذکره الجوع اذ هو
ملزوم العطش و ذکره فی آیة اخری کما سنذکره
(٦) فالجوع والعطش کما ابتلاه الله الحسین
بهما اختبار اله بانه کیف یصبر علیهما
وبعد الاختبار ما یجزیه الله سبحانه فی الدنیا
(٧) کذلک امتحن الظلمة المانعین له عن الماء
وعن وصول الغلات الیه (٨) فبلغوا
اقصی المدارج من الشقوة حتی خرجوا
عن حدود الرحم الذی یعتری
الانسان علی اخس الحیوانات فکیف
علی بنی نوعه (٩) وهذه اطفال صغار
وفیهم عدة رضیع من اطفال
الحسین واصحابه قد کانوا
یموتون من العطش (١٠) والظلمة
یسمعون ضجیجهم صباحا
ومساء ولم یترحموا

(١) اس آیت مین پہلے تو خدا نے ابتلا خوف امور دینیہ
کو ذکر فرمایا اور ہم اسکو اوپر لکہہ چکے (٢) اوسکے بعد
بہوک سی امتحان کو فرمایا اور ہمکو معلوم ہی کہ تین روز امام
حسینؑ بہوکے پیاسے رہے (٣) مگر پیاس کا ذکر اس آیت
مین تصریح نہین اسلئے کہ پیاس بہوک کو لازم ہے
لہذا اوسکے ذکر سے استغنا ہے مگر دوسری آیت
مین پیاس کا بہی ذکر فرمایا ہی جسکو ہم لکہین گے (٥)
اب بہوک اور پیاس سے جسطرح امتحان حضرت کا خدا نے
کیا اور غرض یہ تہی کہ اونکا صبر اور استقلال دیکہے اور
بعد امتحان ہونے کے اسکی جزا اونکو دنیا مین کیا دیتا ہے
یہ بہی آیندہ کی آیت سے معلوم ہوگا (٦) اسیطرح اون
ظالمونکا بہی خدا نے امتحان لیا جو حضرت کو آب و غذا
سے منع کرتے تہے (٧) وہ بہی انتہائی درجہ شقاوت
پر پہنچے تا اینکہ وہ ترحم جو آدمی کو بدترین حیوانات پر ہوتا ہے
چہ جائیکہ اپنے نوع انسان پر (٨) یہ دیکہو چہوٹے چہوٹے بچے امام حسینؑ
اور اصحاب کے جنمین چند شیرخوار بہی تہے کہ مارے پیاس کے
مر رہے تہے (٩) اور وہ سنگدل بیرحم صبح اور شام بچون کے
رونے کا غل سنتے تہے (اگر پتہر کا کلیجہ ہو وہ
بہی تو پانی ہو جائے مگر اون کو ذرا سا بہی
رحم چہو نہ گیا (اس سے بڑہکر اب اور
کیا شقاوت ہوگی۔

(۱) بل الحسين عرض عليهم ابنه
عبد الله الرضيع وقد كان يتقلب
على يديه كتقلب السمكة خارج الماء
(۲) وقال لهم اسقوه قطرة من الماء
فلم يسقوه الا سهم اصابه لعنهم الله
لعنا وبيلا (۳) ثم اعلم ان ابتلاء الحسين
بالجوع والعطش قد بلغ مبلغا حتى
احدث فيه السدر (۴) كما ورد
في مكالمة جبرئيل ع من آدم ان
عطشه يبلغ مبلغا يحول بينه وبين
السماء كالدخان (۵) فهات ايها
المنكر لفضيلة الحسين شخصا آخر
ابلاه الله بالجوع والعطش هكذا
ليصدق عليه قوله تع ولنبلونكم
وكتب التاريخ معدة عندك (۶) اما
نقص من الاموال فلم يعبر عنه سبحانه
بالاضافة بل قال ونقص من الاموال
والسبب في ذلك قلة المال عند الحسين
فانه لم يكن ذا مال كثير ارجع في ثبوت
ما قلناه الى كتب السير والتاريخ
من غير المسلمين ومنهم النصارى

(۱) خود امام حسین علیہ السلام نے اپنی شیرخوار علی اصغر کو اونکی
سامنے لاکر دکہایا جو حضرت کے ہاتہوں پر مثل ماہی
بے آب کے تڑپ رہا تہا (۲) اور اون سے کہا کہ تم خود
اسکو ایک قطرہ پانی کا پلادو اسکا جواب اور کچھ نہ دیا
ہان ایک تیر ضرور مارا کہ بچہ تڑپ کے آپ کے ہاتہوں پر
شہید ہوگیا لعنت خدا کی اونپر (۳) اب یہ بہی جانو
کہ امتحان حضرت کا بہوک اور پیاس سے اس درجہ
پر ہوا ہے کہ آنکہون کے سامنے اندہیرا چہا جاتا ہے،
(۴) حضرت جبرئیل علیہ السلام نے جو حضرت آدم
سے آپکے حالات کو ذکر کیا ہے اوسمین یہ بہی فقرہ
ہے کہ ایسی پیاس ہوگی کہ اونکی آنکہونکے سامنی
دہوان سا اوٹہکر آسمان سے دیکہنے مین حائل ہوگا
(۵) ہان اب لاتو اے منکر ماجرائے حسین کے کسی
اور شخص کو جسکا امتحان خدا نے بہوک اور پیاس سے
ایسا لیا ہو تاکہ تصدیق اس آیت کی ہوجاتی اور کتب
تواریخ تو تیرے پاس موجود ہین (۶) اموال کی
کمی کو خدا نے بطور اضافت کی نہین ارشاد فرمایا
بلکہ من الاموال فرمایا اور من کا لفظ قلت پر دلالت کرتی
ہے اسکا سبب یہ ہے کہ ہمارے حسین مالدار نہ تہے اسکے اثبات
مین ہم بہی کہتے ہین کہ تاریخ کی کتابونکو دیکہو اہل اسلام کی تاریخ بلکہ دیگر
مذاہب کی تاریخ کتب کہ اوسمین نصاری بہی ہین جنکی تاریخ آجکل زیادہ

(۱) وحد النقص يعلم من التاريخ فان
بعد شهادته لما نهبوا خيامهم لم يذكر
احد من المورخين انه قد نهب
من خيامه درهم او دينار (۲) هذا
ما ذكرته لعله لا يثبت له خلاف
عند التصفح البالغ (۳) نعم قد ذكروا
من نهب قرطي زينب سلام الله عليها
(۴) وهي حكاية تقشعر من ذكرها و
استماعها جلود الذين يخشون ربهم
(۵) وانا اعوذ بالله من ان اتحرش ببنيات
رسول الله (۶) واما نقص الانفس
وهو معطوف على المال فحكمه حكمه
(۷) وانت تعلم ان ثمانية عشر من اهل بيته
واعزته عدا اصحابه قد استشهدوا
(۸) ولم يبق من الرجال في اهله الا ولده
العليل وهو سيدنا السجاد (۹) وكانت
همتهم ان يقتلوه ايضا لكن لم يقتدروا
عليه لوعدة وعد الله بها
نبينا صلعم من اعطائه الكوثر
(۱۰) وهو كثرة النسل
لوقوعه في مقابلة الابتر وهو مقطوع النسل

(۱) کمی مال کی حد بخوبی تاریخ پڑہنے سے معلوم ہوسکتی ہے
اسلئے کہ بعد شہادت اوس جناب کے جب خیمونکو لٹوایا ہے
کسی مورخ نے نہین لکہا کہ روپیہ اشرفی لوٹ مین کسینے
پائی ہے جہانتک میری نظر کتب پر ہے (۲) یہ بات جو
ہمنے کہی ہے شاید اسکی خلاف بعد تلاش کامل کے تاریخ
ہرگز ثابت نہوگا (۳) ہان البتہ زیورات کی لوٹ مین جناب
زینب صلوۃ اللہ علیہا کے دونون گوشوارونکے لوٹنے
کے کیفیت ملتی ہے (۴) مگر وہ ایسی روایت ہی جسکے ذکرسے
اور جسکی سننے سے جنکو خدا کا خوف ہی اونکی بدن کے
رونگٹے کہڑے ہوتے ہین (۵) اور مین پناہ مانگتا
ہون خدا سے کہ دختران رسول کے حق مین بےادبی
کرون ایسے واقعات کی بیان کرنے سے (۶) جانونکی
کمی یہ معطوف کمی مال پر ہے دونون کا حال یکسان ہے (۷)
تمکو معلوم ہے کہ ۱۸ نفوس عزیز قریب حضرت کی اور اونکی سوا
اصحاب سب شہید ہو گئی (۸) اور مرد ونمین سوائے جناب
سید الساجدین کی اور کوئی باقی نرہا ہی بیمار فرزند حضرت
کی تہے (۹) دشمنونکا ارادہ تو یہی تہا کہ انکو بہی شہید کرین
مگر اسپر اونکو قدرت نہوئی اسلئے کہ خدا نے ہمارے نبی سے
کثرت نسل کا وعدہ فرمایا تہا لفظ کوثر سے جو سورہ کوثر
مین ہے (۱۰) کوثر سی مراد کثرت نسل ہے اسلئے کہ مقابلہ
مین لفظ ابتر کے واقع ہوا ہے جسکے معنی مقطوع النسل کے ہین

(۱) فصار ادم السادات کما کان ادم
ابا البشر (۲) واما نقص الثمرات و
المراد منها صغار الاطفال فکفی بنا
ذکر شهادة عبد الله بن الحسن و
عبد الله الرضیع روحی لهما الفداء
هذا (۳) ولما اثبتنا واطبقنا صدر الآیة
علی ابتلاء الحسین (۴) بقی لنا ان نطبق
بقیه الآیه علی مآل امر الحسین الیه
وما اعطاه الله من الاجور فی الدنیا
والاخرة بنص القرآن فی ایات اخر
(۵) فانظر ایها الناظر بعین الانصاف
واترک الاعتساف (۶) فاخر الآیة
قوله تعم وبشر الصابرین الذین اذا اصابتهم
مصیبة قالوا انا لله وانا الیه راجعون (۷) و
کان الحسین یقول ذلک من امتثال الامر
الله کما هو مروی بالتواتر (۸) یعنی ان ماله
وولده ونفسه وجوارحه کلها اعطاه الله
فهو لله واذا کان لله فهو یرجع لا محالة الی الله
(۹) ثم لما استقام الحسین واصحابه علی ما کان یقوله
کالاجر ان البشارة التی یبشر الله بها الصابرین
بکمال الاستحقاق لا من الله سبحانه فی الجزاء

(۱) جناب سید الساجدین قوم سادات کے گویا آدم ہو گئے
جیسے کہ حضرت آدم ابو البشر تھے (۲) اب رہا نقص اور کمی
ثمرات کی اور اوس سے مراد چھوٹے چھوٹے بچونکی کمی ہے
پس اسکے اثبات مین ہمکو یاد آوری شہادت عبد اللہ بن الحسن
اور علی اصغر کی کافی ہے فدا ہو جان ہماری دونوں پر (۳) جب
ہمنے اول آیت سے مبتلا ہونا امام حسین کا پانچون امور
مین ثابت کر دیا (۴) اب آخر آیت مع آیات دیگر سے
اس امر کا اثبات باقی رہا کہ انجام کار حضرت کا خدا نے
بعد اس امتحان کے کیا فرمایا اور اجر اور ثواب جو خدا نے
اونکو دیا اوسکو ہمارا قرآن کیا ظاہر کرتا ہے (۵) ناظر رسالہ
ہذا کو لازم ہے کہ ہمارے اس بیان کو چشم انصاف سے دیکھے
اور ہٹ دہرمی کو چھوڑ دے انکار اور اقرار دونوں یکسان
(۶) آخر آیت مین یہی بشارت دواہی محمد صلعم اوس
گروہ کو جو مصیبت پڑنے کیوقت کہتے ہیں کہ ہمتو خدا کی
واسطے بنائے گئے ہیں اور خدا ہی کیطرف بازگشت ہے یعنی ہماری
ابتدا اور انتہا دونون خدا ہی کیطرف ہے (۷) امام حسین صبر اور شکر
مصائب پر کرتے ہو بار بار اسی آیت کو پڑہتے تھے بغرض بجا آوری حکم
خدا چنانچہ متواتر روایات مین ہے (۸) مطلب انکا یہ تھا کہ میرا مال میری
اولاد میری جان میرے اعضا اور جوارح سب خدا کے دئے ہوئے ہین اور جب اوسی کے
دئے ہوئے ہین ضرور ہے کہ خدا ہی کیطرف انکی بازگشت ہے (۹) پھر جب امام حسین اور انکے
اصحاب اپنے اس قول پر ثابت قدم رہے تو گویا مستحق اوس بشارت کے ہوئے جسکا خدا اس آیت

فلنذكر الآن انهم كيف بشروا به (٢)
ولما لم يقيد الله سبحانه تلك البشارة
حيث ترك ذكر المبشر به للتعميم فلا بد ان
تكون البشارة فى الامور الاخروية والدنيوية
كلها (٣) اما الامور الاخروية فاي
القرآنيه دالة عليها ولا يحصيها الا الله
(٤) وايضًا لكونها اجلة لا نقدر على ان
نثبتها عيانا ومشاهدة فهي ثابتة عند
من يؤمن بمواعيد الله فى الآخرة (٥)
واما الامور الدنيوية التى ظهرت و
تظهر من يوم شهادته الى ما شاء الله
(٦) فمنها ان القتل مورث للموت ولم
يمت الحسين ولا الذين استشهدوا
معه مثل سائر الشهداء على ما نص القرآن
عليه (٧) وهذا وان كان يعم سائر الشهداء
لكن شئون الحيوة كما يختص بالحسين
لا توجد فى غيره كما هو مشاهد فى كل
زمان ومكان فضلا من الله (٨) وقد
اضبط المورخون ويراه الناظرون ليس
لنا فضل بحث عن هذا (٩) وايضا منها
ما يبشره الله سبحانه فى آيته الاخرى وهى ثالثة الآيات

(١) اب آيتوں سے ہم بيان كرين كہ ان حضرات كو كيسے بشارت
ديگئی (٢) اور چونكہ خدا نے اس آيت مين بشارت كو كسی
قيد كے ساتهہ نہين فرمايا اسكا فائدہ يہ ہے كہ بشارت عام طور
كی ہی لہذا ضرور ہے كہ دنيا اور آخرت دونون جگہ كی امور كی بشارت
ہی (٣) آخرت كی نعمات اور مدارج پر تو آيات قرآنيہ بہت سی
دلالت كر رہی ہين جنكا شمار سوا خدا كے اور كوئی نہين كر سكتا
(٤) اسكے علاوہ چونكہ وہ امور مدتونكی بعد ظاہر ہونگے آج ہم انكو
مشاہدہ كرا كے ثابت نہين كر سكتی مگر جو شخص خدا كے وعدونكو
سچا مانتا ہی اوسكی نزديك تو مشاہدہ سی بڑھكر ثابت ہين (٥)
رہی وہ امور جو دنيا مين از روز شہادت ظاہر ہو چكے اور ظاہر
ہوتے رہينگے جبتك خدا كو منظور ہی (٦) از انجملہ ايك
بڑا صبر يہ بهی ہے كہ مقتول ہونے سے آدمی مر جاتا ہی اور حسين اور
ديگر شہدائے كربلا زندہ جاويد ہين مثل ديگر شہدا كے بنص
قرآن (٧) اور يہ شرف اگرچہ عموماً تمام شہيدونكو ملا ہی مگر
آيات حيات جسقدر امام حسين مين پائی جاتی ہين اور كسی شہيد
مين نہين پائی گئی چنانچہ بفضل خدا اسكا مشاہدہ ہر زمانہ مين اور
ہر ايك جگہ ہو رہا ہے (٨) ارباب تاريخ لكهہ رہی ہين اور ہم لوگ سب
كچهہ ديكهہ رہی ہين زيادہ بحث كی اس امر مين ہمين ضرورت نہين
(٩) ايضاً منجملہ بشارات الہی كے ايك يہ بهی بڑی بشارت
ہی جسكو خدا نے اپنی آيت مين ارشاد فرمايا اور يہ تيسری
آيت منجملہ پانچ آيتون كے جو اس باب سے تعلق ركهتی ہين

(۱) قال سبحانه وکاین من نبی قاتل معه ربیون کثیر فما وهنوا لما اصابهم فی سبیل الله وما ضعفوا وما استکانوا والله یحب الصابرین (۲) ولما کان الاجمال فی تلک الایة فی بیان ما اصابهم وقد مر فی الایة الاولی تفصیله بخمس ابتلاءات منها الجوع والعطش والنصب (۳) قال فی ایة اخری وهی رابعة من هذا الباب ذلک بانهم لا یصیبهم ظماء ولا نصب ولا مخمصة فی سبیل الله الایة سبحانه ما اظهر برهانها (۴) الان قد ثبت من هاتین الایتین ان الابتلاء الذی ذکره الله سبحانه فی ایة الابتلاء اذا صبر صابر علی بلائه لا یصیبه وهن و لا ضعف و لا استکانة ولا ظماء یعنی عطشا ولا نصبا تعب و لا مخمصة ای مجاعة وهی الجوع (۵) وهذه کلها لم یصب الحسین والشهداء معه (۶) ولذا انکره الرضا علیه السلام لما قال له رجل من لحضا ان الحسین واصحابه ماتوا عطشا فانضجر وقال ما لک وهذا بل ماتوا وقد رواهم الله بمنه.

(۱) فرمایا خدا پاک نے چند نبی ایسے ہین جنکی ہمراہ بہت سے خدا پرستون نے جہاد کیا پس انکو کسی قسم کی کمزوری اور ایذا نہ ہوئی جو کہ جہاد راہ خدا مین کرنے سے پہنچی ہین اور نہ وہ لوگ ضعیف ہوے اور نہ انکی جی چہوٹ گئی یعنی عاجزی اونہون نے نہ کی اور خدا صبر کرنیوالونکو دوست رکہتا ہے (۲) پہر چونکہ اس آیت مین اجمال تہا اور مصائب کا بیان ان ایذا و تکالیف کا نہ تہا جو لوگونکو پہونچی تہین اور آیت ابتلا مین پانچ امور کا ذکر گذر چکا بہوک اور پیاس اور تعب لہذا اور ایک آیت مین فرمایا یہ چوتہی آیت ہمارے اس باب کی ہی (یہ صبر اور برداشت ایسے مجاہدین کو اسوجہ سے ہی کہ انکو پیاس لگے گی نہ تعب اور تہکن ہوا اور نہ بہوک معلوم ہوگی راہ خدا مین جہاد کرنے سے سبحان اللہ کیا ظاہری قدرت اوسکی ہی (۴) اب تو ان دونون آیتونکی ملانے سے بخوبی ثابت ہوگیا کہ جس امتحان کا خدا آیہ ابتلا مین ذکر فرماتا ہی اگر کوئی صابر خدا کی بلا پر صبر کرے انجام کار مین اوسکو ماندگی اور کمزوری اور عاجزی اور نہ پیاس نہ تعب نہ بہوک غرض کوئی ایذا نہوگی (۵) اور یہ سب ایذائیں امام حسین اور شہداے کربلا کو بہی نہین پہونچین (۶) اسی وجہ سے امام رضا علیہ السلام نے انکار فرمایا جب کسی شخص نے آپ کے سامنے یہ کہا تہا کہ امام حسین علیہ السلام مع اصحاب کے پیاسے دنیا سے اوٹھ گئے آپ کو ناگوار ہوا فرمایا تجہی کیا علم ہی بلکہ سب کے سب کو انکی شہادت سے پہلے خدا نے سیراب کر دیا تہا

(١) ليس يعني الله سبحانه انها لا
يصيبهم باعيانها مطلقا لانه يذكر
صبرهم عليها بل المراد انهم لما صبروا
فجزاهم بالمال هكذا (٢) وان
اردت تصديق ما قلناه فارجع
الى ما رواه ارباب المقاتل (٣) اما
وقد سمعت قول من حضر في الطف و
رواه ابن ابي الحديد بقول ذلك
الرجل في جلادة اصحاب الحسين
مانصه ثارت علينا عصابة ايديها
في مقابض سيوفها كالاسود الضارية
الى ان قال (٤) فلو كففنا عنهم
رويدا لاتت على نفوس العسكر بحذافيرها
ويأتي تمام الخبر في الباب الثالث انشاء
الله (٥) واما الحسين فنذكر نبذة من
حالات ماله في الباب العاشر انشاء الله تعالى
(٦) هذا ما استفدتم من ايات القران
وقد روى الحسين عن جده قبل ان يستشهد
بساعة انه قال له يا حسين انك تستشهد بها و
يستشهد معك جماعة من اصحابك لا يجدون الم مس
الحديد وتلا يا نار كوني بردا وسلاما على ابراهيم

(١) یہ مراد خدا کی نہین کہ اونکو ایذا بالکل نہوگی اسلئے کہ صبر
کرنا بہی تو اسی آیت مین وارد ہوا ہے بلکہ مراد یہہ ہے اونکو جزائے
صبر انجام کار مین یہہ سب کچہہ ملیگا (٢) اگر تمکو ہمارے اس بیان کی
تصدیق منظور ہو تو تاریخ کو پڑہو (٣) ایک تمنے ایک شخص لشکریان
یزید کا قول نہین سنا جسکو ابن ابی الحدید نے لکہا ہے وہ شخص
شجاعت اصحاب حسین کا یون ذکر کرتا ہے کہ ہمپر حملہ کیا ایک
گروہ نے جو تلوار کے قبضے اپنے ہاتہہ سے مضبوط پکڑے ہوئے تہے جیسے شیر پہاڑنے
کو اور بہی اس لشکری نے اونکی بہادری بیان کرکے یہان تک
کہتا ہے (٤) اگر ہم اونکے قتل سے ہاتہہ روک لیتے
سارے لشکر کو وہ بہادر قتل کر ڈالتے یہہ پوری روایت باب
سوم مین ہم لکہینگے (٥) امام حسین کے حالات جو انجام کار
مین ہوئے اونکو بہی ہم باب دہم مین درج کرینگے انشاء اللہ تعالیٰ
(٦) یہہ جو کچہہ لکہا گیا آیات قرآنیہ سے ہمنے پایا ہے اب
حدیث کو دیکہو خود امام حسینؑ نے اپنے نانا سے یہہ روایت
کی اپنے شہید ہونے سے ایک ساعت پہلے
کہ جناب رسولؐ نے فرمایا اے حسینؑ تم
کربلا مین شہید ہوگے اور تمہارے ساتہہ
تمہارے اصحاب بہی شہید ہونگے اور
اونکو ایذا لوہے کے ہتیارون سے نہ
پہنچیگی اسکے بعد نانا نے یہہ آیت پڑہی اے آگ
سرد ہوجا سلامتی کے ساتہہ ابراہیم پر

(1) يكون الحرب عليك بردا وسلاما
وقد علمنا ان قول نبينا هذا يعاضده
الايات المذكورة ولله الحمد فصلوا
على محمد واله (2) فهل ترى من بين
المجاهدين غير الحسين واصحابه انه يتصف
بتلك الصفات (3) فحصل لنا الجزم بان تلك الايات
مخصوصة بالحسين واصحابه الذين قال الحسين فيهم
اني لا ارى اصحابا خيرا من اصحابي والسبب
هو ذلك الاختصاص لا غير رحمهم الله (4) و
منها انه سبحانه اعطا نبينا الكوثر فسورة
الكوثر خامس الايات من هذا الباب ونذكره
في الباب المناسب له (5) وللكوثر معنيان
احدهما الحوض المعروف يسقي ماءها يوم الحشر نبينا
عطاش امته جزاء لما صبر سبطه على
عطشه يوم عاشورا (6) والمعنى الثاني
كثرة النسل بقرينة الابتر وهو ايضا صلة
وانعام من الله لانه صلى الله
عليه واله رضي بقتل اعز اهل بيته وهو الحسين
بدل على ما قلناه قوله انا من الحسين يعني
كثرة نسلي يكون من الحسين ولكن هذا اخر
ما اوردناه في هذا الباب ويتلوه باب اية الاستقامة

(1) اے حسین لڑائی تم پر سرد اور سلامتی ہو جائیگی
اب ہمکو معلوم ہو گیا کہ اس حدیث کی تائید آیات مذکورہ
بالا کرتی ہیں الحمد للہ اب درود پڑھو محمد و آل محمد پر
(2) کیا تم سوائے حسین اور اصحاب حسین کے اور کسی
جہاد کرنیوالے کو ان صفات سے موصوف بتلا سکتے
ہو (اگر ہو سکے تو نام بتلاؤ) (3) اب ہمکو پورا یقین
ہو گیا کہ یہ آیات امام حسین اور اونکی اصحاب ہی کے
حق میں نازل ہوئی ہیں اونہیں اصحاب کے حق میں آپ نے
فرمایا کہ میں اپنے اصحاب سے بہتر کسیکے اصحاب کو نہیں
سمجھتا اور سبب اس فرمانے کا یہی ہے کہ یہ اوصاف
کسی کے اصحاب میں نہیں ہیں خدا کی رحمت اونپر ہو (4)
از انجملہ یہی ہے کہ خدا نے ہمارے نبی کو کوثر عطا فرمایا پس
سورہ کوثر کی پانچویں آیت ہمارا اسکے متعلق ہے (5) کوثر
کے دو معنی ہیں ایک تو حوض مشہور جسکے پانی سے بروز حشر ہمارے
نبی اور خود امام حسین تشنگان امت کی پیاس بجھائینگے یہ یہی جزا
امام حسین کی پیاسے رہنے کی ہے (6) کوثر کے دوسرے معنی
کثرت نسل کے ہیں یہ بھی صلہ اور انعام خدا کا اسوجہ سے ہے کہ جناب
رسول اپنے پیارے فرزند حسین اور اونکی اہلبیت کی قتل پر راضی
ہوئے اسکے اثبات میں ہم یہ حدیث پیش کرتے ہیں کہ آپنے
فرمایا کہ میں حسین سے ہوں یعنی میری نسل انسے قائم ہوگی یہ آخری
جملہ باب اول کا ہی اسکے بعد باب آیہ استقامہ کو ہم لکھینگے انشاء اللہ

الباب الثانی فی استقامة الحسین وصبره وفیه خمس آیات

قال الله تعالیٰ ان الذین قالوا ربنا الله ثم استقاموا تتنزل علیهم الملائکة الا تخافوا ولا تحزنوا وابشروا بالجنة التی کنتم توعدون (۱) والآیة فی سورة فصلت اقول الاستقامة فی اللغة الاعتدال فی الامور (۲) والخط المستقیم هو اقصر الخطوط الواصلة بین نقطتین (۳) فاذا افرضنا المبدأ نقطه والمعاد نقطة اخری (۴) فالصراط الذی یوصلنا من المبدأ الی المعاد هو الصراط المستقیم الذی یکون اقصر من کل صراط لا فیه عوج ولا امت (۵) ای مکان مرتفع وتلال صغار وانخفاض وارتفاع (۶) والاحق والاولی بمعرفة ذلک الصراط وسلوکه من لا یکون فیه جهل ولا نسیان ولا تعمد الخطاء (۷) بل له علم بکل ما یوجد فی تلک المسافة من المبدأ الی المنتهی وهو المعاد

باب دوسرا اثبات استقامہ حسین اور صبر اون جناب کے بیان مین اور اسمین پانچ آیات ہین

خدا فرماتا ہی جن لوگون نے زبان سی کہا کہ رب ہمارا خدا ہے اور پھر اس قول پر مستقیم ہی رہے یعنی کمی بیشی نہ کی اونپر فرشتے نازل ہوکر کہتے ہین تم کچھ خوف نکرو اور نہ رنجیدہ ہو اور بشارت ہو تمکو اس بہشت کی جسکا تم سے وعدہ کیا گیا ہے (۱) یہ آیت سورہ فصلت مین ہی مین کہتا ہون استقامہ کے معنی لغت عرب مین میانہ روی کے ہین (۲) اور خط مستقیم سب سے چھوٹا خط ہی جو دو نقطون سے ملتا ہے (۳) اگر اب ہم مبدا کو ایک نقطہ فرض کرین اور معاد کو دوسرا (۴) پس جو راہ کہ ہمکو مبدا (دنیا) سے طرف معاد (آخرت) کے پہونچاتی ہے وہ صراط مستقیم ہے جو سب راہون سے چھوٹی ہے نہ اوسمین کجی ہی (۵) اور نہ اونچے نیچے مقام نہ چھوٹے چھوٹے ٹیلے اور نہ پستی اور بلندی بلکہ سیدہی اور ہموار ہے (۶) زیادہ تر مستحق اور لایق ایسی راہ کے پہچاننے اور اوسپر چلنے کا وہی شخص ہے جسمین جہالت اور بہول چوک نہو اور نہ عمداً خطا کرے (۷) بلکہ اوسکو پورا علم ہو ہر ایک چیز کا جو اس راہ مین پڑتی ہے شروع مسافت سے لے کر آخر تک یعنی دنیا سے آخرت تک جو کچھ ہے سب کو وہ شخص بخوبی جانتا ہو اور عمل بہی پورا کرتا ہو۔

(١) ويكون ضربه في تلك المسافة
اعدل واقوم هذا باعتبار نفسه
(٢) فان كان مامورا من الله سبحانه
بان يقتدى به في السلوك الى ذلك
الصراط (٣) فلا محالة يكون عالما
عارفا مجال كل المقتدين به فيما
يجب عليهم في ذلك الاقتداء (٤)
فيجب ان يكون معصوما عن الخطأ
والزيغ والزلل عالما عارفا لا يخطي ولا
يسهو ولا يتعمد الخطأ (٥) بل يكون
مستقيما كل الاستقامة (٦) ولذلك
امرنا الله سبحانه وتعالى بان ندعو ونطلب
منه فنقول اهدنا الصراط المستقيم (٧)
ثم لما كان فيه اجمال بالنسبة الى الهادي
لذلك الصراط فسره بقوله صراط الذين
انعمت عليهم (٨) وهذه الجملة بدل
او عطف بيان (٩) ثم الانعام ايضا
يعم والغرض مخصوص فلهذا خصصه
بقوله غير المغضوب عليهم وهم
الذين يتعمدون بالمعاصي ويقولون
بالاضلال عوضا من الهداية ولا الضالين

(١) اوسکا چلنا اس مسافت مین میانہ روی اور درستی
سے ہو یہ سب کچھ تو اوسکی ذات سے متعلق ہے (٢) پھر اگر
خدا نے اوسکو پیشوا اور ہادی بنایا ہے کہ لوگ اوسکی اس
راہ پر چلنے مین پیروی کرین (٣) اب ضرور ہے کہ
یہ ہادی عالم اور شناسا ہو اپنے پیروان کے جملہ اون حالات
کا جن امور مین انکو پیروی کرنی واجب ہے (٤) اب
واجب ہے کہ یہ ہادی خطاکاری اور لغزش سے بری ہو عالم
اور عارف ہر ایک حکم خدا کا نہ تو خطا کرے اور نہ بھول چوک
اس سے ہو اور نہ عمداً اور قصداً خطا کرے جو ہر امر مین (٥) بلکہ راہ راست
پر سیدہا چلنے والا ہو اور سیدہا چلانے والا امت کا ہو اور پوری
استقامت اسکو حاصل ہو (٦) اسی وجہ سے خدا نے ہمکو حکم دیا کہ دعا
مانگین اور طلب کرین خدا سے اور کہین کہ خدایا ہدایت کر ہمکو صراط
مستقیم کی (٧) پھر چونکہ ہادی راہ کا پتہ اس سے معلوم نہوا تھا
لہذا خدا نے اسکو بھی واضح کر کے فرمایا اون لوگون کی راہ
جن پر تو نے انعام کیا ہے (٨) اب چونکہ وہ لوگ جن پر خدا نے
انعام کیا ہے وہ بھی سب قابل ہادی ہونے کے نہ تھے لہذا زیادہ
توضیح کر دی اور فرمایا اون کی راہ نہ جن پر تو غضبناک
ہے یہ وہ لوگ ہین جو عمداً گناہ کرتے ہین اور بجائے ہدایت
اور راہ نمائی کے گمراہی مین ڈالتے ہین اور نہ ضالین
کے راہ کی ہم کو ہدایت کر یعنی ہم کو ضالین
کی راہ پر بھی نہ لیجا

(١) وهم الذين يعصون الله سهوا و نسيانا وفي الحديث الضال من لم يبلغه الهادي ليهديه الى الصراط المستقيم فامره الى الله اما ان يعذبهم او يتوب عليهم (٢) فثبت ان الله سبحانه انما امرنا باتباع المعصومين في السلوك الى الصراط المستقيم (٣) ثم الانعام الذي ذكره الله سبحانه في تلك الاية هو انعام العلم لا غير لان الاستقامة لا تحصل الا بالعلم والجاهل لا يمكن ان يستقيم في كل امر (٤) يدل على ما قلناه قوله تعالى مخاطبا الى نبيينا موسى وهارون فاستقيما ولا تتبعان سبيل الذين لا يعلمون (٥) فعلم منه ان الاتباع والاقتداء مخصوص بالعلماء وان الانعام الذي ذكره الله في الاية السابقة انما هو انعام العلم لا غير فليس المراد من الانعام غير العلم اذ به يستحق الانسان بكونه هاديا يهتدى به (٦) وايضا يقول الله سبحانه مخاطبا الى نبينا صلى الله عليه واله

(١) ضالین وہ لوگ ہین جو براہ سہو اور نسیان معصیت مین مبتلا ہوتے ہین اور حدیث مین وارد ہے کہ ضال وہ شخص ہے جسکو ہادی برحق کی ہدایت نہ پہنچی ہو اسکا انجام خدا کی مرضی پر ہے چاہے عذاب کرے چاہے بخشدے (٢) اب تو بخوبی ثابت ہو گیا کہ ہادی جسکی پیروی ہم پر واجب ہے، وہی درکار ہے جو عمداً اور سہواً خطا سے بری ہو اور اسی کو ہم معصوم کہتے ہین اور معصوم ہی کی پیروی ہم پر صراط مستقیم کے چلنے مین واجب ہے، لہذا نبی اور امام وہی ہے جو معصوم ہو (٣) اب یہ بہی سمجہو کہ انعام جو اس آیت مین مذکور ہے مراد اوس سے نعمت علم ہی اسلئے کہ استقامت بدون علم کے حاصل نہین ہو سکتی جاہل سے ممکن نہین ہے کہ استقامت ہو سکے ہر امر مین (٤) ہمنے جو کہا ہے اوسکی دلیل یہ قول خدا کا ہے جو حضرت موسی اور ہارون سے خطاب کرکے فرماتا ہے مستقیم رہو تم دونون اور جو لوگ بے علم ہین اونکی پیروی نکرو (٥) صاف ظاہر ہے کہ پیروی کرنی ہمکو علما ہی کی درکار ہے اور یہ بہی اسی آیت سے معلوم ہو گیا کہ وہ انعام جو سورہ حمد کی آیت مین مذکور ہے اسی علم کا انعام ہے اسلئے کہ اسی علم کی وجہ سے آدمی مستحق ہادی اور پیشوا ہونیکا ہوتا (٦) ایضاً ہمارے نبی سے مخاطب ہو کر خدا دوسری آیت مین فرماتا ہے ہمکو امید ہے (ناظرین رسالہ سے کہ ہماری اس تمہید کا مطلب جو اسی جگہ شروع ہوا ہے اوسے سمجہکر ہمکو دعاے خیر یاد کرینگے

(۱) فاستقم كما امرت ومن تاب معك
ولا تطغوا انه بما تعملون بصير (۲) و
هذا الخطاب ايضاً الى النبي المعصوم و
الى الذين معه ورجعوا عن المعصية
(۳) فلا يعصون الله عمداً ولا سهواً كالنبي
لاتحاد الحكم في المعطوف والمعطوف
عليه عموماً (۴) خرج ما اخرجه الدليل
وهو ظاهر الاية بل نصها كما لا يخفى (۵)
فلما استقام نبينا حق الاستقامة
وصفه الله سبحانه فقال انك لعلى
هدى مستقيم ثبت منه ان امره
تعالى في الاية الاولى انما كان للاستقامة
في الهدى وعدم الطغيان
المنهي عنه ايضاً كان
في الهدى (۶) ومن
الدلائل الواضحة على ان
الاستقامة المذكورة في
تلك الايات مخصوصة بالمعصومين
قوله تعالى ان الذين قالوا
ربنا الله ثم استقاموا
تتنزل عليهم الملائكة الى اخره

(۱) مستقیم رہو تم اے محمد اور وہ لوگ تمہارے ساتھی جنہون نے معصیت سے رجوع کیا ہے یعنی گناہ کرنے سے باز آئے ہین اور تجاوز نہ کرو حد اعتدال (استقامت) سے خدا تمہارے کردار سے باخبر ہے (۲) یہ خطاب بھی طرف نبی معصوم کے ہے اور ان لوگون کی طرف جو گناہ سے باز آئے ہین کہ عمداً اور سہواً خدا کی معصیت اور نافرمانی نہین کرتے مثل نبی معصوم کے اسلئے کہ معطوف اور معطوف علیہ حکم مین برابر ہوتے ہین جیسا قاعدہ علم بلاغت کا ہے (۴) بجز اس حکم کے جو کسی دلیل سے خارج کر دیا گیا۔ اور معطوف علیہ مین جاری نہو سکی بس ظاہر اس آیت کا بلکہ نص صریح یہی ہے کہ وہ لوگ بھی مستقیم رہنے پر بوجہ عصمت کے محکوم ہین جیسا کہ پوشیدہ نہین (۵) جب ہمارے نبی نے پوری استقامت فرمائی خدا نے دوسری آیت مین اونکو کہدیا کہ تم اے محمد ضرور ہدایت پر مستقیم ہو یا یہ مراد ہے کہ تم ضرور راہ ہدایت پر مستقیم ہو جس سے بخوبی ثابت ہو گیا کہ پہلی آیت مین استقامت سے مراد ہدایت ہی کی استقامت ہے اور جس طغیان سے منع فرمایا ہے وہ بھی ہدایت ہی مین طغیان سے باز رہنا مطلوب ہے (۶) منجملہ دلائل واضحہ کے اس امر پر کہ استقامت جو ان آیتون مین مذکور ہے وہ خاص معصومین کے لیے ہے یہ آیت بھی ہے جن لوگون نے استقامت کے ساتھ اقرار ربوبیت خدا کا کیا انپر فرشتے نازل ہوتے ہین آخر آیت تک نزول ملائکہ خاص معصومین پر ہے یہی ہمارا دعویٰ ہے

(۱) بلغنا الی ما هو المراد ذکره فی
هذا الباب (۲) فنقول ان فی هذه
الایة ذکر الله سبحانه من تنزل علیهم
الملئکة لکن لم یذکر فی ای امر استقاموا
فاستحقوا تنزل الملئکة (۳) فبیّنه
فی سورة القدر حیث قال تنزل
الملئکة والروح فیها باذن ربهم من
کل امر (۴) فاذا جمعنا الایتین علمنا
ان الملئکة تنزل علی الذین استقاموا
فی کل امر لانهم اولیاء الامر فوض الله
نظام الامور الیهم (۵) نعم بقی هنا
امر اخر هو ان الملئکة تنزل فی کل
لیلة من لیالی القدر علی ولی الامر
(۶) فلابد ان یکون اولوالامر موجودًا
دائمًا حتی فی زماننا هذا ایضًا
للتجدد المفهوم من قوله تنزل (۷)
لکن التعرض بذکره یخل بالغرض
الذی نحن الیوم بصدد ذکره (۸)
فنقول ولننظر الی استقامة الحسین
وتنزل الملئکة علیه (۹) فلما ثبت
کونه امامًا کما علیه المسلمون عدا الخوارج

(۱) اب تو ہم اپنے اصلی مطلب پر پہونچ گئے جسکا بیان اس باب
مین ہمکو منظور ہے (۲) ہم کہتے ہین اس آیت مین جن پر
فرشتے نازل ہوتے ہین اونکو خدا نے ذکر تو کیا مگر یہ نفرمایا کیس
استقامت سے مستحق ہو کر فرشتے اونپر نازل ہوتے ہین
(۳) اس کا بیان سورہ قدر مین کر دیا چنانچہ فرمایا فرشتے
اور روح نازل ہوتے ہین ہر امر کے بیان کیلئے بحکم اپنے پروردگار
کے (۴) جب ان دونون آیتون کو ہمنے ملا کیا معلوم ہوا کہ
فرشتے نازل ہوتے ہین اون لوگون پر جنہون نے استقامت
کی ہے ہر امر کے بیان کی غرض سے تاکہ وہ اون امور کو بجالائین
اسلئے کہ وہ لوگ اولی الامر مین انتظام کل امور کا خدا نے
اونکو سپرد کیا ہے دنیوی امور ہون یا اخروی (۵) ہان ایک
اور بات رہ گئی وہ یہ ہے کہ نزول ملائکہ ہر شب قدر کو ہمیشہ ہوتا ہے
(۶) جیسا کہ قول خدائے کریم سے ثابت ہوا اسلئے کہ فعل مضارع
تنزل تجدد اور دوام پر دلالت کرتا ہے اب چاہیے ہمارے زمانہ
موجود مین بھی ملائکہ کسی اولی الامر پر نازل ہوتے ہون یعنی امام
آج بھی موجود ہے (۷) مگر اسکی تفصیل مین ہمارا مقصود
رہ جائیگا اور طول ہوگا جسکا آج ہمکو ذکر کرنا منظور ہے (۸)
اب ہم کہتے ہین کہ امام حسین کی استقامت اور اون
پر نزول ملائکہ کو دیکھین (۹) پھر جب اون کا امام ہونا
یعنی اولی الامر ہونا ثابت ہو گیا جیسا کہ تمام اہل اسلام
کا عقیدہ ہے بجز فرقہ خوارج کے -

(۱) فلا ریب فی نزول الملئکة علیه ایضا
(۲) لانه استقام فی اعلاء کلمة الله
حق الاستقامة وجاهد فی سبیل الله
حق الجهاد کما مر فی الباب الاول
ویاتی مستوفا فی الابواب الاتیة
(۳) فاذا لا ریب فی نزول الملئکة
علیه (۴) ونظرنا الی التاریخ فوجدنا
فیه ان الملئکة نزلت علی الحسین
من یوم ولادته الی یوم شهادته
بل الی ما شاء الله مرات کثیرة
(۵) ولست اذکر فی هذا الباب
نزولهم الا ما یثبت بان جهاده
هذا کان مثل جهاد جده صلعم
(۶) وقد روی للموالف والمخالف
نزولهم فمنهم ما فی نور العین
صنفه ابو اسحق الاسفرائنی من
مشاهیر علماء اهل السنة
ملخصه ان الملئکة نزلت
علی الحسین بعد خروجه
من المدینه الی العراق و
فی ایدیهم حراب وسلموا علیه

(۱) اب کچھ شک نہ رہا کہ امام حسین پر بھی نزول ملائکہ
ہونا چاہیے (۲) اسلیے کہ آپنے استقامت پوری پوری
فرمائی ہے اور راہ خدا مین جہاد کیا ہی چنانچہ باب اول مین
اسکو ہمنے لکھا ہی اور آیندہ ابواب مین بھی آتا ہی (۳) اب
کیا شک رہا کہ نزول ملائکہ آپ پر ہوا ہے (۴) اب
ہم نے کتب تاریخ پر نظر کی اس سے معلوم ہوا کہ از روز
ولادت امام حسین تا روز شہادت بلکہ بعد از شہادت
بھی جب تک خدا کو منظور ہے فرشتے حضرت پر چند
مرتبہ نازل ہوے اور ہوتے رہین گے ہر امر مین
منجملہ امور متعلقہ اوس جناب کے (۵) مین اس باب
مین فرشتون کے اوس آنے کا ذکر کرونگا جس سے
یہ ثابت ہو کہ یہ جہاد امام حسین جو کربلا مین آپنے کیا
ہے مثل جہاد آپ کے نانا رسول کے تھا (۶) شیعہ اور
اہلسنت دونو نے اس نزول ملائکہ کی روایت کی ہے
منجملہ اسکے کتاب نور العین مین بھی مذکور ہے اور یہ کتاب
ملا ابو اسحق اسفرائنی کی تصنیف سے ہے جو مشہور علما
اہل سنت سے ہین (۷) خلاصہ روایت یہ ہے کہ
فرشتے امام حسین پر نازل ہوے بعد سفر کرنے
آپ کے مدینے سے بطرف عراق کے بشکل مجاہدین
کہ ہتیار بند اور اون کے ہاتھ مین آلات بھی تھے
اور آپ پر سبھون نے سلام عرض کیا۔

(۱) ثم قالوا ان الله قد ایدالله نیا جدك
فی مواطن کثیرة وامرنا ان نمدك فامرنا
بامرك وما تشاء (۲) فقال لهم
الحسین اذا وردت بکربلا فاتونی (۳) و
یویده ما فی الکافی عن الصادق ع
ان الملائکة سالت الله (یوم عاشورا)
فی نصرته فاذن لها فمکثت تستعد
للقتال وتتاهب له حتی قتل فنزلت
وقد تقطعت مدته (۴) فقالت
الملئکة رب اذنت لنا فی الانحدار
واذنت لنا فی نصرته فانحدرنا
وقد قبضته (۵) فاوحی الله عز
وجل الیهم ان الزموا قبره حتی
تروه قد خرج فانصروه
(۶) وابکوا علی ما فاتکم من
نصرته فانکم قد
خصصتم بنصرته وبالبکاء
علیه (۷) فبکت الملئکة
تعزیا وحزنا علی
ما فاتهم من نصرته
فاذا خرج یکونوا من انصاره

(۱) پھر فرشتوں نے کہا ای حجت خدا آپکے نانا کی مدد
کو بہت سی مقامات میں خدا نے ہم فرشتوں کو بھیجا ہے
اب ہمکو حکم دیا ہے کہ اس جہاد میں آپکی مدد کریں آپ کو
جو منظور ہے اوسکا حکم دیجئے (۲) امام نے فرمایا جب میں
کربلا میں پہنچوں اوسوقت تم آنا (۳) اسی روایت
کی تائید وہ حدیث بھی کرتی ہے جو کافی میں امام جعفر
صادق ع سے منقول ہے کہ فرشتوں نے خدا سے روز عاشورا
امام حسین ع کی نصرت کرنے کی درخواست کی اونکو اجازت
ملی اور وہ سامان حرب و ضرب درست کرنے لگے اور
آمادہ ہو رہے تھے کہ امام شہید ہوگئے اور بعد شہادت وہ فرشتے
کربلا میں پہنچے۔ امام حسین ع کی مدت حیات قطع ہو چکی تھی۔
(دیکھو مصلحت تامہ الٰہیہ کو) (۴) اب فرشتوں نے عرض
کی پروردگارا تو نے ہمکو زمین پر اوترنے کا حکم دیا تھا اور انکی
نصرت کی اجازت دی تھی سو ہم آئے اور تو نے اونکی روح
قبض کر لی (اب ہم کیا کریں) (۵) خدا نے وحی کی فرشتوں پر کہ اب
تم انکی قبر پر حاضر رہو جب تک یہ قبر سے بغرض جہاد نہ نکلیں اور جب
نکلیں اور جہاد کریں انکی نصرت کرو اور اوس زمانہ تک روتی رہو اس
بات پر جو تم سے انکی نصرت آج فوت ہوگئی اسلئے کہ تمکو دو معینوں کی خصوصیت
دیگئی ہے (جو اور فرشتوں کو نہیں) ایک تو نصرت انکی کروگے اور دوسرا انپر
رونیکی دولت حسرت (۷) یہ فرشتے دو وجہ سے روئے ایک تو بوجہ نصرت فوت ہونیکے
اور دوسرے بوجہ عزادار ہونیکے جب آپ قبر سے نکلینگے یہ فرشتے آپکے انصار میں ہونگے

(۱) اما تفصیل الاستقامة التی
ندعیها فی الحسین وندعی انه ع
مخصوص بها فهو انه کان محکوما
بشریعتین (۲) احدهما شریعة جده
وهی الشریعة الظاهریة وشریعة نفسه
وهی الشریعة الباطنیة التی قال الله
تعالی فیها لبرز الذین کتب علیهم
القتل الی مضاجعهم (۴) وقد
افردنا لذکرها بابا براسه
وهو الباب الثالث ویأتی
انشاء الله کما نرید (۵)
وقد نصّت علیه سیدتنا
زینب صلواة الله علیها
بمحضر ابن زیاد حیث قالت ما رأیت
فیهم الا خیرا هولاء قوم کتب علیهم القتل
فبرزوا الی مضاجعهم (۶) وفی
کلتا الشریعتین تضاد بل تبائن
فروحی له الفداء انه استقام علی
کلیتهما مستقیما حق الاستقامة (۷)
وانما قلنا بالتبائن بین الشریعتین لان الشریعة
الاسلامیة توجب علیه جهاد الدعوة

(۱) رہی تفصیل اوس استقامت کی جسکا دعوے ہم خاص
امام حسین کے حق مین کرتے ہین وہ یہ ہے کہ آپ محکوم تھے کہ دو
شریعتونکو بجالائین (۲) ایک تو شریعت اسلامیہ اپنی نانا
کی اور وہ شریعت ظاہری ہے دوم شریعت باطنی جو مخصوص
حضور ہی سے تھی (۳) اور اسی شریعت کی نسبت خدا
نے قران مین فرمایا ہے جنلوگونپر مقتول ہونا واجب کیا گیا ہے
وہ لوگ ضرور اپنی اپنی خوابگاہ (مقتل) پر گھرون سے
نکلکر پہونچ جاینگے (۴) ہمنے اس مطلب کے بیان کیواسطے
ایک باب جداگانہ لکھا ہے جو اس رسالہ کا تیسرا باب ہے
اور قریب ہے ہمارے حسب خواہش لکھا جاے (۵) شریعت باطنی
کے وجوب پر جناب زینب صلوۃ اللہ علیہا نے دربار ابن زیاد
مین بصراحت ارشاد فرمایا چنانچہ جواب سوال ابن زیاد مین
یہی تو فرمایا کہ مینے تو اپنے بھائی اور اونکے ہمراہیون
مین سوا اچھائی کے اور کوئی بات نہین دیکھی یہ وہ
اچھے لوگ تھے جن پر خدا نے قتل ہو جانا واجب کر دیا تھا
لہذا اپنی خوابگاہ پر گھرون سے نکل کر پہونچ گئے (۶) میری
جان فدا ہو امام حسین پر کہ وہ مستقیم رہے اور دونو شریعتون
مین جیسے استقامت کرنی چاہئے تھی ویسے ہی فرمائی
(۷) ہم نے دونون شریعت مین تبائن اور اختلاف
کو اسوجہ سے کہا ہے کہ شریعت اسلامیہ امام
حسین پر جہاد کی دعوت کو واجب کرتی ہے

(۱) فيجب ان يدعو المجاهدين
ويحثهم على القتال ويرغبهم
ويمنيهم (۲) ووجوب كونه قليلا
يوجب ان لا يجمع الانصار ولا
يسعى فى كثرة المجاهدين (۳)
وهذا هو التباين والتضاد (۴)
فقد انى سلام الله عليه بكلا الفعلين
قد دعى المسلمين الى الجهاد دعوة
لسانية وكتب اليهم وبعث
اليهم سفراء كما هو ماثور (۵)
حتى انه مكث وقام بمكة شرفها
الله الى موسم الحج الذى يجتمع فيه
المسلمون من بلاد نائية (۶) اقتداء
لجده فيما فعله بعد رجوعه عن
حجة الوداع لوقوفه بغدير خم
لتبليغ رسالة الوصاية (۷) فاتم
الحجة على المسلمين كما اتم جده
وكان يدعو كل من يلقاه فى
مسيره هذا وبعد وصوله الى
مضجعه هذا الى اليوم التاسع
من المحرم الذى بعده عرفة ثانية له

(۱) شریعت اسلامیہ تو واجب کرتی ہی کہ آپ مجاہدین
کو بلائیں اونکو جہاد پر ترغیب دیں امید ثواب جہاد کی
اونکو دلائیں (۲) اور شریعت مقتول ہونے کی یہ چاہتی تہی
کہ انصار اور مجاہدین کو ہرگز جمع نہ کریں اور نہ کثرت مجاہدین
کی کوشش فرمائیں (۳) یہی مراد تباین اور اختلاف
سے ہماری ان دونوں شریعتوں میں ہے (۴) اور دونوں
کام حضرت نے کئے کہ مسلمانوں کی جہاد کی غرض سے دعوت
فرمائی زبانی بہی اور اونکے نام خطوط بہی روانہ فرمائے
اپنی طرف سے ایلچی اور سفیر بہی بہیجے (سب کچہ اسی طرح سے
کیا) اور مسلمانوں نے جیسا کیا یہ بہی سب کو معلوم ہے
(۵) تا اینکہ آپ مکہ معظمہ میں ٹہہرے رہے ایام حج تک جنمیں دور
دور کے مسلمان جمع ہوتے ہیں (۶) یہ فعل حضور کا اپنے نانا
کی پیروی میں تہا جسطرح وہ جناب حج آخری بجا لا کر غدیر
خم میں واسطے تبلیغ امر الہی وصی اور خلیفہ کرنیکے ٹہہرے تہے
(۷) مکہ میں ٹہہر کے مسلمانوں پر امام حسین نے حجت تمام کر دی جسطرح
آپکے نانا نے غدیر خم میں ٹہہر کے اور تبلیغ رسالت سے خدا کی حجت تمام
فرمائی تہی راہ میں اس سفر کے جو شخص امام حسین کو ملتا تہا اور کربلا
پہنچکر تا روز نہم محرم بہی آپ دعوت جہاد بار بار دیتے جب بخوبی
آپ کو معلوم ہوگیا کہ مسلمان میرا ساتہ نہ دینگے یہ نویں تاریخ
محرم آپکے واسطے دوسرا روز عرفہ تہا یعنی شناخت کرنیکا اپنے
خاص شریعت کا چنانچہ ہم نے اپنی کتاب ماتین میں اسکو بیان کر دیا

(۱) ثم لما تبین له خذلان المسلمین
ویئس من اجتماع الانصار الی
مبلغ یجب عدتهم فی جهاد الدعوة
وهی نصف اعداد المخالفین بقوله تعالی
فان تکونوا الفا یغلبوا الفین (۲) وصار
هذا الیوم یوم عرفة له لمعرفته بسقوط الجهاد
عنه وعن جمیع انصاره فجمعهم
تلک اللیلة وخطب بخطبة اذن لهم
فیها بان یفارقوه (۳) هذا ما کان یجب علیه
نظرا الی الشریعة الاسلامیة (۴) فقد استقام فیها
حق الاستقامة (۵) وبعد ذلک شرع فی اداء
شریعته الخاصة لما ظهر له من استقامة اصحابه و
عشیرته الاقربین حتی انه کشف لهم بعض الغطاء
فاری منازلهم فی الجنة (۶) وفسر لهم قول جده
انه لا یصیبکم مس الحدید ولا کظ العطش
وغیره کما نص علیه القران فصار کل رجل منهم
یعادل الف رجال وسیاتی فی الباب
الثالث انشاء الله وهذا هو الذی
شرف الله به الحسین واصحابه فی
الدنیا والاخرة سلام الله علیهم تم الباب
الثانی وتلوه الباب الثالث فی سبب وجوب القتل علی الحسین

(۱) پھر جب آپ پر بخوبی ظاہر ہوگیا کہ مسلمان آپکا ساتھ نہ دینگے
اور اجتماع انصار سے نا امیدی ہوئی کہ جسقدر جمعیت جہاد فی
دعوت میں شرط ہے وہ نہو گی یعنی شمار نصف اعداد مخالفین
آپکی جمعیت نہیں ہے جیسا کہ خدا نے قران مجید میں فرمایا ہے اگر تم
ایکہزار ہو دو ہزار پر غالب ہوگے (۲) اور یہ روز ہم آپکے
واسطے یوم عرفہ ہوگیا اسلئے کہ سقوط جہاد اسلامی کی شناخت
آپکو پوری اب ہوگئی کہ آپ سے بھی ساقط ہے اور آپکی انصار
سے بھی اب آپ انکو اصحاب کو جمع فرماکر خطبہ پڑہا اور سب کو سقوط
جہاد سے خبر دیکر اجازت دی کہ چلے جاؤ (۳) یہانتک جو کچھہ
آپنے کیا بجا آوری اوسکی تہی جو کچھہ آپ پر بنظر شریعت ظاہری
اسلام کے واجب تہا (۴) پہر جب پوری استقامت شریعت ظاہرا
پر آپکی ہوچکی (۵) بعد اسکی اپنے شریعت کی بجا آوری شروع کردی
اسلئے کہ اپنی اصحاب اور اعزہ کی استقامت اونکی بیانات سے آپ
پر ثابت ہوگئی کہ ہرگز کوئی آپکا ساتھ جان دینے میں نچھوڑیگا آپنے
شریعت خاص کا اظہار یہانتک کردیا کہ اونکی آنکھوں کے سامنے
سے کچھہ پردے اوٹھا کر اونکے مقامات جو بہشت میں تہے دکہا دئے (۶)
اور اپنے نانا کے قول کی تصدیق کرادی کہ اونہوں نے فرمایا ہے تمکو
کبھی زخم سے ایذا نہ پہونچیگی اور پیاس اور بھوک سے ایذا نہوگی جیسا
قران بھی اسپر نص کرتا ہے وہ باب سوم میں ہم لکھینگے لہذا ایک ایک شخص
برابر ہزار بہادروں کے ہوگیا یہی وہ شرف ہے جو خدا نے حسین اور انکی اصحاب کو دینا
اور آخرت میں دیا ہے باب دوم تمام ہوگیا اور تیسرا شروع ہوتا ہے جسمیں بیان سبب وجوب قتل حسین ہے

الباب الثالث فی بیان وجوب القتل علی الحسین واصحابہ لکون المسلمین قاعدین فی بیوتھم وفیہ ثمانیۃ آیات

ھھنا دعویان احدھما وجوب القتل علی الحسین واصحابہ وثانیھما کون المسلمین قاعدین فی بیوتھم (۲) نرید اثباتھما من القران اولا ثم نبین اسباب وجوب القتل علی الحسین واصحابہ عقلا لیطابق النقل بالعقل (۳) ولا یبقی لاحد من الناس ریبۃ فیما فعلہ الحسین و تبیضح امر شہادتہ (۴) فنقول اولا قال اللہ سبحانہ فی سورۃ النساء الم تر الی الذین قیل لہم کفوا ایدیکم واقیموا الصلوۃ (۵) فلما کتب علیہم القتال اذا فریق منہم یخشون الناس کخشیۃ اللہ او اشد خشیۃ وقالوا ربنا لم کتبت علینا القتال لولا اخرتنا الی اجل قریب قل متاع الدنیا قلیل والاخرۃ خیر لمن اتقی (۶) وھذہ الایۃ قد اشتملت علی وجوب ترک القتال فی وقت وعلی وجوب القتال فی وقت آخر

باب تیسرا بیان مین اس بات کی کہ امام حسینؑ پر مقتول ہو جانا خدا نی واجب کر دیا تھا اسلیئی کہ مسلمان اپنی گھرونمین چھپکر بیٹھ رہی تہی اور انکی اصحاب پر اور اسمین ۸ آیات ہین

اس باب مین ہمارے دو دعوے ہین ایک تو مقتول ہو جانا امام حسین پر خدا نے واجب کر دیا تھا دوسرا دعو کہ مسلمین اپنی اپنی گھرونمین چھپ کر بیٹھ رہی تھے (۲) دونون دعوون کو ہم پہلی قران سی ثابت کرکے پھر دلیل عقلی سی وجوب مقتول ہونا امام حسینؑ کا ثابت کرینگے تاکہ دلیل قران اور دلیل عقلی دونون مطابق ہو جائین (۳) اور کسی کو امام حسین کے اس فعل مین شک و شبہ اور بیجا اعتراض باقی نرہے اور امر شہادت واضح ہو جاوے (۴) اب ہم پہلی یہ کہتی ہین کہ خدا نے سورہ نسا مین فرمایا ہی آیا نہین دیکھا تم نے ای محمد صلعم ان لوگونکو جن سی کہا گیا تھا کہ تم اپنی ہاتھ قتال سی روک لو اور نماز پڑہتی رہو (۵) پھر جب ان پر قتال واجب کیا گیا ایک فریق ان مین سی آدمیون سے ڈرتا تھا مثل خدا سی ڈرنے کی بلکہ اس سی بھی زیادہ اور کہنی لگے پروردگارا کیون ہم پر قتال کو واجب کیا کاش ایک زمانہ قریب تک ہمکو مہلت دیتا اور ہم جہاد نکرتے (کہدو ای محمد کہ متاع دنیا (جسکی نظر سے تم مہلت مانگتی ہو) تھوڑی ہی اور آخرت کا ثواب بہت ہے اوسکی لئے جو خدا سی ڈرے (۶) یہ آیت شامل ہے دو حکم پر کہ ایک وقت تو جہاد کا ترک کرنا واجب تھا اور دوسرے وقت جہاد کرنا واجب تھا

(١) وكون ترك القتال مقدما على
وجوبه (٢) مع كون النهى عن
القتال والامر به واردين على
جماعة واحدة اعنى الذين
منعوا عن القتال فى وقت هم
الذين امروا به فى وقت آخر (٣)
وقد صدق الله سبحانه فى قوله
هذا بالنظر الى اصحاب الحسن
ايضا لكونه ع مامورا بالمصالحة
وكف الايدى عن القتال مع معاوية
واخرابه (٤) وانما اوجب الله عليهم
ترك القتال لان معاوية واصحابه
لم يكونوا معلنين بالكفر تاركين
شرايع الاسلام كما كان يزيد فى
زمانه (٥) الا ترى الى قول رسوله
فانه يقول بالمصالحة بين المسلمين
يعنى انهم يكونون محكومين ظاهرا
بالاسلام حين المصالحة (٦) فلما
تمكن يزيد على سرير الخلافة و
بدأ فى هدم شرايع الاسلام من افعاله
الشنيعة مدعيا خلافة رسول الله ونعوذ بالله منه

(١) یہ بھی اسی آیت سے معلوم ہوا کہ قتال نکرنیکا حکم
پہلے تہا اور قتال کرنیکا حکم اوسکے بعد (٢) اور یہ دونوں
حکم ایک ہی جماعت کو ہوئے تہی میری مراد یہ ہے کہ جو لوگ
جہاد کرنے سی منع کیے گئی تہے وہی ہین پر دوسرے وقت جہاد
واجب تہا (٣) اس قول مین خدا بزرگ صادق ہی اور نیز
مصداق اسکے امام حسن کے اصحاب بہی ہین اسلئے کہ
وہ جناب محکوم تہی کہ صلح کرلین اور جہاد نکرین معاویہ اور
لشکر معاویہ سے (اور یہی واقع بہی ہوا) جناب رسول نے بروایت
فریقین فرمایا تہا کہ یہ میرا فرزند دو گروہ مسلمین مین صلح کرادیگا
گو یہ آیت کسی اور گروہ پر بہی صادق آئے مگر امام حسنؑ اور
اونکے اصحاب پر خدا نے ترک قتال کو اسلئے واجب فرمایا تہا
کہ معاویہ اور اصحاب معاویہ اعلان اپنی کفر کا نہ کرتے تہی اور
شرایع اسلام کے بالکل تارک نہ تہے جیسا کہ یزید اپنی زمانہ
سلطنت مین تہا (٥) دیکہو تمہارے نبی نے بہی فرمایا
ہے کہ دو گروہ مسلمین مین امام حسن صلح کرادینگے
مراد حضرت کی یہ ہے کہ معاویہ اور اصحاب معاویہ
بظاہر محکوم باسلام ہونگے (زمانہ صلح مین) (٦)
پہر جب یزید تخت حکومت پر بیٹہا اور شرایع
اسلام کا مٹانا شروع کیا اور اپنی بدکرداری
مین باوجودیکہ مدعی خلافت رسول کا تہا
(پناہ بخدا ایسے خلیفہ سے) حد سے تجاوز کرگیا

(۱) فكان يجب على المسلمين كلهم القتال لان خليفة النبي بالحق وهو سبط الاصغر ايضا يدعوهم الى القتال وهو كان مامورا بالقيام كما كان الحسن ع مامورا بالقعود لقوله صلعم ابنائی هذان امامان قاما او قعدا (۲) وهذا الحديث يطابق تلك الاية كما لا يخفى (۳) فلما وجب عليهم القتال قالوا ربنا لم كتبت علينا القتال لولا اخرتنا الى اجل قريب خوفا من يزيد (۴) وفسر ذلك الترجي بالسوال في اية اخرى وهو قوله تعـ ربنا اخرنا الى اجل قريب نجب دعوتك ونتبع الرسل (۵) فيكون المعنى اخر وجوب دعوة الجهاد عنا الى اجل قريب (۶) وانما قالوا ذلك لان الله سبحانه وعدهم بالنصر مع ولی الحسین حیث قال ومن قتل مظلوما فقد جعلنا لولیه سلطانا فلا یسرف فی القتل انه کان منصورا

(۱) اب تو جملہ مسلمانون پر قتال کرنا واجب تہا اسلئی کہ خلیفہ برحق نواسۂ رسول ہی اونکو دعوت جہاد فرما رہی تہے اور یہ امام جہاد کرنے پر محکوم تہی جسطرح آپکے بہائی امام حسن ع قعود یعنی ترک جہاد پر محکوم تہی کیونکہ جناب رسول نی فرما دیا تہا میرے یہ دونو فرزند امام ہین جہاد کرین یا ترک جہاد کرین (۲) یہ حدیث بخوبی مطابق ہی اسی آیت سی جسکو ہم لکہہ رہی ہین چنانچہ پوشیدہ نہین ہی (۳) پہر جب مسلمانون پر ہمراہ خلیفہ برحق کے جہاد واجب ہوا کہنی لگے پروردگارا کیون ہم پر تو نے جہاد واجب کر دیا کاش ایک زمانہ قریب تک ہمکو مہلت دیتا یزید کے خوف سی ڈرتے تہی یہ خوف اونکا خدا سی ڈرنی سی زیادہ تہا (۴) اس آیہ کی تفسیر دوسری آیت مین ہوگی اور معلوم ہوگیا کہ اونکی درخواست ہی تاخیر وجوب جہاد مین تہی خدا نے فرمایا وہ کہتے تہے پروردگارا ہمکو مہلت دے قریب زمانہ تک کہ ہم تیری دعوت جہاد کو قبول کرین اور رسولون کی پیروی کرین (۵) اب معنی اس آیت کے یہ ہوے کہ وجوب دعوت جہاد کو ہم سے اوس زمانہ تک ساقط کر دے جو زمانہ قریب آنیوالا ہی اور یہ درخواست اسوجہ سی کی تہی کہ خدا نے نصرت کا وعدہ فرمایا اوس جہاد مین جو ہمراہ طالب قصاص امام حسین ع ہوگا چنانچہ سورۂ بنی اسرائیل مین خدا نے فرمایا جو شخص مظلوم ہوکر مارا جاے اوسکی وارث کو ہمنی اقتدار دیا ہے اوسکو لازم ہے زیادہ قتل نہ کرے اسلئی کہ وہ فتحیاب ہوگا

(۱) واعرف بذلك الموعد هم الصحابة
لكون النبی صلعم یذکر لهم مرارًا ما
یقع علیهم وعلی اهلبیته (۲) اما
نحن فانما نعرف ما یروونه (۳) هذا
ما ذکرناه یستفاد من الایات مع
ضمیمة بعض الروایات (۴) وایضًا
یعاضده ما یروی عن رسول الله
صلعم انه کلما کان یذکر ما یجری علی
الحسین واصحابه والصحابة کانوا یبکون
فیقول لهم انکم الیوم تبکونه ولکن
لاتنصرونه فی ذلك الوقت (۵)
ومنها نستدل علی کون بعض الصحابة
احیاء الی ذلك الیوم وصدق رسول الله
صلعم فی ذلك الاخبار ایضًا کما نفصله
(۶) وکذلك قال علی ع البراء بن عازب
انه لایکون من انصار الحسین (۷) وکذ
انس بن مالك وقد حضر مجلس ابن زیاد
یوم ورود اهلبیت النبی فی مجلسه (۸)
وقد افردنا لذکر الصحابة والتابعین
الذین کانوا یمنعون الحسین ع
عن سفر العراق بابا براسه

(۱) صحابہ رسول سے زیادہ شناسا اس وعدہ کا کون
ہو سکتا ہی اسلئے کہ جناب رسول بار بار اونکو یاد دہی
فرماتے تہے اون واقعات کی جو اونکے اہلبیت پر واقع
ہونیوالے تہی (۲) ہمکو تو وہی معلوم ہی جو کچہہ ان صحابہ نے
جناب رسول سے روایت کی ہی (۳) یہ جو کچہہ ہم نے لکہا
آیات قرانیہ سے چند احادیث کو ملا کر ہماری سمجہہ مین آیا ہے
(۴) اس ہمارے بیان کی تائید وہ روایتین بہی کرتی ہین
کہ جب ہمارے نبی شہادت امام حسین کو بیان فرماتے اور
صحابہ روتے تہی حضور کہتے تہے کہ آج تو ضرور تم روتے ہو مگر جب
میرے پیارے حسین پر یہ مصیبت پڑیگی اوس وقت تم اسکی
نصرت نکروگے یہ روایت بہی مشہور ہے (۵) خاصکر انہین
روایات سے ہم ثابت کرتے ہین کہ چند صحابہ روز عاشورہ
تک زندہ تہی ہمارے نبی اس خبر دہی اور پیشین گوئی مین
بہی سچے تہی چنانچہ ہم اسکو بتفصیل بیان کرینگے (۶)
اسیطرح جناب امیر نے براء بن عازب صحابی کو فرمایا تہا
کہ یہ شخص حسین کی نصرت نکریگا (۷) اسیطرح انس بن
مالک جو کہ دربار ابن زیاد مین اوس روز موجود تہی جب
اہلبیت کا ورود اوسکی مجلس مین ہوا ہے (عینی وغیرہ شراح
بخاری نے بہی لکہا ہی (۸) ہمنے ایک جداگانہ باب اون صحابہ
اور تابعین کے حالات مین لکہا ہی (ابتین جلد دوم مین جو
امام حسین کو اس سفر عراق سے منع کرتے تہے اور کیسی باتین بتاتے تہی

(۱) وكان هذ المنع لعلمهم بان ذلك المسير هو الذى كتب الله عليهم القتال ونصرة فلذة كبد حبيبه (۲) الا ترى الى ما قاله عبد الله بن مطيع كما فى اتحاف الورى مخاطبا للحسينؑ واياك وان تقرب الكوفة (۳) وهذا يدل على انه كان عالما بما يقع على الحسينؑ (۴) وكذ عبد الله بن عمر وغيره (۵) و قد صرح عبد الله بن مطيع فى آخر قوله (۶) وهذا قوله فوالله لئن قتلت لنسترقن بعدك وهذا يدل صريحا على كونه عالما بما يؤول اليه امر الحسين وامر الباقين من الصحابة والتابعين (۷) كما وقع فى وقعة الحرة (۸) وقد حاسبنا عدد الاحياء من الصحابة الى يوم قتل الحسين فوجدنا فى الاستيعاب لابن عبد البر والاصابة لابن حجر انهم كانوا ازيد من مائتين

(۱) یہ روکنا اور منع کرنا صحابہ کا اسی وجہ سے تہا یہ خوب جانتے تہے کہ یہ وہی سفر ہے جسمین خدا نے انپر قتال کو واجب کیا ہے (جیسا کہ اس آیت مین ہے) اور اپنے رسول کے پارہ جگر امام حسین کی نصرت واجب کی ہے (۲) کیا تمنے عبد اللہ بن مطیع کا قول کتاب اتحاف الوری مین جو عالم اہلسنت کے ہین نہین پڑہا ہے اوس نے امام حسین سے کہا خبردار خبردار آپ کوفہ کے قریب بہی نہ جائین (۳) اس سے تو صاف ظاہر ہے کہ یہ شخص خوب واقف تہا اون واقعات پر جو امام پر واقع ہونیوالے تھے (۴) اسیطرح عبد اللہ خلیفہ دوم کے فرزند ارجمند (۵) عبد اللہ بن مطیع نے تو اپنے آخری قول مین صاف صاف کہدیا (۶) یہ اوسکا قول ہے اے حسین اگر آپ شہید ہوے قسم بخدا کہ ہم سب لونڈے غلام بنائے جائینگے آپکی شہادت کے بعد اب تو صاف ظاہر ہوگیا کہ اسکو انجام کار امام حسین کا اور نیز جسقدر صحابہ زندہ موجود تہے اور ہمارے نبی نے جو خبر دی تہی سب کا علم تہا (۷) واقعہ حرہ مین یزید کی فوج کشی سے وہی واقع ہوا (کتنی باکرہ عورتا کا زنا سے ازالہ بکر مدینہ مین ہوا) (۸) ہمنے کتاب استیعاب اور اصابہ پڑہکر شمار کیا ہے کہ دوسو سے زیادہ صحابہ بعد قتل امام حسین زندہ تہے یہ دونون کتابین صحابہ کے بیان مین اہلسنت کے معتمد اور مستند مین جنکو تمام اہلسنت جانتے اور مانتے ہین

(١) وهؤلاء هم الذين يقول الله
فيهم قل لو كنتم في بيوتكم لبرز
الذين كتب عليهم القتل الى
مضاجعهم كما ان الحسين و
اصحابه هم الذين كتب عليهم القتل
فبرزوا (٢) وقد صدق الله سبحانه
في قوله هذا وثبت منه ما كنا بصدد
اثباته من تلك الاية (٣) فهاتان
الايتان وان كان مصداقهما
غير الحسنين عليهم السلام ولا نمنع
عنه لوجه من الوجوه (٤) لكن صدقهما
على ما فعله الحسن والحسين ع اظهر و
ابين واجلى حيث لا يحتاج الى
دليل (٥) واما قوله تع في الاية
الاولى واقيموا الصلوة بعد قوله
كفوا ايديكم فالغرض منه انكم
اذا منعتم عن القتال فعليكم ان
تودوا فريضة اخرى وهي الصلوة
(٦) وقد اجاب سيدنا السجاد
ع الحسن البصري لما قال له
مستهزيا به في سفر الحج

(١) یہ وہی لوگ ہین جنکے حق مین خدا فرماتا ہی کہدو اے
محمد کہ اگر تم لوگ اپنے اپنے گہرون مین بیٹھے رہو گے ضرور
وہ لوگ اپنی خوابگاہونکو بغرض جہاد نکلین گے جن پر قتل
ہوجانا واجب کیا گیا ہی جیسا کہ امام حسینؑ اور اون کے
اصحاب وہی لوگ ہین جن پر خدا نے قتل ہوجانا واجب
کیا تہا وہ گہرون سے باہر نکل ائے روحی لہم الفدا
(٢) خدا نے کیسی سچی بات فرمائی ہی اب اس آیت سے
ہمارے دعوے دونون بخوبی ثابت ہوگئی (٣) یہ دونون
آیتین اگرچہ اور بہی کسی پر سوا حسنین علیہما السلام کے
صادق آئین ہم اسکو کسی طرح سے منع نہین کرتے (٤)
مگر ان دونون آیتون کا صادق آنا حسنین علیہم السلام
پر بنظر اون افعال کے جو دونون حضرات نے کئے
ہین بخوبی ظاہر اور کہلا ہوا ہے کسی دلیل کا محتاج نہین
(٥) یہ جو خدا نے پہلی آیت مین فرمایا کہ نماز برپا کرو
بعد اس قول کے کہ قتال سے ہاتہہ روک لو اس سے
غرض الہی یہ ہے کہ جب تم جہاد سے منع کئے گئے تم پر واجب
ہے کوئی اور فریضہ یعنی نماز کو ادا کرو (٦) جناب سید الساجدین
نے حسن بصری کو ایک سفر حج مین یہی جواب دیا جب
انہون نے بنظر استہزا (ہنسی و ٹہٹول) کے حضرت سے
کہا تہا (اولاد رسول کی عزت ان لوگون
کی نظرون مین ایسی ہی تہی دیکہہ لیجئے)

(١) انكم تركتم القتال وشغلتم بالحج
فقال ع لما وجدنا الانصار المجاهدين
جاهدنا حق الجهاد كما تعلم ولما
فقدنا الانصار شغلنا باداء الحج (٢)
ولقد عجبت من صنيع هذا الرجل فانه تارة
يستهزأ على ترك الجهاد وتارة يستهزأ على
فعله (٣) فقد مر عليه يوما علي بن ابيطالب
وكان الحسن يتوضاء وكثر اراقة الماء فقال له
علی قد كثرت في اراقة الماء فقال الحسن وانت
قد كثرت في اراقة الدماء ونسي قول
النبي علي مع الحق والحق مع علي (٤) ولعل
سيدنا السجاد اشار بقوله كما تعلم الى
تلك المقالة التي قالها الحسن لجده (٥)
ولست احتاج في بيان قعود الصحابة
والتابعين عن القتال وعن نصرة الحسين
وما نزل بساحتهم من سوء حتى انهم
اختفوا وتركوا الجمعة والجماعات بعد شهادة
الحسين والتزموا بيوتهم الى دليل بعد
ما يقول الله سبحانه قل لو كنتم في بيوتكم
الى اخره (٦) وهذا اخبار من الله بان الناس في
وقت وجوب القتال يفترقون الى فرقتين فرقة تجاهد

(١) تم لوگون نے جہاد کو چھوڑ دیا اور حج کرنے مین مشغول ہوے
جناب سید الساجدین نے فرمایا جب ہمکو انصار مجاہد ملے
جہاد بھی ایسا کیا جو حق جہاد کرنیکا ہے جیسا کہ تمکو معلوم ہے
اور جب انصار نہ ملے تو ادا حج مین مشغول ہوئے (٢) مجھے
حسن بصری سے تعجب ہے کبھی تو یہ ترک جہاد پر استہزا کرتے
ہین اور کبھی جہاد کرنے پر (٣) چنانچہ ایک روز جناب امیر
کا گذر ہوا اور حسن بصری وضو کر رہے تھے اور پانی بہت گرایا
تھا حضرت نے فرمایا تم نے پانی بہت گرایا (اسباغ مسنون
کی حد سے زیادہ) حسن بصری بولے اور آپنے خون زیادہ
بہایا (یعنی جہاد مین جنگ جمل اور صفین کی اسراف فی القتل
کیا جو بنص قران ممنوع ہے) انکو حدیث رسول یاد نہ رہی کہ
علی ہمیشہ حق کے ساتھ ہین اور حق علی کے ساتھ ہے (٤) شاید
کہ جناب سید الساجدین نے جو حسن بصری سے فرمایا کہ ہمارے
جہاد کا حال تمکو معلوم ہے اشارہ اسی قصہ کیطرف کیا ہو جو آپکے
جد نامدار سے حسن بصری نے کہا تھا (٥) مجھے صحابہ اور تابعین کی خانہ
نشینی اور امام حسین کی نصرت نکرنے اور اسکی وجہ سے جن خرابیون میں وہ
پڑے تا اینکہ گھر مین چھپ رہے اور جمعہ اور جماعت بھی انہون نے چھوڑ دیا
اور بعد شہادت امام حسین کے کیسی کیسی سختیان انپر گذرین الغرض سب کے
اثبات کیلئے مجھے کسی دلیل کی ضرورت نہین ہے جبکہ پروردگار عالم قران مین فرماتا ہے
اے محمد صلعم کہدے اگر تم اپنے گھر مین بیٹھے ہوگے (٦) یہ آیت خبر دیتی ہے خدا کی طرف سے کہ
آدمی وقت واجب ہونے جہاد کے دو فرقے ہو جاینگے ایک مجاہدین اور دوسرا تارکین جہاد

وفرقة تكون في بيوتهم قاعدين
لا يخرجون من بيوتهم ويخذلون
المجاهدين في سبيل الله فلا يجتمع
للمجاهدين شروط الجهاد واهمها
واعظمها كون عدد المسلمين نصف
عدد المخالفين (٢) واذا فقدوا
الشرايط ويكون الذب عن حريم الاسلام
واجبا لاستيلاء الظلمة (٣) فيجب
نصرة الاسلام بوجه اخر وهو كونهم
مقتولين فيلجون نفوسهم (٤) ولا
يتاتى ذلك الا ان يتركوا الاختفاء
في بيوتهم فيبرزون الى مضاجعهم
وهذا هو الفريق الثاني (٥) وقد
بين الله سبحانه في تلك الاية سبب
ايجاب القتل على هؤلاء السادة
الكرام البررة ايضا هو قوله تعـ لو
كنتم في بيوتكم (٦) يعني لو قعدتم
عن الحرب ولزمتم القعود في بيوتكم
وتركتم نصرة من يريد ان يقاتل
في سبيل الله فيبرز الذين كتب عليهم
القتل الى مضاجعهم معللا عـ والمطلو

اور ایک فرقہ اپنے گہر دنمین چہپکر بیٹہہ رہیگا اور
مجاہدین راہ خدا کا ساتہہ دینی کو چہوڑ دیگا اسیوجہ سی
شرایط جہاد پورے نہونگے کیونکہ بڑی بہاری شرط تو یہی ہے
کہ جماعت مجاہدین نصف تعداد مخالفین سی ہو (۲) جب
مسلمانون سی شروط جہاد مفقود ہون اور حمایت اسلام
واجب ہو اسلئی کہ ظالمین کا غلبہ اسلام کے مٹانے پر زیادہ ہو گیا
ہو (۳) اب ایسے وقت اسلام کی نصرت دوسرے طرح سے
واجب ہوگی وہ طریقہ یہ ہی کہ یہ لوگ اپنی جان اسلام پر نثار
کردین اور دشمنان اسلام کے ہاتہہ پر شہید ہوجائین جیسا
کہ شہدائے کربلائی کیا ہی (۴) اور یہ بات بدون اسکی نہین
ہوسکتی کہ اپنی گہر دنمین چہپکر بیٹہنا چہوڑ دین پس اپنی خوابگاہ
پر پہونچ جائین یعنی مقتول ہوجائین یہی دوسرا فریق ہے
جو اس آیت مین مذکور ہوا (۵) اس آیت مین خدا نے سبب واجب
کردینے قتل کا ان بزرگوار نیکوکارون پر بہی صاف صاف بیان کردیا
اس قول سے کہ اگر تم اپنی اپنے گہرونمین بیٹہے رہوگے (۶) مراد یہ
ہے کہ اگر تم لڑائی سی جان چہپاؤگے اور گہر دنمین چہپ رہوگے
نصرت مجاہدین کی ترک کردوگے لہذا وہ لوگ
جن پر کمی انصار کی وجہ سے قتل ہوجانا بنظر تائید
اسلام کے واجب کیا گیا ہے وہ نکل کر شہید
ہوکر اپنی خوابگاہون تک پہونچ جائینگے
اور یہی ہمارا مطلوب تہا جو ثابت کردیا

(١) فلما جمعنا الآيتين المذكورتين فيما سبق ظهر لنا ظهوراً بيناً ان هاتين الآيتين مخصوصتان بما جرى على الحسينؑ واصحابهما ولم يبق لنا شك ولا ريب في امره بعد ذلك (٢) ومما يؤيد وجوب كون بعض الهداة مقتولاً اسفاً وحسرتاً ما يقول الله تعالى في سورة الكهف مخاطباً الى نبينا صلعم وهو قوله فلعلك باخع نفسك على آثارهم ان لم يؤمنوا بهذا الحديث اسفاً (٣) ثبت منها ان الهادي للحق اذا لم ينجح في هدايته فقد يليق به ان يبخع نفسه (٤) وظاهر ان رسول الله لم يبخع نفسه بل فعل ذلك سبطه الاصغر فيكون شهادته عين شهادة جده كما اعترف به في سر الشهادتين (٥) وانما قلنا ذلك لان الترجي اذا نسب الى الله فلا بد من وقوعه وقد صرح ائمتنا بانه اذا قلنا لوقوع امر في شخص ولم يقع فهو يصدق في ولده او ولد ولده وهكذا وقع في هذا الامر بالنسبة الى الرسول وسبطه

(١) جب ہم نے دونو آیات مذکورہ بالا کو جمع کیا تو خوبی ظاہر ہوگیا کہ یہ دونوں آیتیں حسنین اور اونکے اصحاب سے خاص ہیں اور کچھ بھی شک اور شبہہ امر شہادت میں باقی نرہا (٢) بعض ہادیان دین کا بعض ہدایت مقتول ہوجانا تاسف برحال امت کرکے اسکی تائید وہ آیت سورہ کہف کی ہی کرتی ہے جو خدا ہمارے نبی سے خطاب کرکے فرماتا ہے شاید ای محمد تم اپنی جان براہ تاسف ہلاک کردوگے انکے آثار اور روش پر اگر یہ لوگ قران کی سچائی پر ایمان نہ لائے (دیکھو اس آیت مین خدا کس پیار سے کس محبت سے اپنے حبیب کو فرماتا ہے ہم پیغمبروںکو ایسی ہاری فکر ہوتی ہے کہ ہماری بھلائی کے واسطے اپنی جان تک نثار کردین (٣) اس آیت سے ثابت ہوگیا کہ ہادی برحق اگر اپنی امر ہدایت مین کامیاب نہو تو کبھی اوسکے لئے مناسب ہوتا ہے کہ اپنی جان امت پر نثار کر دیوے (٤) ظاہر ہے کہ جناب رسول نے ایسا نہین کیا بلکہ اونکے چھوٹے نواسے نے ایسا کیا ہے بنظر تعمیل اسی آیت کے لہذا امام حسین کی شہادت عین شہادت اونکے نانا کی ہی چنانچہ سر الشہادتین مین مولوی عبد العزیز صاحب نے اسکو لکھا ہے (٥) یہ بات ہمنے اس نظر سے لکھی ہے کہ خدا جس شے کی آرزو کرے اوسکا واقع ہونا ضرور ہے اور ہمارے ائمہ نے تصریح سے ارشاد فرمایا ہے کہ جب ہم کسی بات کی وقوع ہونے پر کسی شخص خاص میں کہدین اور وہ واقع نہو تو اوسکے فرزند یا پوتے میں اوسکے ہونیکی امید ہوتی ہے واقع ہوگا آرزو خدا کی تھی رسول کی نسبت تھی اونکے نواسے نے کیا

(١) نعم بقي ان نبيّن وجوب القتل على الحسين عقلا ثم نثبت تطبيق الوقائع على اصول عقليه ليطابق العقل والنقل بالواقعات كلها (٢) فنقول ان هداية الناس على الله سبحانه واجب في كل زمان (٣) وقد اثبتناه بالبراهين العقلية في موضعه (٤) وللهداية طرق متعددة وانحاء شتى بحسب ما يقتضي الحكمة الالهية في كل وقت وفي كل زمان (٥) وهذا امر بديهي لا يحتاج الى دليل (٦) والله سبحانه انما يهدينا بارسال الرسل وتنزيل الكتب عليهم (٧) وايضا ان الله سبحانه لا يجبر ولا يكره احدا من الناس في الدين بل اعطى لهم الخيرة امّا شاكرا وامّا كفورا (٨) يقول لنبيه افانت تكره الناس حتى يكونوا مومنين (٩) فلما ثبت ما قلنا نقول ان الهادي صنف والمهتدي صنف آخر (١٠) وكل امر يكون دائرا بين صنفين فانما يتم باحد طرق ثلثة لا رابع لها بطريق الحصر العقلي

(١) ہان باقی رہا کہ وجوب قتل امام حسین کا ہم دلیل عقلی سے بہی ثابت کرکے جو واقعات گذرے ہین اونکی تطبیق عقلی دلائل سے بہی کردین تاکہ دلیل عقلی اور نقلی اور واقعات سب باہم مطابق ہوجائین (٢) ہم کہتے ہین کہ ہدایت آدمیون کی خدا پر ہر وقت واجب ہی (٣) اور اس مسئلہ کو ہم لوگ پابندان مذہب نے اپنے مقام (علم کلام) پر عقلی دلائل سے ثابت کردیا ہی (٤) اور ہدایت کرنیکی چند طریقے اور مختلف اقسام ہین جس وقت جیسی خدا کی مصلحت ہو اور ہر وقت اور ہر زمانہ مین طریق ہدایت جدا جدا ہوتا ہے (٥) یہ بہی امر بدیہی ہے محتاج کسی دلیل کا نہین ہے (٦) خدا ہماری ہدایت اسی طور سے کرتا ہے کہ پیغمبرون کو بہیجے اور نیز کتابین اپنے احکام کی نازل کرے (٧) یہ بہی معلوم رہے کہ خدا کسی کو مجبور دین کے اختیار کرنے مین نہین کرتا بلکہ سب کو اختیار دیا ہی چاہین دیندار رہین اور چاہین کافر ہوجائین (٨) خود فرمایا ہی کہ زبردستی سے کسیکو قبول دین نہین کرایا جاتا ہے (٩) جب یہ سب امور ثابت ہوچکے اب ہم کہتے ہین کہ ہادی یعنی پیغمبر اور خلیفہ نبی ایک قسم کے لوگ ہین اور امت جسکی ہدایت مطلوب ہے وہ قسم دوم ہے (١٠) اور جو بات دو قسم کے لوگون مین دائر ہو اسکا پورا ہونا کسی ایک طریق سے ہی منجملہ تین طریق کے ہوتا ہے چوتہا کوئی طریق نہین ہے

(١) اما ان یغلب احد الفریقین علی
الاخر مثلا یغلب الهادی علی المهتدی
بحسن تبلیغه فیتم امر الهدایة علی ما
ینبغی (٢) واما ان یظن کلا الفریقین
بمغلوبیته فیقع المصالحة بینهما
بشروط مخصوصة ویکون الدین غیر
تام فی هذه الصورة (٣) واما ان
یعلم الهادی مغلوبیته ولکن یکون
مغلوبیته منتجة لنتائج الهدایة
علی ما الهمه الله بحسن تدبیره
فیختار الهادی کونه مظلوما مقهورا لینتج
مغلوبیته نتائج کثیرة بها یتم الهدایة
(٤) فان المظلوم سواء کان محقا ام
مبطلا یمیل الیه الطبائع مجبولة
ویرغب الناس الیه فطرة والرغبة
هی اهم الشروط فی التاثیر (٥) فاذا
کان المظلوم محقا ورجع الظالم الی فطرته
وجد ما فعله من المظالم علی غیر ما ینبغی
فیندم لامحالة ویقر بحقیة المظلوم فیتم
امر الهدایة بالتمام (٦) واذا کان امر الظالم
هکذا فما ظنک بمن سواه من الناس ذلک ما اردناه

(١) پہلی صورت تو یہ ہے کہ ہادی یعنی نبی اور خلیفہ نبی مہتدی
یعنی امت پر اپنے حسن تبلیغ سے غالب آئے اور حکمت اور
موعظہ حسنہ اوسکا کارگر ہو جائے اتو کار ہدایت پورا پورا
انجام پائیگا (٢) دوسری صورت یہ ہے کہ دونوں فریق
کو اپنے مغلوب ہونیکا گمان ہو ایسے وقت مصالحہ باہمی
کی ٹھہریگی کچھہ ہادی دبے گا اور کچھہ امت اور کام دین کا
ناقص انجام پائیگا (٣) تیسری صورت یہ ہے کہ ہادی کو
اپنے مغلوب ہونیکا یقین ہو مگر اوسکے مغلوب ہونیکے نتائج
ایسے اچھے ہوں کہ غالب ہونے سے زیادہ امر ہدایت پورا
ہو جائے اور نبی کا مظلوم مقہور ہونا آج اگرچہ اچھا نہو مگر
آیندہ روز بروز اوسکی خوبی ظاہر ہوتی ہے اور ہدایت روز
افزوں ہوا کرے (٤) اسلیے کہ مظلوم حق پر ہو یا باطل پر
مگر آدمی کا امر خلقی یہی ہے کہ دیکھنے کے ساتھہ کسیکی مظلومیت کو
ترحم قلبی ہو جاتا ہے اور اوسکی طرف رغبت پیدا ہوتی ہے اور
رغبت کا پیدا ہونا ہی بڑی بھاری شرط ہے نصیحت کے اثر کرنیکی
(٥) پھر اگر مظلوم نبی خواہ امام حق پر ہو اور خود ظالم اپنے اس
امر فطری کیطرف بعد ظلم کے رجوع کریگا اپنے ظلم اور جور کو ضرور
محض بیجا خیال کرکے مظلومیت کی حقیت کا اقرار کریگا پس ہدایت
پوری ہو جائیگی (٦) جب ظالم کا یہ حال ہے تو اور لوگ جنکو ظالم سے
کچھہ تعلق نہیں ہے اونکی ترحم کی کیا حالت ہوگی اور انکی ہدایت پانے میں
کیا شک ہو سکتا ہے اور اسیکا اثبات تھا ہمارا ارادہ جو پورا ہو گیا

(۱) هذا ما ذكرته تجويز عقلي يعم
كل الهداة (۲) وحري بنا ان ننظر
الى ما فعله الهادي للاسلام وهو
نبينا محمد صلعم فانه ايضا من الذين
بعثهم الله للهداية فلم يال جهده
في اتيان ما امر به (۳) فتارة اختفى
وتارة صالح وتارة قاتل (۴) وقد
امره الله بان يجاهد الكفار والمنافقين
فلم يجاهد المنافقين بل داراهم (۵) وفوض جهاده
هذا الى وصيه علي بن ابيطالب
لكونه بمنزلة نفسه (۶) و
هو ايضا انما جاهدهم
بعد سنين عديدة للمصالح
التي لست اذكرها و
اعظمها كونهم حديث
العهد بالاسلام هذا هو كان السبب
المانع لنبينا ايضا (۷) فمع ان عليا
قتل من المنافقين مات بل الوفا
لم يذهب عنهم زيغ صدورهم و
درن قلوبهم بل بقي النفاق
في اكثر قلوب الباقين الى يومي هذا

(۱) یہ جو کچھ ہمنی کہا تجویز عقلی تہی سب ہادیونکو شامل
ہے (۲) اب لایق ہمکو ہے دیکہیں منظر واقعات کہ
ہادی اسلام نے ان عقلی تجویزونکی نظر سے کیسی کارروائی
فرمائی اور یہ ہادی اسلام ہمارے نبی صلعم ہین یہ بہی
ہمارے عقیدہ مین انہین انبیا مین داخل ہین جنکو
خدا نے ہدایت خلق کیواسطے بہیجا ہے انہون نے اپنی
کوشش مین کمی نہین کی (۳) کبہی تو بہا ڑمیں اور
غار مین چہپی کبہی کفار سی حدیبیہ مین صلح کی کبہی جدال
اور قتال سی کام لیا (۴) خدا نے انکو حکم دیا تہا کفار
اور منافقین دونون سی لڑنے کا اور دونون پر سختی
کرینگا مگر حضور نے منافقین سی جہاد نہ کیا بلکہ بمدارات
پیش آتے رہی مار آستین وہی منافقین تہی جنکو
شیخ سعدی یار غار کہتے ہین (۵) منافقین سی جہاد
کو ہمارے نبی نے اپنی وصی علی ابن ابیطالب کی سپرد فرمایا اسلئی
کہ علی نفس رسول تہے (۶) علی نے بہی بعد سالہا دراز کی انسی
جہاد کیا چند مصالح کی نظر سی جنکو مین ذکر نکرونگا سب سے بڑہکر
یہی مصلحت تہی کہ یہ لوگ تازہ مسلمان تہی اور اسی نظر سی جناب رسول
نے بہی انسی جہاد کو ٹالا تہا (۷) پس باوجودیکہ جناب امیر نے سیکڑون بلکہ
ہزارون منافقین کو قتل کیا پہر بہی انکی سینو نسی کینہ اور دلون
سی چرک نفاق دور نہوا بلکہ اکثر باقیماندہ منافقین کے دلون
مین بغض اور عداوت باقی رہی اور ایسی ہی کہ آج تک چلی جاتی ہے

(۱) فاقتضت المصلحة الالهية ان
یدارکهم الحسن ع بالصلح و یفوض
الامرة الدنیویة الی من یشتهیهما
(۲) فصالح بین الفئتین ولذا قال
ابو جعفر ع والله الذی صنعه الحسن
بن علی کان خیر الهذه الامة مما
طلعت علیه الشمس رواه العیاشی
عن محمد بن مسلم (۳) وانما کان خیرا لهم
لانهم ان لم ینکثوا ما عاهدوا علیه لم
ینزل بساحتهم من المخاویف والعذاب
فی الدنیا والآخرة کما یاتی (۴) فلما فعل
ما فعله النبی صلعم و علی من قبله هم و شردهم
وطردهم ثم فعل ما فعله الحسن ع من مصالحته
ومع ذلك لم یرتدعوا عن النفاق
بل زادوا فی العناد والشقاق بقی الصورة
الثالثة وهی ان یختار الهادی
مغلوبیته فلذا وجب الله علی الحسین
ان یقتل مظلوما جالعا عطشانا لیستحق
بذلك اجورا کثیرة هبها الله له امورا
معجزة خارقة للعادة بحیث لم یهبها لاحد
من الهداة قبله کما هو مسموع منا و مرا

(۱) اب مصلحت آلہی متقضی ہوئی کہ امام حسن اونسی بوارت
میں آئین اور صلح کرلین اور سلطنت دنیوی کو اوسکے
پاس رہنی دین جو اوسکا طالب ہے (۲) چنانچہ آپنے
صلح کرلی اور دو گروہ مین باہم میل جول کرا دیا اسیوجہ
سی امام باقر ع نے فرمایا ہی قسم بخدا جو کام امام حسن نے کیا تہا
اس امت کی حق مین نہایت ہی اچہا تہا جہانتک آفتاب
طلوع کرتا ہی یعنی تمام دنیا مین تا روز قیامت یہ روایت عیاشی
نی محمد بن مسلم سی اپنی تفسیر مین لکہی ہے (۳) اچہائی اس
فعل کی اسوجہ سی تہی اگر وہ لوگ معاہدہ پر قایم رہتی اور
نقض عہد نکرتے تو یہ طرح طرح کی خوف دلانیوالے امور اور عذاب
دنیا اور آخرت مین گرفتار نہوتے چنانچہ ہم آیندہ لکہینگی کسی
اور باب مین (۴) پہر جب ہمارے نبی اور وصی نبی علی نے
کیا جو کچہہ کیا قتل بہی کیا راندہ درگاہ بہی کیا وطن سی بہی دعیرہ
دعیرہ اوسکی بعد امام حسن نے صلح اور مصالحت بموجب صورت
دوم کے بہی کرلی پہر بہی وہ نفاق سی باز نہ آئی اور عناد
اور خصومت اونکی کچہہ زیادہ ہی ہوگئی اب وہی تیسری
صورت باقی رہی کہ ہادی خود مظلوم اور مغلوب ہونا اپنا
اختیار کرے لہذا خدا نے امام حسین پر مقتول ہوجانا واجب
کردیا کہ بہوکے پیاسے شہید ہوجائین اور اسکی عوض اونکو بہت اجر کا
استحقاق ہو خدا نے اونکو ایسے امور معجزہ خرق عادت عطا کیے جو کسی ہادی کو
قبل ان حضرت کے نہ ہوا چنانچہ ہم سب اونکو معمولا سنتے اور دیکہتے ہین

(۱) وفرق بين صدور الامور المعجزة
من حي ما دام حيا وبين صدورها
من هاديكون ميتا في الظاهر حيا
في الحقيقة فان صدور المعجزات من الميت
ابلغ واتم في الهداية للمحب والمعاند
وخالي الذهن (۲) لان العناد
من الميت اقل وقوعا واندر
اشد فان الانسان اذا مات مات
جميع افعاله الذاتية والاضافية
(۳) وهذا النحو من الهداية انما
اختاره الله لكون اعداء الدين
بالغين الى اقصى مدارج العناد
واللداد فيختار الحكيم تعالى مجده
اعلى طريق من طرق الهداية
(۴) لان علاج كل مرض انما يتم
من استعمال ضده (۵) وقد تم ما
اراد الله سبحانه في اختياره هذا
الطريق (۶) حتى ان الذين ينكرون
نبوة محمد صلعم كاليهود والنصارى يعترفون
بان مظلومية الحسين وكونه قتيلا
ان لم تقع لم يحصل للاسلام نورانية

(۱) بڑا فرق ہی مردہ سی معجزات کے صادر ہونے مین
اور زندہ سی صادر ہونے مین مردہ سی معجزات کا صادر
ہونا ہدایت راہ حق مین بہت زیادہ مفید ہی کہ دوست
اور دشمن اور خالی الذہن یعنی نہ دوست ہو اور نہ دشمن
سب پر اسکا اثر برابر پڑتا ہی (۲) پہر چونکہ زیادہ اہتمام دشمن
کی ہدایت مین درکار ہی اور دشمنی مردہ سی بہت کم شاذ و
نادر اسوجہ سی ہوتی ہی کہ جب آدمی مرگیا اوسکی سب باتین
مرگئین جو کام وہ خود کرتا وہ ہی نرہا اور جو کام اوسکا
غیر اوسکی ساتہہ براہ عداوت کرتا کسی کرے (قبر پیٹا کرے
اور کیا ہوسکتا ہی (۳) اس قسم کی ہدایت کو خدا نے
اسی وجہ سے اختیار کیا کہ دشمنان دین نہایت درجہ عناد پر
پہنچے تھے لہذا حکیم برحق پر واجب تہا کہ نہایت درجہ کی
قسم ہدایت کو اختیار کرے (۴) کیونکہ علاج ہر مرض کا
اوسکی ضد کے استعمال ہی پورا ہوتا ہی (۵) خدا کا
ارادہ جو ایسے عمدہ طرق ہدایت کی اختیار کرنے مین تہا
پورا ہوگیا تا اینکہ جو لوگ ہمارے نبی کی نبوت سی منکر
ہین ہنود اور نصارے وغیرہ بہی اقرار کرتے ہین کہ اگر حسین
مظلوم ہوکر شہید نہ ہوتے تو دین اسلام مین نورانیت
پیدا نہوتی اور سبب اسکا یہی ہے کہ اس
امت کے واسطے براہ عقل یہی کارروائی واجب
تہی جو خدا نے فرمائی۔

(١) ومن اعظم اسباب الوجوب
ان المسلمين اخترعوا خلافة
النبي واشترطوا فيها القهر والغلبة
وسموها الجهاد وقتلوا ونهبوا و
تسلطوا على الاقاليم (٢) فرسخ
في اذهان الخلائق ان الاسلام
انما هو ذلك (٣) فاثبت الحسين
عليه السلم بمظلوميته ان الاسلام ليس
ماهو (٤) ولذا قال رسول الله
صلعم ان الحسين باب الجنة والنار
كما قال لابيه انه باب العلوم (٥) فان
الطالب للهداية لما ينظر بنظر الانصاف
فيجد الخلفاء الذين كانوا يسعون
في الارض فسادا اذا ماتوا لم يبق لهم
بقية من اثار عزهم ولا يظهر من مصاحبهم
كرامة وشرف يدل على كونهم خلفاء
النبي واولياء الله (٦) ثم اذا نظر الى
ما يظهر من كرامات المظلوم الشهيد
يوما فيوما وساعة فساعة يهتدي بان خلافة
النبوة انما يليق بهؤلاء الذين كانوا يسطون
يدعون بالباطل انهم خلفاء النبي صلى على النبي واله

(١) ایک بڑا بھاری سبب امام حسین پر مقتول ہونیکی
وجوب کا یہ ہے کہ مسلمانون نے خلیفہ نبی کو اپنی تجویز سے
گڑھ کر اوسکی شرط یہ بھی لگادی کہ خلیفہ ہونے مین قہر اور غلبہ
بھی ضرور ہے اور نام اسکا جہاد اسلام رکھکر قتل اور
غارت اور تسلط اور ملک گیری شروع کردی (٢) خلایق
کے ذہن مین یہ بات راسخ ہوگئی کہ دین اسلام اسی جبر
اور ظلم اور سلطنت دنیوی کا نام ہے (٣) امام حسینؑ کو
خدانے آپکے مظلوم ہوکر شہید ہوجانے سے یہ بھی ثابت کردیا کہ دیکھو
اسلام کیا چیز ہے قہر اور غلبہ اور سلطنت سے اسکو کچھہ
تعلق نہین (٤) اسی نظر سے ہمارے نبی نے فرمایا کہ حسین دروازہ
بہشت اور دوزخ کا ہے جسطرح انکے والد بزرگوار کو دروازہ علوم
کا ارشاد کیا ہے (٥) اب طالب ہدایت جب بنظر انصاف
دیکھیگا تو ان خلفا کو جو ملک میں فساد اور خونریزی کرتے
دوڑتے پھرتے تھے جب وہ مرگئے کسی قسم کی بزرگی اور کسی قسم کی عزت
انکی باقی نہ رہی اور نہ انکی قبرون پر کوئی کرامت یا کوئی شرف ایسا
ظاہر ہوتا ہے جو انکی خلیفہ نبی ہونے پر دلالت کرے یا انکی اولیاے
خدا ہونیکا ثبوت دے (٦) پھر جب وہی طالب ہدایت اس مظلوم
شہید اور اسکی کرامات کو دیکھیگا کہ روزانہ اور ساعت بساعت ظاہر ہوتی ہے
ضرور ایسی ہدایت ہوگی کہ ہان نبی کی خلیفہ ہونیکی لائق یہی شخص ہے
وہ لوگ نہین تھے جو بارہا قتل قبیح کرکے جھوٹ دعوی
کرتے تھے کہ ہم نبی کے خلیفہ ہین درود پڑھو محمد اور آل محمد پر

(۱) ولهذا ذكر الله سبحانه مصاجعهم
حيث قال لبرز الذين كتب عليهم
القتل الى مضاجعهم (۲) فان اردت
التبصر فسر الى مضجع الحسين واصحابه
وانظر الى ما يصدر الله سبحانه
من الكرامات والايات الدالة على
كرامتهم (۳) وان لم تسر فانظر الى
تشبيه مرقده فيكفيك في الابتداء
انشاء الله تعـ (۴) بقي لنا تفسير قوله تعـ
في اخر الاية التي صدرنا بها الباب و
هو قوله قل متاع الدنيا قليل والاخرة خير لمن
اتقى (۵) هذا ابطال لزعم الذين قالوا
ربنا لم كتبت علينا القتال لولا اخرتنا الى
اجل قريب (۶) يظنون انهم اذا تركوا
القتال تمتعون بمتاع الدنيا فيقول الله
سبحانه انه قليل (۷) اما بالنسبة الى
متاع الاخرة او لقلة بقائهم في الدنيا
بعد وقوع ذلك القتال كما وقع (۸)
والاخرة خير لمن اتقى الله حق تقاته
وهو القاء نفسه للهلاك بعد
ايجاب القتل عليه كما في الاية

(۱) اسی وجہ سے خدا تعالے اونکی خوابگاہوں کا ذکر کرتا ہے
چنانچہ فرماتا ہے ضرور نکلینگے وہ لوگ جنپر مقتول ہونا واجب
کیا گیا ہے اپنی قبروں کی طرف (۲) اگر تمہارا ارادہ راہ
حق پر آنیکا ہو چلے جاؤ کربلا کو اور زیارت کرو قبر حسین
اور اصحاب حسینؑ کی اور دیکھو کہ روزانہ کیسی کیسی کرامات
اور آیات کو خدا ظاہر کرتا ہے جیسے ان شہیدوں کی بزرگی
ظاہر ہوتی ہے (۳) اور اگر وہاں نجا سکو تو اسی ملک مین
شبیہہ مرقد (تعزیہ) کو دیکھو اور کیسی کیسی کرامات اوس
سے ظاہر ہوتی ہین تمہاری ہدایت پانیکو یہی نظارہ
کافی ہوگا انشاء اللہ تعـ (۴) باقی رہی تفسیر آخری جملہ
کی اوس آیت کی جس سے ہمنے اس باب کو شروع کیا ہے وہ
جملہ یہ ہے کہ متاع دنیا تھوڑی ہے اور متاع آخرت بہتر ہے
اوسکے لئے جو خدا سے ڈرے (۵) یہ فرمانا خدا کا باطل کرتا
ہے قول کو ان لوگوں کی جنہوں نے کہا تہا زبان خواہ دل مین پروردگا
کیون ہمپر جہاد واجب کرتا ہے کاش ہمکو ایک زمانہ قریب تک
مہلت ملجاتی (۶) انکو غلط گمان یہ تہا کہ اگر قتال نکرینگے
دنیا کی مال اور متاع سے فائدہ اوٹہائینگے خدا فرماتا ہے کہ دنیا کی
متاع تھوڑی سی ہے (۷) یا تو بنظر متاع آخرت کی تھوڑی ہے
یا اس سبب کہ اس قتال کے واقع ہونیکے بعد بہی لوگ دنیا مین تھوڑے دنوں
تک رہینگے اور یہی واقع بہی ہوا (۸) اور آخرت بہتر ہے اوسکے لئے جو خدا سے
ڈرے اور اپنی جان کو ہلاکت مین ڈالے بعد اسکے کہ خدا اوسپر مقتول ہونا واجب کرے

(۱) وليس المراد منه التقية في ذلك
الوقت صيانة لنفسه وعرضه وماله
(۲) لان الله سبحانه لما اوجب القتال
فكيف يصح التقية (۳) وقد روى
لنا بعض من اثق بقوله ان بعض الاصحاب
من مشاهير الصحابة لما سئل عن
سبب ترك النصرة لمولانا الحسين
فاعتذر بانه لو خرج لنصرته لوقعت
الخسارة في تجارته وهو متاع الدنيا
الذي يقول الله انه قليل (۴) وعسى
ان يقول قائل ان الاية الاولى تدل
على قتال المسلمين مع خصومهم ليقتلوهم
والثانية تدل على كونهم مقتولين
فائزين بالشهادة العظمى فكيف الوفاق
(۵) فنقول القتال مع الاعداء
يعم من كون المجاهدين
قاتلين لهم او مقتولين
مستشهدين نعم يشترط في
وجوب القتال مظنة عدم
المغلوبية للمسلمين وهذا ما
في الاية الاولى وهو شرط ضروري

(۱) اس آیت مین تقیہ مراد نہین ہی کہ اپنی جان اور آبرو اور مال کو بچاے (۲) اسلئے کہ جب خدا نے قتال واجب کر دیا او سوقت پہر تقیہ کیونکر درست ہو سکتا ہی (۳) مجہسی بعض معتمد آدمی نی روایت کی ہی کہ بعض نامی گرامی صحابہ رسول سی پوچہا گیا کہ تمنی نصرت امام حسینؑ کی کیون ترک کی انہون نے جواب دیا کہ اگر مین اونکی نصرت کرتا تو میری تجارت مین خسارہ اور نقصان پڑجاتا اور یہی متاع دنیا ہے جسکو خدا اسی آیت مین قلیل فرماتا ہی اور یہ آیت اسی کی تصدیق کرتی ہی (۴) شاید کوئی شخص یہ اعتراض کرے کہ پہلی آیت مین مسلمانون کے جہاد سی یہ مراد ہی کہ اپنی دشمنون کو قتل کرین اور دوسری آیت کا یہ مطلب ہے کہ خود مسلمان مقتول ہو جائین اور شہادت کی بڑے درجہ پر پہنچین پہر اب ان دونون آیتون مین کیا مناسبت رہی (۵) اسکے جواب مین ہم کہین گے کہ دشمنون سے جہاد کرنا عام اس سے ہے کہ مسلمان اپنی دشمنون کو قتل کرین یا خود اونکے ہاتہہ سی شہید ہو جائین ہان حقیقتاً اس جہاد مین شرط ضروری یہ ہے کہ مجاہدین کو اپنے مغلوب ہونے کا گمان نہو بلکہ دونون احتمال برابر ہون اور یہ جہاد مراد پہلی آیت سے ہے اور یہ شرط بہی ضروری ہے۔

(١) اما اذا لم یحصل ذلك الشرط
فالقیاس یقتضی کون المسلمین
مغلوبین مقتولین بحکم الاکثر (٢)
ولکن الله سبحانه یقول کم من فئة
قلیلة غلبت فئة کثیرة باذن الله
والحسین واصحابه ایضا منهم کما یأتی
(٣) فالایة الثانیة تدل علی وجوب القتال
والقتل معا (٤) لان صدر الایة
وهو قوله لو کنتم فی بیوتکم یدل علی
القعود من القتال وهو ملزوم لقلة
المجاهدین ویلزم منه کونهم مغلوبین
مقتولین واکده بلفظ المضاجع
کما تری (٥) ولیس هذا الحکم من
قبیل وجوب القتل للتوبة کما کان
لبعض الامم السابقة دل علیه قوله تعالی
فتوبوا الی بارئکم فاقتلوا انفسکم (٦)
فانه لم یکن بالقتال مع الاعداء وهذا کان
مع القتال (٧) وایضا لم یکن فیه غرض للهدایة
وهذا کان لهذا الغرض وایضا لم یعط الله سبحانه
المقتولین امر معجزة واعطی لهؤلاء السادة ما
اعطی وایضا الشریعة المحمدیة سهلة یکفی فیها توبة اللسان

(١) مگر جب یہ شرط پوری نہو قیاس تو یہی چاہتا ہی کہ مجاہدین
مغلوب اور مقتول ہو جائیں بحکم اکثر (٢) مگر خدا فرماتا ہی
بہت ایسا ہی ہوتا ہی کہ تہوڑی جماعت انبوہ کثیر پر غالب
آجاے بحکم خدا اور حسین مع اصحاب کے اسی کے مصداق
ہین چنانچہ ہم لکہینگے (٣) اب دوسری آیت قتل کفار
اور شہید ہونے مجاہدین دونون پر ساتہہ ہی دلالت
کرتی ہے (٤) کیونکہ اول آیت مین جو کہ بعض مسلمانون
کی گہر مین چہپ رہنی کا ذکر ہے اس سے لازم لاتا ہی کہ مجاہدین
کی جمعیت کم ہوگی اور جب کم ہوگی ضرور ہی مغلوب اور
مقتول ہونگے اور اس مطلب کی تاکید لفظ مضاجع کی
کرتی ہے یعنی مسلمان شہید ہو کر اپنی قبرونکو پہونچ جائینگے
(٥) پہر یہ حکم مقتول ہونیکا بغرض توبہ کرنیکی نہتا جیسا
کہ بعض پہلی امتون کو ہوا ہی خدا فرماتا ہی رجوع کرو اپنی
خالق کیطرف اسطرح کہ اپنی آپکو قتل کر ڈالو (٦) اسلئے کہ
وہ حکم دشمنون سے لڑکر شہید ہونیکا نہتا اور یہ حکم امام حسین
کو لڑکر شہید ہو جانیکا ہی ایضا اوس حکم مین ہدایت عام
مطلوب نتہی اور یہ شہادت تو محض ہدایت دوامی کیغرض
سے ہوئی یہ بہی فرق ہی کہ اذلوگونکو خدا نے معجزہ اور کرامات عظیمہ سے معزز
نہین فرمایا اور ان شہدا کو سب کچہہ دیا ایضا شریعت محمدی
سہل اور آسان ہی فقط زبان سے توبہ کر لینا سقوط عذاب
کر دیتا ہے بطفیل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ اور یہ حمت خلاکی ہمیشہ سے

(١) ثم اذا تاملت واطلعت علی قتال هولاء السادة ايقنت بانهم وانکانوا اقلاء عدداً لکنهم کانوا هم الغالبين مع قلة عددهم وشدة جوعهم وعطشهم وضعف قواهم (٢) اما سمعت ما رواه ابن ابی الحديد عن رجل شهد الطف مع عمر بن سعد اذ قال له رجل ويحك اقتلهم ذرية رسول الله صلعم (٣) قال عضضت بالجندل انك لو شهدت ما شهدنا لفعلت ما فعلنا (٤) ثارت علينا عصابة ايديها فی مقابض سيوفها کالاسود الضارية (٥) تحطم الفرسان يمينا وشمالا (٦) وتلقی انفسها علی الموت (٧) لاتقبل الامان ولا ترغب فی المال (٨) ولا يحول حائل بينها و بين الورود علی حياض المنية او الاستيلاء علی الملك (٩) فلو کففنا عنها رويدا لاتت علی نفوس العسکر بحذافيرها (١٠) فما کنا فاعلين لا املك (١١) هذا الرواية قد دلت علی فوائد کثيرة

(١) پھر اگر تامل کرو اور ان بہادروں کے جہاد کو دیکھو تمکو یقین ہو جائے کہ یہ بزرگوار اگرچہ شمار مین تہوڑے تہے لیکن غالب یہی لوگ تہے باوجودیکہ کم تہے اور بہوک پیاس کا اثر غلبہ تہا اور قوتہا سے بدنی انکی ضعیف از حد تہین (٢) کیا تمنی ابن ابی الحدید کی وہ روایت نہین سنی ہے جو ایک لشکریان عمر ابن سعد سے معرکہ کربلا کی نقل کرتا ہے کہ ایک شخص نے اس لشکری سے کہا وا تجہپر تملوگون نے ذریت رسول کو قتل کیا اوس لشکری نے جواب دیا تیری عقل ماری گئی ہے کیا بکتا ہی اگر تو بہی دیکہتا جو ہمنے دیکہا ہی اور ہم پر گذری ہے تو بہی وہی کرتا جو ہمنے کیا ہے (اب وہ بہادری شہداے کربلا کی بیان کرتا ہے) (٤) ٹوٹ پڑا تہا ہمپر ایک گروہ جو تلوارونکا قبضہ ایسی مضبوطی سے پکڑے ہوے تہا جسطرح شیر اپنے شکار کو پکڑ لیتا ہے (٥) سوارونکی صفونکو داہنی بائین درہم برہم کر دیتا تہا (٦) اپنی جانون کو ہلاکت مین دینا کہیل سمجہ رہا تہا (٧) نہ امان قبول کرے نہ مال کی رغبت اوسکو تہی (٨) اوس گروہ کی مرجانے مین خواہ ملک پر قبضہ کرلینے مین کوئی چیز حائل نہین ہو سکتی تہی یعنی یا تو مرجانا یا فتح کر لو (٨) اگر ہملوگ اونسی لڑنے مین پہلو تہی کرتے اور انکو مہلت دیتے تمام لشکر کو وہ بہادر قتل کر ڈالتے (٩) اب تو بتا تیری جان مرجائے کہ آخر ہم کیا کرتے اگر ایسا نہ کرتے (١٠) اس روایت نے بہت سی فوائد پر دلالت کی ہے جن کو ہم لکہتے ہین —

(۱) منها ان الحسين واصحابه مع قلتهم
كانوا قادرين على ان يغلبوا على الاعداء
مع كثرتهم فصدق عليهم قوله تعالى كم
من فئة قليلة غلبت فئة كثيرة باذن الله
(۲) ومنها ان ايثار امر الله في حقهم
بكونهم مقتولين صدر عنهم على ما ينبغي
ولا يتصور ان يصدر من غيرهم (۳) لا
مع كونهم غالبين لم يقبلوا الامان ولم يرغبوا
في امال واختاروا كونهم مقتولين (۴) ومنها
ان الله سبحانه لا يختار تاديته ذلك الابتلاء
الا من يعلم بانه حرى بذلك (۵) فقضية
العدل تحكم بان الله يجازيهم مجازات
يليق بما عملوا وفعل لانه جواد كريم (۶) فهل
ترى من اوليائه وامنائه في خلقه انه تشرف
بالتشريفات التي شرف بها الحسين
واصحابه صلوات الله وسلامه ورضوانه
عليهم اجمعين (۷) وقد تم لنا بحمد الله ما
كنا نريد اثباته في هذا الباب فلك الحمد يا
الله حمد الشاكرين والصلوة على محمد و
اله الطيبين ويتلوا هذا الباب باب اكراه
الحمل والوضع وفيه نذكر ما بقي مستوفى ان شاء الله

(۱) ازانجملہ فائدہ یہ بھی اس روایت سے ہوا کہ امام حسینؑ
مع اپنے اصحاب کے جو قلیل جماعت تھی دشمنوں کی جماعت کثیر
پر غالب تھے اب ان پر وہی آیت صادق آئی کہ اکثر جماعت
قلیل انبوہ کثیر پر بحکم خدا غالب ہوتی ہی (۲) ازانجملہ یہ بھی
ثابت ہوا کہ بجا آوری حکم خدا کے مقتول ہونے میں جیسی چاہیئے
ویسی ہی انہوں نے کی اور کسی سے ایسی متصور نہیں ہو سکتی
(۳) اسلئے کہ باوجودیکہ یہ غالب تھے مگر امان کو قبول کیا اور نہ مال
دنیا پر راغب ہوا اور شہید ہو گئے (۴) یہ بھی معلوم ہوا کہ خدا نے
جو انبیا کڑا امتحان لینا ایسی تجویز فرمایا تھا اوسکو معلوم تھا
کہ خاص یہی بزرگوار ایسے امتحان میں پورے اوترینگے اور کسی
سے یہ کام پورا نہ ہوگا (۵) عدل الٰہی تو یہی حکم کرتا ہے کہ جیسے
اعمال صالحہ انہوں نے کیے ہیں ویسی ہی جزا بھی خدا اونکو دے
اسلئے کہ خدا جواد اور کریم ہے اور چنانچہ دیکھا (۶) کیا تم کسی
اور اولیاء الٰہی کو یا امانت داران خدا اونکی خلق میں ایسا پاتے
ہو جسکو ایسی بزرگیاں خدا نے دی ہوں جیسے امام حسین اور اونکے
اصحاب کو دی ہیں درود خدا اور سلام خوشنودی خدا کی
سب پر ہو (۷) الحمد اللہ کہ جس امر کا اثبات مجھے اس باب میں منظور
تھا وہ سب پورا ہو گیا اب میں حمد خدا کرتا ہوں وہ حمد جو شکرگزار
کرتے ہیں اور درود محمد اور آل پاک پر ہو۔ اس باب کے
بعد جو تھا باب ناگواری حمل اور ولادت امام حسین
کی لکھونگا اور باقیماندہ دلائل کو اسی میں پورا بیان کرونگا انشاء اللہ

الباب الرابع اثبات شهادة الحسين باية اكراه الحمل و الوضع وفيه اثنا عشر ايات

(١) وليعلم اولا ان توصية الله الانسان بالوالدين للاحسان و حسن المعاشرت ذكره الله سبحانه في ثلث ايات من القران (٢) ففي سورة عنكبوت يقول عز اسمه ووصينا الانسان بوالديه حسنا وان جاهداك لتشرك بي ما ليس لك به علم فلا تطعهما (٣) وهذه الاية تعم كل المولودين على اولاد المعصومين لان المعصوم لا يجاهدهم ولده على شرك بالله (٤) وايضا لم يذكر الله سبحانه سبب تلك التوصية وقال في سورة لقمان ووصينا الانسان بوالديه حملته امه وهنا على وهن وفصاله في عامين ان اشكر لي ولوالديك (٥) وهذه الاية تعم كل الانسان حتى المعصومين ايضا وانظر الى حسن الترتيب في تلك الاية فانه تعم ذكر من الوصية مجملا ولم تفسيرها (٦) بل ذكر سبب الوصية بالشكر الذي اورده في جملة معترضة بين الوصية وتفسيرها وهو قوله ان اشكر

باب چہارم اثبات شہادت امام حسینؑ کا آیہ اکراہ حمل اور وضع سے اور اس مین بارہ آیات ہین۔

(١) پہلے یہ معلوم کرو کہ خدا نے انسان کو ماں باپ سے نیکی سے پیش آنے کرنیکا حکم تین آیتون مین فرمایا ہے (٢) سورہ عنکبوت مین یون فرمایا ہمنے انسان کو وصیت کی ہے ماں باپ سے نیکی کرنیکی اور اگر وہ دونون تجکو مشرک بنانیکی کوشش کرین ایسی بات سمجھا کر جسکا تجھے علم نہو تو بعد علم کے اونکی اطاعت نکرنا (٣) یہ آیت جملہ مولودین کو شامل ہے مگر معصوم کی اولاد کو شامل نہین اسلئے کہ معصوم نہ خود مشرک ہے اور نہ اولاد کو شرک جلی کی تعلیم کرتا ہے بشرطیکہ معصوم کا وجود مانا بھی جائے۔ (٤) ایضًا اس آیت مین سبب وصیت کا بھی خدا نے ذکر نہ فرمایا اور سورہ لقمان مین فرمایا۔ کہ وصیت کی ہمنے آدمی کو اوسکے ماں باپ کی نسبت ماں نے اوسکا بوجھ اوٹھایا اور سستی اور کمزوری کیساتھ مین اور دو برس مین اوسکا دودھ پینا چھڑایا ہے وصیت ہماری یہ ہے کہ ہمارے اور اپنے والدین کی شکر گذاری کرے (٥) یہ آیت بھی ہر انسان کو شامل ہے یہانتکہ معصوم کو بھی ( ) دیکھو اس آیت کی خوبی ترتیب کو کہ یہان خدا نے مجملا وصیت کو ذکر فرمایا اور اوسکی تفسیر فرمائی (٦) پہر اوس وصیت کی شکر گذاری کا سبب جملہ معترضہ مین ذکر فرما کر اوسکے بعد وصیت کی تفسیر فرمائی کہ ایسے شکر گذاری کر

(۱) وقدم الشكر له لانه هو الخالق وهو الذي اعطى لامه قوة حمله على الوهن
(۲) ثم ذكر الشكر لوالديه اما الام فلانها حاملة ومرضعة واما الاب فلانه سبب لكونها حاملة وكونها ذات لبن (۳)
ولم يذكر في تلك الاية مدة الحمل بل ذكر مدة الرضاع التام فتعم الاية لمن ولد في ستة اشهر او سبعة اشهر او تسعة اشهر (۴) والرضاع التام اليق للجنين الموهون ضعيف البنية وعلى هذا فيكون الوهن الثاني صفة للولد (۵)
وكيفما كان فالامور المذكورة في الايتين كلها امور فطريات تتصف بها الوالدة والمولود فطرة وهي عامة للكل بقي لنا ذكر الاية الثالثة وهي في سورة احقاف وهي محل الاستدلال الثاني هذا النبا قال الله تعالى (۷)
ووصينا الانسان بوالديه احسانا حملته امه كرها ووضعته كرها وحمله وفصاله ثلثون شهرا حتى اذا بلغ اشده وبلغ اربعين سنة قال رب اوزعني ان اشكر نعمتك التي انعمت علي وعلى والدي وان اعمل صالحا ترضاه واصلح لي في ذريتي اني تبت اليك واني من المسلمين

(۱) پہلے خدا نے اپنی شکر گذاری کو فرمایا اسلئے کہ کہ خالق مولود کا وہی ہے اور ماں کو قوت حمل کے بار اُٹھانے کی اور باپ کے نطفہ مین مولود کے بننے کی قوت اُسی خدا نے دی ہے - (۲) اُس کے بعد ماں کی شکر گذاری کو ذکر فرمایا اسلئے کہ اُسنے ایام حمل اور ایام رضاع مین جفاکشی کی ہے اور باپ کی شکر گذاری اسلئے کہ ماں کے حاملہ اور دودہ والی ہونیکا سبب ظاہری باپ ہے (۳) اس آیت مین بھی زمانہ حمل کا ذکر مثل آیت سابق کے نہین ہے بلکہ رضاع کامل کی مدت کا ذکر ہے لہذا جو لڑکا چھہ مہینہ کا یا ستوانسا خواہ نو مہینے کا پیدا ہو سبکو یہی آیت شامل ہے - (۴) اور رضاع تام لایق بلکہ ضروری اُس مولود کے ہے جو ضعیف الخلقہ ہو باین لحاظ وہن کے لفظ جو دوبارہ آیت مین ہے صفت مولود کے ہوگی (۵) کچھہ کیون نہو مگر جو امور دونون آیتون مین مذکور ہین وہ سب امور فطری ہین ہر ایک باپ اور ماں اور بیٹا اُسنے موصوف ہوتا ہے اور سبکو یہ امور شامل ہین (۶) اب باقی رہا تیسری آیت کا بیان جو سورہ احقاف مین ہے اور اُسی آیت سے ہمکو اثبات شہادت امام حسین منظور ہے (۷) خدا فرماتا ہے وصیت کی ہمنے انسان کو والدین سے احسان کرنیکی اسلئے کہ ماں اوسکی حاملہ ناگواری سے ہوئی اور ناگواری سے اُسکو جنا ہے یعنی جنتے وقت بھی ناگواری تہی زمانہ حمل اور زمانہ دودہ چھڑانے اُس فرزند کا مجموع تیس ماہ کا ہے ( ) تا اینکہ جب وہ فرزند اپنی قوت جسمانی اور روحانی دونو کو پہنچا اور چالیس برس کا ہوا کہنے لگا پروردگارا مجھے آمادہ کردے کہ تیری شکر گذاری کرون اُس نعمت کی

(۱) فهذه الاية قد اشتملت على امور لا توجد مجموعها الا في الحسين عليه السلام ليس فيها عموم كالايتين السابقتين (۲) فالامور الفارقة بينها وبين الايتين انه تعالى او وصى الله بالحسن في الثانية اوصى بالشكر لهما وفي هذه الاية اوصى بالاحسان

(۳) وظاهر ان الاحسان مغاير للحسن و الشكر كليهما وسنبين لك ما اراد الله تع بالاحسان في هذه الاية بيانا شافيا انشاء الله (۴) ومن اعظم المفارقات انه تع لم يذكر في الاية الاولى كيفية الحمل والوضع وذكر في الثانية وهن الام والولد وهي صفة عامة (۵) وذكر في تلك الاية اكراه الحمل والوضع ولا يخفى على احد ان النساء خلقهن الله لتحملن وتضعن فانهن حرث للرجال (۶) ليس لهن بغية اعظم من كونهن حاملات ثم واضعات وتلك فطرة فطر هن الله عليها۔

(۱) یہ آیت ایسے امور پر شامل ہی کہ وہ سب امور سوائے امام حسینؑ اور کسی مین پائے نہین جاتے اور اس آیت مین مثل دونون آیات سابقہ کے عموم نہین ہے (۲) وہ امور جن سے اس آیت اور ان دونون آیات مین فرق کیا جا ایک تو یہی ہے کہ پہلی آیت مین حسن کی اور دوسری مین شکر کی وصیت ہے اور اسمین احسان کی وصیت ہی (۳) ظاہر ہے کہ احسان حسن اور شکر دونون سے الگ ہے اور ہم عنقریب بیان کرین گے کہ احسان سے یہان خدا نے کیا مراد لی ہی اور اسکا بیان پورا پورا ہم کرین گے انشاء اللہ تعالی (۴) بڑا بھاری فرق یہ ہی کہ پہلی آیت مین تو خدا نے حمل اور وضع کا کچھ ذکر ہی نہین فرمایا اور دوسری آیت مین مان کی کمزوری اور بچہ کی کمزوری یا نطفہ کی بیان فرمائی اور یہ صفت عام ہی (۵) اور اس تیسری آیت مین حاملہ ہونے اور بچہ کے جننے سے ناگواری مان کی بیان فرمائی ہی۔ اور یہ بات کسی پر پوشیدہ نہین کہ عورات کو تو خدا نے اسی غرض سے پیدا کیا کہ حاملہ ہون اور بچے جنین مردون کیواسطے بمنزلہ کھیت کے ہین تخم ریزی کی نظر سے (۶) عورتون کی اس سے بڑی کوئی خواہش نہین ہی کہ صاحب اولاد ہون اور یہ بات فطرتی اون کی ہی اس سے ناگواری خلاف فطرت عورات کے ہی۔

(۱) فما ورد فی تلک الآیة لا ینصوّر صدقه علی بعض الامهات فضلا علی کلهن (۲) فاذاً لابد له من مصداق خاص ولیس ولا واحدة من الامهات الموجودة فی الدنیا و تتصف بالکراهة الحمل والوضع (۳) وان سلمنا ان الطلق للموذی و شدة الوجع و عسر الولادة یجعل بعض الوالدات الی الاکراه فایة امرأة تعلم کونها حاملة یوم استقرار حملها حتی تکره من کونها حاملة (۴) وان قلت ان الاطباء وضعوا علائم عدیدة یعرف بها کون المرأة حاملة بایام قلت (۵) فمع انها علامات وہمیة ظنیة ومع هذا کثیرا ما یشتبه بالرجاء الذی هو حمل کاذب کما لا یخفی علی الطبیب الحاذق (۶) ولهذا یقول الله سبحانه ویعلم ما فی الارحام یعنی علم ما فی الارحام مختص بالله سبحانه وهو واحد من الغیوب الخمسة المختصة بالله تعالی

(۱) پھر اس آیت مین جو وارد ہے اسکا صدق اکثر عورات پر جب نہین سمجھ مین آتا پھر عام طور سے کل عورتون پر کیسے صادق آئیگی (۲) اب اسوقت ضرور ہی کہ اس آیت کا کوئی مصداق دنیا مین مخصوص ہوا اور دنیا مین جسقدر عورات موجود ہین اُنمین تو ایسی کوئی عورت نپاوسگے جو اپنے حاملہ ہونے اور وضع سے ناگواری رکھتی ہو (۳) اگر ہم یہ بھی تسلیم کرین کہ درد زہ کی ایذا اور دشواری سے بچہ جننے کی بعض عورات مین اُسوقت خاص مین ناگواری پیدا کرتی ہے تو پھر وہ کونسی عورت ہے جو آپ کو حاملہ ہونا بروقت نطفہ قرار پانے کے معلوم کرلیتی ہی تاکہ اُس سے ناگواری پیدا ہو (۴) اگر تم کہو کہ طبیبون نے چند علامات ایسی مقرر کی ہین جنسے عورت کا حاملہ ہونا پہنچانا جاتا ہے (۵) مین کہونگا کہ ہان ٹھیک ہے مگر یہ شناخت بعد چند روز کے استقرار حمل سے ہوتی ہے اور پھر بھی محض وہمی اور ظنی ہی اور باوجود اس خرابی کے اکثر رجا یعنی جھوٹے حمل سے یہ علامات مشتبہ ہو جاتی ہین چنانچہ طبیب حاذق پر مخفی نہین ہی (۶) اسی وجہ سے خدا فرماتا ہی کہ رحم مین عورتون کے جو حمل ہوتا ہی اُسکو خدا ہی جانتا ہی اور اسکا جاننا مخصوص علم الہی ہی ہے اور پانچ علم غیب نص قرآن مجید خدا سے خاص ہین اُن مین سے ایک یہ ہے پھر ہم کیونکر طبیبون کی علامات پر بھروسہ کرین ۔

(۱) ومنطوق الآية يدل على ان الاكراه
وقع حين استقرار الحمل وهذا لا
يصح الا امرأة تكون عالمة باستقرار
حملها حين الاستقرار بل قبله (۲) و
هل تعرف من بين الحوامل حاملة تكون
على تلك الصفة (۳) فلا بد من الا
قرار بان ذلك الاكراه الذي يصفه الله
سبحانه ليس هو اكراه الحمل والوضع من
حيث هو هو (۴) بل هو اكراه من وجه
آخر (۵) ورجعنا الى تاريخ الحوامل
والواضعات (۶) فلم نجد حاملة ولا واضعة
على تلك الصفة الا سيدتنا فاطمة سلام
الله عليها ومولودها الحسين (۷) فهي
التي كانت عالمة قبل ان تحمل بولدها
هذا لان اباها نبينا صلعم اخبرها
بحملها ووضعها ومايجري على
ولده من القتل والذبح وغيرها
من المصائب (۸) ومايورد من
ان ذلك الاكراه مناف لصبرها
ورضاها فجوابه ان نبينا ايضا
يقول انما انا بشر مثلكم

(۱) کھلے ہوئے معنی آیت کے یہ ہین کہ ناگواری ہوئی تھی
جسوقت کہ نطفہ قرار پایا تھا اور یہ بات اُسی عورت پر ٹھیک
صادق آئیگی جو اپنے حاملہ ہونیکو ہر وقت استقرار نطفہ
جانتی ہو بلکہ اُسوقت سے پہلے اُسکو علم ہو کہ ایسے بچہ سے حاملہ
ہو گی۔ (۲) پھر کیا تم کوئی ایسی عورت کو جانتے ہو جو اس صفت پر ہو
(۳) اب ضرور تمکو اقرار کرنا پڑیگا کہ یہ ناگواری حمل اور وضع
حمل کی بنظر اس امر فطرتی مرغوب بالطبع کے نہین تھی (۴)
بلکہ اس ناگواری کا سبب کوئی اور چیز ہے (۵) اب ہمنے تاریخی
حالات کیطرف حاملہ عورتون کے رجوع کیا اور تلاش
کرنے لگے کہ آخر کوئی ایسی حاملہ دنیا مین گذری ہے (۶)
تاریخ سے ہمکو کسی ایسی عورت کا پتہ نہ لگا بجز ہماری خاتون
جنت فاطمہ کے سلام خدا کا اُن پر ہو اور اُنکے فرزند پر امام
حسین ہی وہ فرزند ہین جنکی نسبت ایسی ناگواری تھی (۷)
یہی فاطمہ ایسی ہین جنکو علم تھا اپنے اس فرزند سے حاملہ ہونیکا
قبل حاملہ ہونیکے اسلیئے کہ آپکے پدر بزرگوار ہمارے نبی صلعم نے
جملہ حالات اور مصائب جو اس فرزند پر گذرنیوالے تھے سب خبر دی تھی
کہ فرزند ذبح کیا جائیگا اور بڑے بڑے مصائب مین مبتلا ہوگا اور یہی
سبب ناگواری حمل اور وضع حمل کا تھا (۸) اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ
ناگواری جناب سیدہ کی صبر اور راضی بقضائے الہی ہونیکے منافی ہے اسکا جواب
یہ ہے کہ تقاضائے بشریت کی نسبت ہمارے نبی فرماتے ہین
کہ مین بھی ایک بشر ہون مثل تمہارے۔

(١) ففی ای شئ هو مثلنا وامثال تلك الشبهات كثيرة باطلة باسرها (٢) فلنذكر الان تفصيل الاكراه وانه لم كان وكيف كان قد اثبتنا من الاية ان الاكراه الذی ذكره الله سبحانه فی تلك الاية وقع من فاطمة لا محالة (٣) واثبات الوقوع فی كل الواقعات موكول علی الروايات (٤) والروايات مطبقة علی صحة وقوع الاكراه وانها انما كرهت استماع ما يجری علی ولدها (٥) فثبت المدعی الذی نحن فی هذا الباب بصدد اثباته (٦) ونزيدك من تسميتها بفاطمة وسبب التسمية وهی ثلث احدها انها تفطم بعض ولدها من يوم ولادته (٧) والثانی انها تفطم اعدائها من حبها والثالث انها تفطم من احبها من نار جهنم (٨) فالاول وهو ان فاطمة ولدت بعد المبعث بخمس سنين بتسميتها فی ذلك اليوم يدل علی ان نبينا كان عالما بفطمها بعض مولودها

(١) پھر کس بات مین ہمارے نبی مثل ہمارے ہین یہی تقاضا بشریت ہے اور ایسے شبہات سب باطل ہین (٢) اب ہم تفصیل اکراہ کی بیان کرین اور یہ بھی لکھین یہ اکراہ کیون تہا اور کیونکر تھا اس آیت سے ہمنے ثابت کردیا کہ جس ناگواری کا ذکر خدا کرتا ہے وہ جناب فاطمہ سے ضرور واقع ہوئی (٣) اسکا اثبات روایات ہی پر موقوف ہے (٤) اور روایات سے بالاتفاق یہ بات ثابت ہے کہ اکراہ جناب سیدہ کو ضرور تھا اور یہ بھی روایات سے معلوم ہوا کہ خبر شہادت اور مصائب سنکر جو اس پر گذرنیوالے تھے جناب سیدہ کو ناگواری ہوئی تھی اور کوئی وجہہ اس ناگواری کی نہ تھی (٥) اب ثابت ہوگیا کہ ہمارا دعوی وقوع شہادت کا اس آیت سے جو ہے وہ بخوبی ثابت ہے (٦) اب ہم فاطمہ کی وجہ تسمیہ سے اپنے دعوی کا اثبات زیادہ کردین۔ اس جناب کا نام فاطمہ تین غرض سے ہمارے نبی نے رکھا تھا ایک تو یہ کہ اپنے بعض اطفال کو روز ولادت سے دودھ نہ پلائین گی کقدم حمد اور رسول (٧) دوئم اپنے دشمنون کو اپنی محبت سے جدا کردینگی سوئم بروز قیامت اپنے دوستون کو آتش جہنم سے چھوڑا لینگی (٨) پہلی بات اسکا ذکر ہے کہ جناب سیدہ کی ولادت ہمارے نبی کے مبعوث برسالت ہونیکے پانچ برس بعد ہوئی پس بروز ولادت جناب سیدہ کے اس غرض سے نام فاطمہ رکھنا ضرور دلالت کرتا ہے کہ ہمارے نبی کو تعلیم الہی سے علم آیندہ امور کا تھا اور وہی واقع ہوا۔

(۱) فان فاطمة لما حملت بابنها الحسن وقرب زمان الوضع عرضت لنبينا حاجة المسير من المدينة الى موضع فقال لفاطمة يا بنية اذا وضعت ابنك هذا فلا ترضعيه حتى اتيك (۲) ثم سار الى مسيره وولد الحسن فما ارضعته فاطمة يوما او يومين (۳) فلما اشرف ابنها الحسن على الهلاك لم تتمالك له وارضعته (۴) وجاء رسول الله واخبرته بما وقع (۵) فقال ان الذي قدره الله وقضى فهو كائن (۶) ثم لما حملت بابنها الحسين وجاء حين الوضع عرض لرسول الله حاجة الى المسير ايضا فخرج واوصاها كما اوصى واول كل منعها تشديدا للارضاع (۷) وولد الحسين فما ارضعته وفي بعض الروايات انه جف لبنها حتى جاء رسول ووجد المولود جائعا فاحضنه وادخل لسانه في فمه فجرى الله في لسانه عينا من اللبن كان يرضعه ما يرتوي يومين او ثلثة ايام

(۵) اس لئے کہ جب نور امام حسنؑ شکم مادر مین منتقل ہوا اور زمانہ ولادت قریب آیا اُسوقت ہمارے نبی کو سفر کرنیکی مدینہ سے کوی ضرورت پیش آئی چلتے وقت حضور نے اپنی بیٹی سے فرمایا اے فاطمہ جب یہ لڑکا پیدا ہو تم اُسکو دودھ نہ پلانا میری واپسی تک سفر سے (۲) یہ فرماکر حضور توراہی سفر ہوے اور یہان امام حسن پیدا ہوے تو ایک روز یا دو روز جناب سیدہ نے اُنکو دودھ نہ پلایا (۳) جب اُنکی حالت زیادہ متغیر ہوئی مہر مادری کا جوش ہوا ضبط نہو سکا اور دودہ پلا دیا (۴) اور جناب رسول واپس آئے اور سارا قصہ اُنسے بیان کردیا جو کچھ گذرا تھا (۵) جناب رسول نے فرمایا جو کچھ خدا نے مقدر فرمایا ہی وہی ہوگا (۶) پھر جبکہ نور امام حسینؑ نے شکم مادر مین قرار پایا اور زمانہ حمل ختم قریب آیا جناب رسول کو پھر سفر کرنیکی ضرورت پیش آئی اور چلتے وقت جناب سیدہ کو وہی حکم دیا کہ میرے آنے تک دودھ نہ پلانا اب کی مرتبہ بہت ہی سخت ممانعت فرمائی کہ ہرگز نہ پلانا (۷) اب امام حسین پیدا ہوے اور جناب سیدہ نے دودھ نہ پلایا (بعض روایات مین یہ ہی کہ دودھ خشک ہوگیا تھا) یہانتک کہ جناب رسول واپس آگئے اور دیکھا کہ نواسہ بھوکا پڑا ہے آپنے گود مین اُٹھالیا اور زبان مبارک اُنکے مُنہ مین دی خدا نے چشمہ شیر آپکے مُنہ مین جاری کردیا پس ایک روز یا ایسا کرتے تھے اور دو دن خواہ تین دن امام حسین سیر ہو جاتے تھے

(۱) وهذه الرواية تدل على كرامات
نبينا صلعم على وقوع الشهادة ايضاً
(۲) الاول ان الحكم لوضع الحمل في
ستة اشهر وهو غير عادي لا يمكن علمه
الا من وحي والهام من الله تعالى فان
الحسين انما ولد من ستة اشهر بالاتفاق
من ارباب السير (۳) والثاني علمه بان
الله يجري تحت لسانه عينا من اللبن فهو
امر معجز (۴) والثالث علمه بان الحسين
يصبر على عطشه الى ان يرجع (۵)
اما الحسين فشرفه ان الله سبحانه
حرم عليها المراضع ازيد مما حرم على
موسى (۶) فان موسى انما حرمه
الله من ارتضاع اللبن
عن غير امه (۷) والحسين منع
عن ارضاع امه ايضاً (۸) فصدق
اخبار الله لقوله وحرمنا عليه المراضع
بالنسبة على الحسين اتم واكمل
بالنسبة الى نبينا موسى (۹) وانظر
ايها الناظر الى تحريم المراضع على نبينا
موسى وعلى سيدنا الحسين

(۱) یہ روایت چند کرامات پر ہمارے نبی کی دلالت کرتی ہے اور
نیز وقوع شہادت امام حسین پر بھی دلالت کرتی ہے (۲) پہلی
کرامت یہ ہے کہ امام حسین چھ مہینے کے پیدا ہوئے اور یہ ولادت
خلاف عادت ہے جس کا علم یقینی ہونا بدون وحی اور الہام کے ہو نہیں
سکتا اور آپ کا چھ ماہ کے حمل سے پیدا ہونا اتفاقی از روئے تاریخ
کے ہے (۳) دوسری کرامت کہ آپ کو معلوم تھا میرے منہ میں
خدا چشمہ شیر جاری کریگا اور علاوہ اس علم کے یہ تو خود بھی ایک
معجزہ ہے (۴) تیسری یہ بات ہے آپ کو معلوم تھا کہ میرا حسین بھوک
پیاس پر میری واپسی تک صبر کریگا جب تو ایسے تاکید شدید سے
منع فرمایا تھا یہ تو کرامت اور اعجاز متعلق ہمارے نبی صلعم سے
ہے (۵) مگر امام حسین کو خدا نے یہ شرف عطا فرمایا کہ تمام دودھ
پلانیوالی عورات کے دودھ کو اُن پر حرام کردیا اور یہ تحریم حضرت موسیٰ
پر تحریم سے زیادہ تھی (۶) اس لیے کہ اُس جناب پر سوائے آپ کی
مادر گرامی کے اور سب کا دودھ حرام تھا (۷) اور امام حسین پر اُنکی
مادر گرامی کا بھی دودھ پینا خدا نے منظور نہ فرمایا (۸) اب صادق
آگا اس آیت کا (اور حرام کردیا ہمنے موسیٰ پر دودھ پلانیوالی عورات
کے دودھ کو) امام حسین علیہ السلام پر زیادہ تر درست ہے بہ نسبت
حضرت موسیٰ کے (۹) اب چشم بصیرت سے دیکھے کوئی
دیکھنے والا کہ دونوں کی نسبت تحریم دودھ پلانے میں
کیسا فرق ہے اور کیا حکمت الٰہی جاری ہو رہی تھی

(١) فان تحريم المراضع على نبينا موسىٰ
انما كان ليرتضع عن امه ولا يصبح فؤادها
فارغا (٢) وتحريم المراضع على الحسينؑ
انما كان ليرتضع عن لبن اجراه الله
سبحانه عنه تحت لسان جده
خرقا العادة تشريفا لجده واثباتا لكونه
خير الانبياء وافضلهم (٣) وايضاً
لكون الحسين في نشوه وتربيته وتولد
اعضائه وارواحه مغائر السائر
الصبيان (٤) وهذا توطية لكل ما
يظهره الله من بدو نشاته الى ما يشاء
(٥) ثم انظر الى ام موسىٰ والى ام الحسينؑ
يقول الله سبحانه في سورة القصص
واصبح فؤاد ام موسى فارغا ان كادت
لتبدى به لولا ان ربطنا على قلبها لتكون
من المؤمنين (٦) فانها لم ترضع رضيعها
ازيد من ليلة او شطر من النهار و
بعد ذلك كانت فاقدة لصبرها
لولا ان ربط الله على قلبها لتبدي
ما بها من صبابة واضطراب

---

(١) عورتوں کے دودھ پینے کو حرام کر دینا حضرت موسیٰ پر اُسکی
غرض یہ تھی کہ اپنی ماں کا دودھ پئیں اور اسوجہ سے اُنکی ماں
کے دل کی بیقراری جاتی رہی (٢) اور امام حسینؑ پر حرام کر دینا
کل عورتوں کے دودھ کا حتی کہ اونکی والدہ کا بھی اس غرض
سے تھا کہ وہ ایسے دودھ سے پرورش پائیں جس کا چشمہ اُنکے
جد بزرگوار کے زیر زبان جاری ہو بطور اعجاز کے اور اُس
جناب کی بزرگی اور اونکا خیر الانبیا ہونا اور سب سے افضل ہونا
ظاہر ہو (٣) اور یہ بھی منظور الٰہی تھا سبکو معلوم ہو جائے کہ
امام حسینؑ کے اعضائے بدنی اور ارواح کی خلقت اور
تربیت جملہ اطفال سے جدا ہے (٤) یہ فعل خدا کا بطور تمہید کے
تھا کہ آپکی ابتدائی خلقت سے لیکر انتہا تک جو خوارق عادات
اور کرامات امام حسینؑ سے ظاہر ہونگے وہ سب سے نرالے ہونگے
(٥) پھر دیکھو مادر موسیٰ اور مادر امام حسینؑ کو اور خدائے پاک
سورہ قصص میں فرماتا ہے ۔ مادر موسیٰ کا دل بیقرار ہو گیا تھا قریب تھا
کہ اپنی بیقراری کو ظاہر کر دیتی اگر ہم اسکی دلبستگی نکرتے تاکہ وہ
مومنین میں داخل ہو (٦) مادر موسیٰ نے شاید ایک شب خواہ تھوڑا سا
دن مع شب کے حضرت کو نہ پلایا تھا اور سیر تھی ۔ صبر نہیں اور اگر
خدا اونکی دلبستگی نکرتا اپنے جوش محبت اور اضطراب کو
ظاہر کر ہی دیتیں مگر چونکہ خدا کو اپنی حکمت اور دانائی سے
ماں اور بیٹے دونوں کا انجام نیک فرمانا تھا
لہذا یہ اہتمام فرمایا

(١) واما ام الحسين فكانت ممنوعة من ارضاع رضيعها الى يوم فطامه (٢) واسئل ايها الناظر من امهات الولد انهن اذا منعهن مانع في يوم او يومين من الارضاع كيف يكون قلقهن واضطراب قلوبهن (٣) فما ظنك بالتي منعت من الارضاع الى يوم الفطام (٤) وهي سيدتنا فاطمة سلام الله عليها فهل سمعت من فزع فوادها واضطرابها وقلقها في ذلك المدة (٥) نعم اذا ثبت اكراه حملها ووضعها لذلك المولود فيمكن ان يكون من جملة سبب الاكراه علمها بتعليم ابيها ذلك الامر ايضا (٦) اما ما يروونه من ان الحسين ارتضع من لبن عدة مرضعات وان عبد الله بن يقطر كان اخاه من الرضاعة فيرده العقل والنقل معا (٧) اما العقل فلا شك في ان الانسب لمزاج الرضيع لبن امه كما ثبت في الطب۔

(١) مگر مادر حسینؑ اپنے شیرخوار کو دودہ پلانے سے اس دن تک منع کیگئین تہین جس دن تک دودہ چہوٹتا ہے (٢) اب ذرا اُن ماؤن سے پوچہو جن کے شیرخوار بچہ ہون اور وہ ایک روز خواہ دو روز دودہ پلانے سے روکی جائین کسقدر اون کو قلق اور اضطراب ہوتا ہے اور اونکی دل کی بیقراری کسقدر ہوتی ہے (٣) پہر کیا خیال تمہارا ہے اوس مان کی طرف جو روز ولادت سے تا روز دودہ بڑہانے کے اپنے شیرخوار کو دودہ پلانے سے روکی جائے (٤) اور یہ ہماری جناب فاطمہؑ ہین اور باوجود اس امتحان الٰہی کے کسی سے تمنے سُنا ہے اونکی بے صبری اور بیقراری کو پورے دو برس تک جو زمانہ دودہ چہڑانے امام حسینؑ کا بنص قرآن تہا جو اسی تیسری آیت سے ثابت ہوتا ہے (٥) ہان جب اس آیت سے ناگواری حاملہ ہونے اور وضع کی ثابت ہوئی ممکن ہے کہ منجملہ اس بات کے اس ناگواری کا ایک سبب یہ بہی ہو جناب فاطمہؑ کو اپنے پدر بزرگوار کی تعلیم سے معلوم ہوا ہوگا اس بچہ کو وہ دودہ بہی نہ پلانے پائینگی (٦) یہ جو روایات ملتی ہین کہ امام حسینؑ نے چند عورتون کا دودہ پیا ہے اور عبداللہ بن یقطر رضاعی بہائی آپکے تہے ان روایتونکو عقل اور نقل دونون باطل کرتی ہین (٧) عقلی دلیل تو یہ ہے کہ بچہ کیواسطے جسقدر مناسب اوسکی مان کا دودہ ہے ایسا کسی عورت دودہ ہو نہین سکتا جیسا کہ طب مین ثابت ہو چکا۔

(١) فمن كان ممنوعا من ارضاع لبن امه كيف يكون مجازا بارضاع مرضعات اخرى اجنبية (٢) الا ان يثبت رداءة لبن امه ولم يثبت (٣) اما النقل فهي هذه الرواية الدالة على ان الله سبحانه اجرى عين اللبن تحت لسان جده كي لا يشرب لبن مرضعة قط ينمى ويغذى من هذا اللبن وما يدريك ما هذا اللبن او رطوبة اخرى تختص لذلك المولود للكرم عند الله وقد حار فيها العقول (٤) وان سلمنا صحة رواية ارضاعه عن المرضعات الاخر فنقول انه كان بعد ما اراد الله سبحانه من انبات لحم الحسين وعظمه من لحم رسول الله (٥) والبحث في تلك المسئلة قليل الجدوى ولا نا ومن يخاصمنا في تلك المسئلة كلاهما لا نقدر على الاثبات والرد على ما ينبغي (٦) فحري بنا ان نرجع الى ما يستفاد من الاية القرانية -

(١) پس جو لڑکا اپنی ماں کے دودھ پینے سے منع کیا جاوے اور پینے نپاوے کیونکر ہوسکتا ہے کہ اوسکو اجازت اجنبی دائیوں کے دودھ پلانے کی ہو (٢) ہاں اگر کوئی یہ ثابت کردے کہ جناب فاطمہ کا دودھ خراب ہوگیا تھا اوسوقت بقاعدہ طب غیر عورتونکے دودھ پینے کی اجازت ہوسکتی ہی مگر یہ بات ثابت نہوئی (٣) رہی نقلی دلیل وہ تو یہی روایت ہی کہ خدا نے زیر زبان ہمارے نبی کے چشمہ شیر جاری کردیا تھا تاکہ امام حسین کسی دایہ کا دودھ نہ پئیں اور آپکی غذا یہی اور بالیدگی اسی دودھ سے ہوا ور تمکو کیا خبر ہے کہ یہ دودھ تھا یا کوئی اور رطوبت تھی جو خدا نے خاص اسی فرزند گرامی قدر کیواسطے پیدا کی تھی جسکے سمجھنے میں آجتک ہماری عقلیں حیران ہیں (٤) اور اگر ہم تسلیم ہی کرلیں کہ یہ روایتیں دودھ پلانے اجنبی دایہ کی امام حسین کو صحیح ہی ہیں تو ہم یہ کہیں گے کہ یہ فعل بعد اس زمانہ کے ہوا ہوگا جس زمانہ تک خدا کو منظور تھا کہ امام حسین کا گوشت اور ہڈی جناب رسول کے گوشت سے پیدا ہوں (جس غرض سے یہ معجزہ خدا نے ظاہر کیا ہے (٥) اس مسئلہ میں بحث کرنی کچھ زیادہ مفید نہیں ہے اسلئے کہ ہم اور ہمارا مخالف دونوں کو اپنے دعویٰ کے اثبات اور رد میں جیسا قاعدہ مناظرہ کا ہے قدرت نہیں ہے (٦) لہذا لایق ہے کہ جو کچھ آیت قرآن سے ثابت ہوتا ہے اوسی پر مدار اعتقاد کریں اور اسی آیت پر اپنا عقیدہ قایم کردیں -

(١) فالاٰية دلت على ان حمله وفصاله كان ثلثون شهرا- والتاريخ دل على ان حمله كان ستة اشهر بقي بعد اسقاط الستة اربعة وعشرون شهرا وهو الرضاع التام (٢) سواء كان اتمها رسول الله صلعم او مرضعة اخرى لا يضر ذلك لما نحن بصدد اثباته (٣) وهو ان الله جل ذكره يقول بعد ذكر اكراه الحمل والوضع وتعين زمانيهما وهو قوله حتى اذا بلغ اشده (٤) ثم عطف عليه بقوله وبلغ اربعين سنة ولا يخفى عليك ان سن النمو عند الاطباء ينتهي الى خمس وثلثين فبلوغ المولود اشده الجسماني ينتهي الى تلك المدة وبعدها سن الوقوف اي لا يزيد ولا ينقص الى سبعة سابيع وهو تسع واربعون (٥) فلهذا ايناسب ان يراد من قوله ثم اشده هو كماله في الامور الجسمانية-

(١) آیت نے دلالت کی کہ حمل اور دودہ چھڑانیکا زمانہ کل تیس ماہ کا تہا اور تاریخ سے بخوبی ثابت ہے کہ زمانہ حمل امام حسینؑ چہہ مہینے کا ہے اب ۶ کو ۳۰ سے نکالا ۲۴ رہ باقی رہے اور یہی پورے رضاع کا زمانہ ہے جناب رسولؐ نے اسکو اپنی زبان چوسا کر پورا کیا ہو خواہ اور دودہ پلانیوالی عورات نے دونو باتیں ہمارے مطلب کو مضر نہین ہین جسکے اثبات کے ہم در پے ہین (٢) اور وہ مطلب یہ ہے کہ خدا نے پہتر سنہا اس آیت مین بعد ذکر اکراہ حمل اور وضع حمل اور تعین زمانہ بتیس ماہ کے یہہ فرمایا کہ تا اینکہ پہونچا وہ مولود اپنی پوری طاقت کے زمانے کو وہ طاقت جسمانی اور روحانی دونون مرادہین جسکی توضیح فقرات آیندہ اسی آیت کی ہوتی ہے (٤) پہر خدا نے فرمایا کہ وہ مولود چالیس برس کو پہنچا ظاہر ہے کہ سن نمو جس مین پوری قوت اعضائے جسمانی کی تمام ہوتی ہے اطبا نے ٣٥ برس تجویز کئے ہین لہذا اس فقرہ سے مراد تو یہی زمانہ ہے اور بعد ٣٥ برس کے سن وقوف ہے کہ کمی ہوتی ہے نہ زیادتی ٤٩ برس تک یہ سن وقوف ہے (٥) اسیوجہ سے مناسب ہے کہ اس فقرہ سے شدت اور قوت جسمانیہ کی مراد ہو اور اگر ہو جسمانیہ اور روحانیہ دونون مراد ہون یہی ہوسکتا ہے کہ پانچ برس تک استعمال ہو تعلیم اور بعد ٣٥ برس کے تا اینکہ چالیس برس پورے ہوگئے اب دیکھو کہ یہہ مولود کس درجہ پر ہے -

---

(۱) ویؤیده ما قال الله عز من قائل
في سورة القصص حكاية عن نبينا
موسىٰ ولما بلغ اشده واستوى
اتيناه حكما وعلما وكذلك نجزي
المحسنين (۲) ولعل المراد من الاستواء
بلوغه اربعين سنة اذ هو
زمان تشريف اكثر الانبياء ؑ
بشرف النبوة (۳) وبالجملة
فمصداق الايتين في بلوغ
اشده واحد وكذلك في امور
اخر (۴) ولما اثبتنا المشابهة
في تحريم المراضع بين موسىٰ و
وبين الحسينؑ وقلنا ان الحسين زاد
في ذلك فحري بنا ان نثبت الزيادة
في كون الحسينؑ اشد ايضا فانظر الى
قوله في الايتين ففي هذه الاية
يقول سبحانه انه اعطى نبينا موسىٰ
حكما وعلما ومع ذلك قال موسىٰ
رب بما انزلت الي من خير فقير
وانما قال ذلك لانه كان جائعا
يطلب من الله الخبز كما قاله علي

(۱) اسی کی تائید وہ آیت سورۂ قصص کی کرتی ہے جو حضرت
موسیٰ کی طرف خطاب کرکے خدا فرماتا ہے جب پہونچے موت
پنے زور جسمانی پر اور سنبھلے ہم نے اونکو دی حکمت نبوت
اور علم دیا اور اسیطرح ہم محسنین کو عوض دیتے ہین (۲)
شاید مراد سنبھلنے سے بھی چالیس برس سے ہوا سلئے
کہ دہی زمانہ اکثر انبیا کو شرف نبوت حاصل ہونے
کا ہے (۳) خلاصہ یہ ہے کہ دونون کا مصداق
اشد کے لفظ سے ایک ہے اسی طرح اور امور
جو دونون آیات مین ہین وہ بھی واحد ہین اور
ہماری مراد اب پوری ہوگئی (۴) جب ہمنے
ثابت کر دیا کہ دودھ پلانے کے حرام ہونے مین
حضرت موسیٰ اور امام حسین پر مشابہت ہے
اور امام حسین مین زیادتی بھی ہے اب
اب لائق ہے کہ ان دونون آیتون مین جو لفظ
اشد ہے مشابہت پیدا ہوے اوسکو بھی ہم لکھین
(۵) دیکھو اس آیت مین خدا فرماتا ہے کہ ہم نے موسیٰ
کو حکومت دی اور علم دیا ہے اور باوجود اسکے پھر
حضرت موسیٰ نے دعا کی پروردگارا مین جو کچھ تو نے
خیر مجھپر نازل کی ہے پھر بھی محتاج ہون اور یہ قول
اوسوقت کہا ہے کہ آپ بھوکے تھے اور روٹی طلب
کرتے تھے جناب امیر نے بھی ارشاد فرمایا ہے

(۱) فانه لما خرج خائفا مترقبا كان لا
يدخل في البلاد المعمورة بل يسير في
الصحاري والبراري والقفار ويأكل
الخضراوات فيظهر خضرتها من جلد
بطنه (۲) لكن مع ضعفه هذا وكونه
جائعا سقى لبنات شعيب من ماء
مدين بعد ان حمل صخرة تقوى على
حملها اربعون او خمسون رجلا (۳)
ثم تولى الى الظل وقال رب بما
انزلت الآية (۴) فصدق قوله تع
انه بلغ اشده يعني في القوة الجسمانية
(۵) وختم مسيره هذا على ان لقي شعيبا
فاعطاه عصاه وقال له لا تخف نجوت
من القوم الظالمين ثم اعطاه الله النبوة
هذا ما كان من امر موسى (۶) وانه كلما اعطاه
الله فانما اعطاه في سفره هذا (۷) وكذلك
سيدنا الحسين لما خرج من المدينة قاصدا العراق
قتلا قوله تع وخرج منها خائفا يترقب قال
رب نجني من القوم الظالمين (۸) يريد ان
خروجه من المدينة يضاهي من خروج
[illegible]

(۱) جب فرعون کے خوف سے حضرت نے وہ جگہ چھوڑی تو آبادی
کو چھوڑ کر جنگل اور صحرا مین بخوف گرفت فرعون چلتے تھے اور
جنگل کی پتیان کہاتے تھے لاغر اسقدر ہوتے تھے کہ شکم مبارک سے سبزی
نباتات کی جلد شکم سے نظر آتی تھی (۲) باوجود اس ضعف کے اور عین حالت
گرسنگی مین چشمہ مدین سے وہ پتھر تنہا اوٹھا لیا جسکو چالیس خواہ
پچاس آدمی اوٹھاتے تھے اور جناب شعیب کی صاحبزادیون کی
بھیڑ اور بکریون کو پانی پلا دیا (۳) پھر سایہ مین درخت کے آرام
کی خاص غرض سے بیٹھے اور بھوکے زیادہ تھے تب یہ دعا فرمائی
کہ پروردگارا مین محتاج ہون (۴) اب صادق آیا قول خدا کا کہ
موسیٰ اپنے زور جسمانی کو پہونچ گئے (۵) اس سفر موسیٰ کا خاتمہ یہی
ہوا کہ حضرت شعیب سے آپکی ملاقات ہوئی اور اپنا عصا انھون نے
حضرت موسیٰ کو دیا اور فرمایا اب خوف نکرو تم نے نجات پائی
قوم ظالمین سے پھر اسکے بعد خدا نے حضرت موسیٰ کو نبوت عطا
کی یہ وہ قصہ ہے جو حضرت موسیٰ پر گذرا اور جو کچھ انکو خدا نے دیا
اسی سفر مین دیا (۶) یہی حال امام حسین کا ہے جسوقت
آپ مدینہ سے بارادہ عراق آمادہ سفر ہوے وہی آیت
پڑھی جو حضرت موسیٰ نے پڑھی تھی نکلے مدینہ سے خوفناک
امید نجات خدا سے رکھتے تھے اور دعا کی پروردگارا قوم
ظالمین سے مجھے نجات دے مطلب آپکا یہی تھا کہ
میرا نکلنا مدینہ سے مشابہ نکلنے حضرت موسیٰ سے ہے
[illegible] اپنے دشمنون سے [illegible] نکلے تھے

(١) موسى لقى فى سفره هذا نبينا
شعيبا وقال له لا تخف (٢) والحسين
لقى جده فى المنام ليلة التاسعة من
محرم وقال له يا حسين اخرج فان الله
شاء ان يراك قتيلا (٣) وتلك بشارة
لم يبشر بها غير الحسين كما تعلم
(٤) موسى اطعمه نبينا شعيب
على جوعه والحسين لما اذاه الجوع
والعطش فاتى جده وسقاه من ماء
الكوثر وقال له يا بنى يكون افطارك
عندى الليلة (٥) موسى سقى العنوز
والضوائن لبنات شعيب ورفع صخرة
من العين (٦) والحسين اظهر لاصحابه
عينا من الماء فى اليوم السادس من المحرم وركز
برجله يوم العاشر فظهر عين الماء وشربوا
منه فارتحلوا الى جوار الله بعد ريهم بعد
ما يقوله الرضا انهم لم يستشهدوا
عطاشا بل استشهدوا باردة الاكباد
(٧) وقد اوردنا الرواية مستوفى
فى كتابنا المائتين فاطلب تفصيله
من هناك

(١) موسیٰ اس سفر میں جناب شعیب سے ملے اور اُنہوں نے
فرمایا اب تم نہ ڈرو (٢) اور حسینؑ اسی سفر میں مقام پر شب نہم
ذی الحجہ خواب میں ملاقی ہوئے آپنے نانا سے اور اُنہوں نے
بشارت دی اے حسینؑ اب تم نکلو یہاں سے جاؤ اپنی منزلگاہ کو
خدا نے چاہا ہے کہ تمکو مقتول دیکھے (٣) یہ بشارت ایسی ہے
کہ سوائے حسینؑ کے اور کسی کو نصیب نہیں ہوئی جیسا کہ تمکو
معلوم ہے (۴) موسیٰ کو حالت گرسنگی میں حضرت شعیب نے
کہانا کہلایا اور حسینؑ جب تین روز بہوکے پیاسے رہے آپکے
نانا نے آپکو آب کوثر سے سیراب کیا اور فرمایا اے فرزند
آج شب کو تمہارا افاقہ میرے ساتھ بہشت میں ہوگا یعنی
بعد شہادت کے تم ہمارے مہمان ہوگے (٥) موسیٰ نے چند
بکریاں اور بہیڑیں دختران شعیب کو چشمہ سے بہاری پتھر اوٹھا کر
سیراب کیا (٦) اور حسین نے شاید چھٹی تاریخ محرم کے ایک
چشمہ اپنے اصحاب کیواسطے پانی کا ظاہر فرمایا جسکو خاص
اعزا نے کہودا ہے اور بروز عاشورہ پاؤں کی ٹھوکر مار کر ایک
چشمہ پانی کا نکالا اوسی پانی کو اصحاب پیکر جوار رحمت الٰہی
میں پہونچے اسی کی نظر سے تو امام رضا نے فرمایا کہ اصحاب
حسین دنیا سے پیاسے نہیں گئے بلکہ سیراب ہوکر
ٹھنڈے کلیجہ سے شہید ہوئے ہم نے یہہ حدیث
مائتین میں پوری لکھی ہے وہاں اسکو پڑہو۔

(1) موسى اختبره الله سبحانه فى انتخاب
انصاره فاختار موسى من قومه سبعين
رجلا فوقعت الخيرة على المنافقين
(2) واختار الحسين سبعين رجلا من
اقوام مختلفة فوقعت الخيرة على
المومنين (3) موسى لما امرهم
بالقتال قالوا يا موسى اذهب
انت وربك فقاتلا انا ههنا
قاعدون (4) واصحاب الحسين
كانوا يمنعونه واعزته من القتال ما دام
فيهم عين تطرف (5) موسى سال ربه
فقال واجعل لى وزيرا من اهلى هارون
اخى فقبل الله سبحانه دعاءه وجعل
اخاه هارون وزيرا له (6) والحسين
دعا كما فى الاية الثالثة واصلح
لى فى ذريتى فجعل فى ذريته من الائمة
الهادين سلام الله عليهم اجمعين
(7) هذا ما نقوله فى اثبات الزيادة
لا مزريا ولا متبجحا بل
امتثالا لقوله واما بنعمة ربك
فحدث

(1) موسیٰ کا خدا نے انتخاب اصحاب میں امتحان لیا حضرت
موسیٰ نے ستر آدمی اپنی قوم کے منتخب فرمائے اور
اور سب منافق برآمد ہوئے (2) امام حسینؑ نے ستر انصار اقوام
مختلفہ سے چنے وہ سب کے سب مومن تھے (3) حضرت موسیٰ نے
جب اپنے ہمراہیوں سے جہاد اور قتال کی درخواست
کی وہ سب کہنے لگے کہ تم اور تمہارا خدا دونو جاکر جہاد کرو ہم
اسی جگہ بیٹھے تماشا دیکھیں گے (4) اور اصحاب حسین آپکو
اور آپکے عزیزوں کو لڑنے سے روکتے تھے اور شہید ہونے
سے منع کرتے تھے جبتک زندہ رہے اونکا یہ قول تھا اگر حسینؑ
یا اونکا کوئی عزیز ہمارے سامنے مارا گیا بروز قیامت ہم
رسول خدا صلعم کو کیا مونہ دکھائیں گے رحمہم اللہ (5)
موسیٰ نے اپنے خدا سے درخواست کی خدایا میرے بھائی
ہارون کو میرا وزیر اور خلیفہ کردے اس دعا کو خدا نے
قبول فرمایا اور حضرت ہارون کو وزیر اور خلیفہ انکا مقرر
کردیا (6) امام حسینؑ کی دعا جو اس آیت میں وارد ہے
کہ خدایا میری ذریت کو میرے واسطے باصلاح
اور نیکی کردے خدا نے انکی ذریت میں نو امام معصوم ہادیان
راہ خدا مقرر فرمائے سلام خدا کا سب پر ہو (7) یہ نسبتیں
اوس زیادتی کے اثبات میں ہمنے لکھی ہیں جن کا دعویٰ اوپر
کیا تھا معاذ اللہ کوئی گستاخی اور بے ادبی جناب حق کی نسبت
منظور نہیں بلکہ بجا آوری حکم خدا کی غرض سے فرماتا ہے کہ نعمت خدا کا اظہار

(۱) ثم لما كان بغيتنا اثبات مشاكلته
في بلوغ الاشدية وقد اشتبناها
في اكثر الامور (۲) بقي ذكر اشدية
الحسين في البطالة والشجاعة في
الحرب (۳) فكما ان موسى اظهر لقوة
الجسمانية مع كونه جائعا كذلك اظهر
الحسين قوة جسمانية مع كونه
جائعا عطشانا من ثلثه ايام في
حمل اجساد اصحابه الى خباء مخصوص
ومنعهم ان يجزوا روسهم مادام هو
حي (۴) وفرق بين حمل الصخرة
وبين الحمل الاجساد فان حمل الصخرة
انما يحتاج الى قوة جسمانية فحسب
وحمل الاجساد يحتاج مع ذلك الى
بطش شديد ومقاومة الاشرار بالمكافحة
والطعن والضرب فثبت الزيادة في
هذه الاشدية ايضا (۵) وان
ذكرت بطشه في حملاته يوم
عاشوراء الطال المقال فحسبك
ما قلت لك والله سبحانه يجعل
من يشاء شديد المحال

(۱) پھر چونکہ ہماری خواہش اور آرزو اس باب میں یہی ہے
کہ کہ مشابہت حضرت موسی اور امام حسین کی زور آوری
وغیرہ میں ثابت کریں اور اکثر امور میں ثابت کر چکے (۲)
اب زور جسمانی اور شجاعت امام حسین کی حرب و ضرب کا ثبوت باقی ہے
(۳) دیکھو جسطرح حضرت موسی نے اپنی قوت اور زور جسمانی کو
باوجودیکہ بھوکے تھے ظاہر فرمایا اوسی طرح بلکہ اوس سے زیادہ
امام حسین نے اپنی قوت جسمانی کو تین روز کی بھوک پیاس
میں لاشہائے شہدا کو قتلگاہ سے ایک مخصوص خیمہ میں لاکر
ظاہر فرمایا اور غرض اس سے یہ تھی کہ لشکریان یزید ان شہدا کے
سر کاٹنے نہ پائیں جبتک آپ زندہ ہیں (۴) بڑا فرق ہے
پتھر کے اوٹھانے میں اور لاشہائے شہدا کے اوٹھانے میں
اسلئے کہ پتھر کا اوٹھانا محض قوت اور زور جسمانی کا محتاج ہے
اور لاشہائے شہدا کا اوٹھانا علاوہ زور جسمانی کے قوی دلی
اور دلیری اور دشمنان شریر کا مقابلہ تیغ زنی نیزہ بازی
کو بھی چاہتا ہے اب تو امام حسین کی زیادتی اس میں بھی
ثابت ہوئی (۵) اب اگر ہم آپکے حملہ شرار جو بروز عاشورہ
تنہا اسی بھوک اور پیاس میں حضرت سے کئے گئے ہیں
اونکو لکھیں طول ہوگا بس اسیقدر کافی ہے جو
لکھہ چکے اور خدا سب سے زیادہ جدال میں قوی
کردیتا ہے جسکو چاہتا ہے۔

(۱) ولندفع الان الشبہات التی
تورد علی کون الحسینؑ مختصا
تبلک الایة اعنی الایة الثالثہ
(۲) فاولی الشبہات ان توصیة
اللہ الاحسان بالوالدین عامہ
لاتختص بشخص واحد وجوابہ
قد مر مما سلف من کون الام
کارھة للحمل والوضع (۳)
ومما ذکر اللہ تعالیٰ فی آخر
الایة وھی امور لاتوجد الا
فی نبی او وصی (۴) فان قال قائل
ان اکراہ الحمل والوضع وان ثبت فی
ام الحسینؑ خاصة وھو سبب للتوصیة
بالاحسان فکان یجب علی اللہ
ان یوصی بالاحسان لامہ و
والدتہ خاصةً فما وجہ التوصیة
للوالدین (۵) فجوابہ ان السبب
سببان سبب قریب وسبب
بعید ولاشک فی ان السبب
البعید لتلک الحالات ھو
الاب۔

(۱) اب ہمکو لازم کہ اُن شبہات کو رفع کریں جو اس آیت سیوم کے خاص ہونے پر امام حسینؑ سے وارد ہوتی ہین (۲) پہلا شُبہ یہی ہے کہ خدا کی وصیت والدین سے احسان کرنے کی عام ہے کسی شخص سے خاص نہین ہے اور اسکا جواب اوپر گذر چکا ماں کی ناگواری حمل اور وضع حمل سے (۳) ایضًا خدا نے جو امور آخر آیت مین ذکر فرمائی ہین وہ سوائے نبی یا وصی نبی کے عام اطفال مین نہین پائی جاتی لہذا کوئی خاص ہی انسان مراد ہے اور خاص ہو لو مین اس آیت کا مصدق امام حسین پر ہی منحصر کردیا یہ شُبہ تو رفع ہو گیا (۴) اب اگر کوئی یہہ اعتراض کرے کہ حمل اور وضع حمل کی ناگواری اگرچہ خاص مادر امام حسینؑ مین ثابت بھی ہوئی اور یہی سبب ہے احسان کرنے کی وصیت کا تو اس سے لازم ہے کہ خدا فقط مادر حسینؑ کے ساتھہ احسان کی وصیت کرتا باپ کو اس مین کیون ملایا اون کے ساتھہ بھی احسان کا حکم ہوا ہے (۵) اسکا جواب یہ ہے کہ سبب کی دو قسمین ہین ایک سبب قریب اور دوسرا سبب بعید اور کچھ شک نہین کہ سبب بعید ان سب امور کا باپ ہی مراد یہہ ہے کہ حاملہ ہونے کا سبب تو باپ ضرور ہے اور پھر وضع حمل تابع حمل کے ہے اوسکا بھی سبب بعید باپ ہوا لہذا باپ کے ساتھہ احسان کرنا بھی ضرور ہوا

(۱) والى هذا يشير قوله تعالى فى اخر
الاية انعمت علي وعلى والدي (۲)
لان من جملة النعم الله سبحانه على
ابيه ان الله اعطى له قوة يتمكن
بها على ايصال النطفة فى الرحم
وهو المراد من الحمل (۳) وتلك
النعمة هى اولى واحرى بان
تكون مرادة فى هذا الانعام
فانه تعالى يذكر فى الاية الحمل و
الوضع والرضاع والفطام والاب
سبب بعيد لكلها (۴) والشبهة الثالثة
انكم تدعون ان فاطمة سلام الله عليها
لم ترضع الحسين وظاهر الايتان الحمل والفصال
كلها صادران للام فكيف يصدق
تلك الاية على الحسين (۵)
وجوابه ان الاية مجملة لا ظاهرة
فيما ادعاه المورد والفصال للاطفال
الذين يرضعون عن مرضعات
غير الام ايضا ينسب الى الام (۶)
فلا ضير فى انتسابه الى ام الحسين
ان لم ترضعه وهذا امر جلى لا ستر فيه

(۱) اور اسی طرف اشارہ ہے آخر آیت مین جو خدا
کہتا ہے کہ مجھپر اور میرے مان باپ پر تونے انعام کیا ہے
اسلئے کہ منجملہ نعمتہاے الہی کے ایک بڑی نعمت باپ
پہ یہی ہے کہ خدا نے اوسکو نطفہ رحم مادر مین پہونچانیکی
قوت دی ہے اور اسی کی وجہ سے عورت حاملہ ہوتی ہے
(۳) اور یہی نعمت اس آیت مین زیادہ تر مراد ہونیکے لایق
ہے اسلئے کہ ذکر تو حمل اور وضع حمل اور دودہ پلانے اور
دودہ چھڑانے کا یہان ہو رہا ہے اور یہ سب امور
تابع حمل کے ہین جب حمل کا سبب باپ ہے پہر ان سبکا
بہی ضرور ہے اور یہ بات ظاہر اور بدیہی ہے (۴)
تیسرا شبہ یہ ہے کہ تمہارا دعوی ہے کہ جناب فاطمہ
نے امام حسین کو دودہ نہین پلایا اور ظاہر آیت کا
یہی ہے کہ حمل اور فصال یعنی دودہ پلانا چھوڑانا دونو کام
مادر سے ہوئے ہین پہر کیونکر یہہ آیت امام حسین
پر صادق آئیگی (۵) جواب یہہ ہے کہ یہ آیت مجمل ہے اسکا
ظاہر یہہ نہین ہے جو یہ معترض کہتا ہے - اور دوسرا جواب
یہہ ہے کہ جو لڑکے دائیون کا دودہ پیتے ہین انکا دودہ چھڑانے
کی نسبت بہی تو مان ہی کیطرف دیجاتی ہے پہر کیا ضرر ہے
اگر اسکے معنی بہی یہی ہون کہ جناب فاطمہ نے امام حسین کا
دودہ چھوڑایا اور یہہ جواب صحیح اور اس مین کوئی
پوشیدگی نہین ہے

(۱) ولندفع الآن الشبهات التي
تورد على كون الحسين مختصا
بتلك الاية اعني الاية الثالثة
(۲) فاولى الشبهات ان توصية
الله الاحسان بالوالدين عامة
لا تختص بشخص واحد وجوابه
قد مر مما سلف من كون الام
كارهة للحمل والوضع (۳)
ومما ذكر الله تعالى في آخر
الاية وهي امور لا توجد الا
في نبي او وصي (۴) فان قال قائل
ان الكره في الحمل والوضع وان ثبت
ام الحسين خاصة وهو سبب للتوصية
بالاحسان فكان يجب على الله
ان يوصي بالاحسان لامه و
والدته خاصة فما وجه التوصية
للوالدين (۵) فجوابه ان السبب
سببان سبب قريب وسبب
بعيد ولا شك في ان السبب
البعيد لتلك الحالات هو
الاب۔

(۱) اب ہمکو لازم کہ اُن شبہات کو دفع کرین جو اس آیت
سیوم کے خاص ہونے پر امام حسین سے وارد ہوتی ہین
(۲) پہلا شُبہ یہی ہے کہ خدا کی وصیت والدین سے
احسان کرنے کی عام ہے کسی شخص سے خاص نہین ہے اور
اسکا جواب گذرچکا ماں کی ناگواری حمل اور وضع
حمل سے (۳) ایضًا خدا نے جو امور آخر آیت مین ذکر
فرمائی ہین وہ سوائے نبی یا وصی نبی کے عام اطفال مین
نہین پائی جاتی لہذا کوئی خاص ہی انسان مراد ہے اور
خاص ہو لو مین اس آیت کا مصدق امام حسین پر ہی منحصر
کردیا یہ شُبہ تو دفع ہو گیا (۴) اب اگر کوئی یہہ
اعتراض کرے کہ حمل اور وضع حمل کی ناگواری اگرچہ
خاص مادر امام حسینؑ مین ثابت بھی ہوئی اور یہی سبب
ہے احسان کرنے کی وصیت کا تو اس سے لازم یہہ ہے
کہ خدا فقط مادر حسینؑ کے ساتھہ احسان کی وصیت
کرتا باپ کو اس مین کیون اون کے ساتھہ بھی احسان
کا حکم ہوا ہے (۵) اسکا جواب ہے کہ سبب کی دو قسمین
ہین ایک سبب قریب اور دوسرا سبب بعید اور کچھ
شک نہین کہ سبب بعید ان سب امور کا باپ ہی
ہے مراد یہہ ہے کہ حاملہ ہونے کا سبب تو باپ ضرور ہے
اور پھر وضع حمل تابع حمل کے ہے اوسکا بھی سبب بعید
باپ ہوا لہذا باپ کے ساتھہ احسان کرنا بھی ضرور ہوا

(۱) والی هذا یشیر قوله تعالی فی اخر
الآیة انعمت علی وعلی والدی (۲)
(۳) لان من جملة النعم الله سبحانه علی
ابیه ان الله اعطی له قوة یتمکن
بها علی ایصال النطفة فی الرحم
وهو المراد من الحمل (۳) وتلک
النعمة هی اولی واحری بان
تکون مرادة فی هذا الانعام
فانه تعالی یذکر فی الآیة الحمل و
الوضع والرضاع والفطام والاب
سبب بعید لکلها (۴) والشبهة الثالثة
انکم تدعون ان فاطمة سلام الله علیها
لم ترضع الحسین وظاهر الآیة ان الحمل والفصال
کلها صادران للام فکیف یصدق
تلک الآیة علی الحسین (۵)
وجوابه ان الآیة مجملة لا ظاهرة
فیما ادعاه المورد والفصال للاطفال
الذین یرتضعون عن مرضعات
غیر الام ایضا ینسب الی الام (۶)
فلا ضیر فی انتسابه الی ام الحسین
ان لم ترضعه وهذا امر جلی لا ستر فیه

(۱) اور اسی طرف اشارہ ہے آخر آیت مین جو خدا
کہتا ہے کہ مجھپر اور میرے مان باپ پر تو نے انعام کیا ہے
اسلئے کہ منجملہ نعمتہائے الہی کے ایک بڑی نعمت باپ
پر یہی ہے کہ خدا نے اوسکو نطفہ رحم مادر مین پہونچانیکی
قوت دی ہے اور اسی کی وجہ سے عورت حاملہ ہوتی ہے
(۳) اور یہی نعمت اس آیت مین زیادہ تر مراد ہونیکے لایق
ہے اسلئے کہ ذکر تو حمل اور وضع حمل اور دودہ پلانے اور
دودہ چھڑانے کا یہان ہو رہا ہے اور یہ سب امور
تابع حمل کے ہین جب حمل کا سبب باپ ہے پہر ان سبکا
بہی ضرور ہے اور یہ بات ظاہر اور بدیہی ہے (۴)
تیسرا شبہ یہ ہے کہ تمہارا دعوی ہے کہ جناب فاطمہ
نے امام حسین کو دودہ نہین پلایا اور ظاہر آیت کا
یہی ہے کہ حمل اور فصال یعنی دودہ پلانا چھوڑانا دونو کام
مادر سے ہوئے ہین پہر کیونکر یہہ آیت امام حسین
پر صادق آئیگی (۵) جواب یہہ ہے کہ یہ آیت مجمل ہے اسکا
ظاہر یہہ نہین ہے جو یہ معترض کہتا ہے۔ اور دوسرا جواب
یہ ہے کہ جو لڑکے دائیون کا دودہ پیتے ہین انکو دودہ چھڑانے
کی نسبت بہی تو مان ہی کیطرف دیجاتی ہے پہر کیا ڈر ہے
اگر اسکے معنی یہی ہون کہ جناب فاطمہ نے امام حسین کا
دودہ چھوڑایا اور یہہ جواب صحیح اور اس مین کوئی
پوشیدگی نہین ہے۔

(١) ونريد الان ان نذكر ملخصا الامور
التي تدل على اختصاص الحسين بتلك الاية
وان ذكرناها مفصلا فيما سبق (٢) فنقول
احدها الكراهة للحمل والوضع وهو ثابت
في ام الحسين بالتواتر (٣) وثانيها تحديد
الحمل والفصال بثلثين شهرا ولكون حمله
ستة اشهر وكون الرضاع التام حولين
كاملين ايضا تختص بالحسين (٤) وثالثها
بلوغه باشده وباربعين سنة (٥) و
خرج منه الذين لا يبلغون الى اربعين
سنة (٦) ورابعها دعائه الذي ذكره الله
سبحانه في تلك الاية من تادية الشكر
له ولوالديه واستدعائه للعمل الصالح
الذي يرضى به الله (٧) خامسها اصلاح ذريته
وكونه مستجابا بثبت بوجود الائمة التسع
في ذريته (٨) وسادسها الخبارة بالتوبة
والرجوع الى الله (٩) وسابعها
كونه من المسلمين كما اسلم ابراهيم و
اسمعيل على الذبح وهو دليل خاص
على كون الحسين مراد الاية كما نذكره
في الباب الخامس

(١) اب ہمارا ارادہ ہے کہ خلاصہ کے طور سے اون
امور کو بیان کرین جنکی وجہ سے یہ آیت مخصوص ہے امام
حسینؑ سے اگرچہ پہلے ہمنے انکو مفصل بیان کردیا ہے (٢)
ہم کہتے ہین پہلی بات تو یہی ناگواری حمل اور وضع حمل کی اور
یہ بات جناب فاطمہ مین بتواتر ثابت ہو چکی (٣) دوسری
بات تیس ماہ کی تعیین حمل اور دودھ چھڑانیکی چونکہ امام حسینؑ
کا حمل چھہ ماہ کا تہا اور پوری مدت دودھ پلانے کی دو
برس ہے لہذا یہہ بہی مخصوص امام جناب امام حسینؑ سے ہوا (٤)
تیسری بات پہونچنا اُس مولود کا پوری قوت پر اور پہر چالیس برس
کا ذکر خدا نے فرمایا اس سے بہی تخصیص بنی یا وصی بنی کے
ہوئی (٥) اس لفظ سے وہ لوگ خارج ہو گئے جن کی عمر ۴٠ کی نہو
(٦) چوتہی بات دعا کرنی اوس مولود کی جسکو خدا نے اس آیت مین
ذکر فرمایا ہے ادائی شکر نعمت جو اُن پر اور انکے والدین پر خدا نے
کی ہے اور طلب کرنا توفیق عمل نیک کا جس سے خدا راضی ہو اور یہہ راہ خدا
زیادہ کون ہے جس سے خدا راضی ہو (٧) پانچوین اصلاح
ذریت جسکا مستجاب ہونا اسی دلیل سے ثابت ہوا کہ نو امام آپکی ذریت
مین خدا نے پیدا کئے (٨) چہٹی توبہ کرنا اور رجوع بطرف خدا کے
کرنا (٩) ساتوین اونکا منجملہ مسلمین کے ہونا مثل اسمٰعیل کے
اور یہ ساتوین بات بہی دلیل خاص ہین کہ مراد اس
آیت سے امام حسینؑ ہی ہین اور کوئی نہین ہے
چنانچہ ہم لکھنے ہین باب پنجم مین انشا اللہ تعالے

الباب الخامس اثبات الشهادت من ايات الذبح العظيم وفيه ست ايات

ان لفظ الذبح بكسر الدال معناه لغة ما يذبح (٢) وليس في القرآن لفظ من مادة ذ ب ح سوى هذا اللفظ وما ذبح على النصب وذبح البقر (٣) ثم لكون الذبح بالشهرة واقعا على نبينا اسمعيل وعلى السبط الاصغر لنبينا وهو الحسين ولم يكن بين نبينا ابراهيم وبينهم من بعث اليهم امور يحثهم نغوهم على ما يغزى امة نبينا محمد صلعم (٤) فلهذا امتنى المساعى لهذه الامة هو انها كما صدر منها فعل الذبح على سبط نبيه لينقطع نسل نبيهم وا يبقى على بسيط الارض احد ممن يذكره باسمه (٥) كذا يسعى في انكار عظمة ذالك الذبح وشناعة الذبح ايضا (٦) لكنها في غفلة عظيمة من ان الله سبحانه جعل لذلك الذبح نبينا نامرضا وعلما واضحا لا يندرس ولا يبلى -

پانچوان باب شہادت کا اثبات آیت ذبح عظیم سے اور اس مین چھ آیتین ہین

ذبح بکسر دال اسکے معنی لغت عرب مین جو شئے کہ ذبح کیجائے آدمی یا چرند پرند کچھہ کیون نہو (٢) قرآن مجید مین مادۂ ذ ب ح سے پس دوہی تین لفظین وارد ہین ایک تو ذبح عظیم اور دوسرے (ما ذبح علی النصب) اور ذبح بقرہ (٣) پہر چونکہ ذبح ہونا انسان کا بالتو شہرت ہماری نبی اسمعیل پر واقع ہوا اما کہ چھوٹے نواسے ہماری نبی صلعم کے یعنی امام حسین پر واقع ہوا (یعنی مشہور جو ذبیحین ہین یہی دو بزرگوار ہین) اور حضرت ابراہیم اور آنکی امت مین ایسے امور عداوت کے نہ تھے جو امت کو برانگیختہ اور آمادہ کرنے اون باتون پر جن پر امت محمدی آمادہ تہی اور اب بہی ہے (٤) اسی سبب سے نہایت درجہ کی کوشش اس امت کی یہ ہے کہ جسطرح یہہ فعل ذبح کرنا فرزند رسول کا اس امت سے صادر ہوا تاکہ نسل نبوت زمین سے منقطع ہوجائے اور کوئی نام لینے والا اس مذبوح کا یا ذکر کرنیوالا اس واقعہ کا باقی نہ رہے (٥) اسیطرح یہ امت بزرگی اور عظمت اس ذبح کا انکار کرنے پر پوری کوشش کرتی ہے (٦) مگر بڑی بہاری غفلت امت کو یہہ ہے اسکو یہہ نہین خیال ہے کہ خدا نے اس واقع ذبح کی بنیاد ایسی مضبوط کی ہے اور اسکا نشان ایسا واضح بنایا ہے کہ ہرگز کسی کے مٹانے سے مٹ نہین سکتا اور نہ کہنگی اس سے اس کو ضرر ہوگا۔

(١) ولنشرع بعد تمهيد ناهذا الى اصل
المرام وهو ان قوله تعالى فى سورة
والصافات فى ذكر قصة ذبح
اسمعيل (٢) وفديناه بذبح
عظيم يريد منه ذبح سيدنا
الحسين وهو ادل دليل
على وقوع شهادته (٣) اما
عدم ذكر الحسين باسمه ونسبه
فقدمنا القول فى الباب
الاول فليطالع ثمة (٤) اما
تطبيق الاية على ماجرى
على الحسين فيستدل عليه بسياق
الاية وسياقها من الواقعات التى
لا يمكن ان ينكرها احد (٥) فاعلم
ان فى ذينك الذبحين امور مشاركة
وامور مفارقة (٦) لا نعنى بالمفارقة
فرقا يبطل وقوع الذبح الثانى بل
مفارقة زيادة للمصالح والحكم
التى يقتضى الله سبحانه فى وقوع
امثال تلك الوقائع العظيمة
بحفظ نظام العالم

(١) ہمکو لازم ہے کہ بعد اس تمہیدی بیان کے اصلی
مقصود کو شروع کریں اور وہ مقصود یہ ہے کہ یہ قول
خدا کا سورہ والصافات میں جہاں پر ذبح اسمعیل
کا ذکر خدا کرتا ہے تو یہ فرماتا ہے (١) فدیہ دیا ہم نے
اسمعیل کو ذبح عظیم سے اس ذبح عظیم سے مراد مذبوح
ہونا ہمارے سردار امام حسین کا ہے (٣) اور یہی آیت
پوری دلیل ہے کہ آپکی شہادت واقع ہوئی (١)
نام اور نسب امام حسین کا جو خدا نے اس جگہ ذکر نہ فرمایا
اسکے اسباب اور مصالح تو ہم نے باب اول میں
اسی رسالہ کے بخوبی لکھدئے ہیں انکو اسی مقام پر
دیکھو لیکن تطبیق آیت کی ماجرائے شہادت امام حسین سے
اسکو ہم سیاق اور سباق سے اسی آیت کے اور ایسے واقعات
تاریخی سے ثابت کرینگے جنکا کوئی انکار نہیں کرسکتا
(٥) اب یہ جان لو کہ ان دونوں ذبح کے واقعہ میں
چند امور تو مشترک ہیں اور چند امور سے باہم تفرقہ
کیا جاتا ہے (٦) تفرقہ کرنے والے امور سے
ہماری یہ غرض نہیں ہے کہ ذبح دوم یعنی شہادت
امام حسین کے واقعہ کو غلط ثابت کردیں بلکہ فرق
زیادتی مصالح اور حکمت ہائے الہی کا ہے جنکی وجہ سے
خدا ایسے ایسے واقعات عظیمہ واقع کرتا ہے تا انتظام
عالم کا درست محفوظ رہے ۔

(۱) بل الامور المشارکة فی الظاهر
ایضاً امور نثبت منها الفرق بین
کلا الذبیحین کما یأتی (۲) فالامور
المشارکة تسعة امور احدها بنائهما
علی الرویا الثانی کون الذبیحین
محبوبین محبة زائدة والثالث
سبق العلم بوقوع الواقعة بسبب
العرفة وهو الیوم التاسع (۳) والرابع
کونهما لاذنب لهما والخامس وقوعها
فی الشهر الحرام اعنی فی ذیحجة والمحرم
فی الیوم العاشر منها بعد العرفة (۴)
السادس وقوع الواقعتین بواد غیر
ذی زرع بعید عن الوطن السابع
الرضا بالقضا وتسلیم امر الله الثامن
وقوع الذبح علی القفا وهو غیر معتاد
(۵) التاسع فلول المدیة فی کلا
الذبیحین (۶) وهذه المشارکات
انما هی بحسب جلی النظر واما
النظر الدقیق فهی لیست
مشارکات اصلا (۷) ولنبین
لك ببیان شاف ـ

(۱) بلکہ امور شارکہ بظاہر تو مشترک ہین مگر ہم انھین امور
سے فرق عظمت ذبح دوم کا ثابت کردین گے
چنانچہ اسکا بیان آتا ہے (۲) پہر امور مشترک اور
یہہ نو ہین پہلا امر تو یہی ہے کہ بنا دونو ذبح کی خواب
پرتھی دوسرا یہ کہ دو ذبح محبوب اپنے بزرگ
کی محبت زاید سے تہے تیسرا امر دونو واقعہ کا
علم قبل از وقوع بسبب یوم عرفہ کے ہوا تہا
یعنی نوین تاریخ سے (۳) چوتہا دونو ذبح بجرم وخطا
نہنے پانچوان دونو واقعہ شہر حرام یعنی ذالحجہ اور
محرم کی دسوین تاریخ واقعہ ہوئے بعد عرفہ
(دیکہو حکمت الہی کو اور ایمان لاؤ) (۱۰)
چہٹے غیر آباد زمین پر دونون کا واقع ہونا وطن سے
دور ساتوین راضی بقضائے الہی ہونا اور حکم خدا کو
مان لینا آٹھوین پس گردن سے ذبح کرنا جو ذبح مروج
کے خلاف ہے آہ صد آہ (۵) نوین چہری یا خنجر کا کند
ہونا دونو ذبیحین کی ذبح مین (۶) یہہ سب امور
ظاہر نظر مین تو مشترک ہین نہین ہین بلکہ انہین
امور سے عظمت ذبح دوم کے بخوبی ثابت ہوتی ہے
اور ذبح عظیم امام حسین ہی پر صادق آتا ہے (۷)
اب ہم اسکو شافی طور سے بیان کرین

(۱) فان الرؤیا التی رآها ابراهیم فهی
انما دلت علی کونه ذابحا لولده
اسمعیل ولم یر ما السر فی ذلک
الذبح وما سببه (۲) واما رؤیا
نبینا محمد صلعم فقد اشتملت علی
الاسباب الموجبة لوقوع ذبح سبطه
(۳) تامل یا اخی فی قوله تع مخاطبا
لنبیه فی سورة بنی اسرائیل
(۴) واذ قلنا لک ان ربک احاط
بالناس علما بین الله فیها احاطة علمه
بما یفعله الناس عموما (۵) وهذا مما یؤمن به
کل من یؤمن بالله فما الحاجة الی ذلک
القول (۶) فکانه توطیة وتمهید لما یذکره
الله بعد ذلک حیث یقول تع وما جعلنا الرؤیا
التی اریناک الا فتنة للناس والشجرة
الملعونة فی القرآن - یرید الله سبحانه
انا اریناک فی الرؤیا من صعود
القردة علی المنبر ویکون تعبیره
تملکهم وتغلبهم وغصبهم حقوق
ولدک من الخلافة وغیرها
من فتنة افتتن بها ابائهم

(۱) جو خواب حضرت ابراہیم نے دیکھا تھا وہ تو یہی تھا کہ وہ
جناب اپنے فرزند اسمعیل کو ذبح کر رہے ہین اور یہ اون کو
معلوم نہ تھا کہ اس مین کیا رمز ہے اور اسکا سبب کیا ہے
(۲) لیکن ہمارے نبی کا خواب اون اسباب پر بھی شامل تھا
جنکی نظر سے ذبح امام حسین واجب ہوا تھا (۳) نظر تامل دیکھو
خدا کے فرمانے کو جو سورہ بنی اسرائیل مین ہمارے نبی سے
خطاب کر کے فرمایا ہے (۴) یاد کرو اے محمد جب ہمنے تمسے کہا تھا
کہ تمہارا پروردگار آدمیون کے سب کردار پر اسکا علم محیط ہے
اس آیت مین خدا نے یہ بیان فرمایا کہ اوسکا علم جملہ افعال
اور کردار پر آدمیون کے محیط ہے نیک اعمال ہون یا بد کیسے ہی
کیون نہون (۵) یہ بات تو ایسی ہے جسپر ہر ایک آدمی مومن باللہ
عقیدہ رکھتا ہے پھر اسکے کہنے کی خدا کو حاجت ہی کیا تھی (۶)
پس گویا یہ فرمانا بمنزلہ توطیہ اور تمہید کے ہے جو اسکے بعد ارشاد
ہوا ہے اور وہ یہ آیت ہے جسمین خواب تمکو اے محمد دکھلایا ہے اوس سے غرض
آدمیون کے امتحان لینے کی ہے اور امتحان شجرہ ملعونہ کا جسپر
قرآن مین لعنت کیگئی ہے خدا اس قول سے ارادہ کرتا ہے
کہ تمہارے ممبر پر جو بندر چڑہتے ہوئے دکھلائی گئے اوسکی تعبیر یہ ہے کہ وہ
بندر (بنی امیہ) بادشاہ ہونگے ملک گیری کرینگے اور تمہاری
اولاد کے حقوق خلافت وغیرہ سب غصب کرینگے اور یہ امور
امت کی آزمایش کی غرض سے واقع ہونگے کہ کون ایمان
پر باقی رہتا ہے اور کون نہین رہتا ہے —

(۱) وايضا رويا ابراهيم ع منصوص
في القرآن وهو قوله يابني اني اري في
المنام اني اذبحك (۲) ورويا نبينا
غير منصوص فلابد لنا الرجوع في
تفسيرها الي من بفسرها وهو من انزل الله
عليه القرآن (۳) وقد فسر رسول الله
تلك الرويا بانه راى كان قردة
تصعد منبره وتنزل عنه بان بني امية
يملكون ويغلبون (۴) وروى
اصحابنا ان النبي لم ير ضاحكا قط
مذ راى تلك الرويا (۵) ثم لما فسر الشجرة
الملعونة بانهم بنو امية كما
رواه الرازي عن سعيد بن
المسيب واصلها هي هند ام معاوية
فاراها الله رويا كانها تفسير لرويا
نبينا (۶) رواها شهر اشوب عن
ابن عباس عن عائشة سئلت هند
عائشة ان تسئل النبي تعبير الرويا فقال صلعم
قولي لها فلتقصص رؤياها (۷) قالت
رائيت كان الشمس طلعت من فوقي
والقمر قد خرج من مخرجي

(۱) یہ بہی فرق دونو خوابون مین ہے کہ جناب ابراہیم کا خواب بعینہ
قرآن مین مذکور ہے وہ فرمانا حضرت ابراہیم کا اپنے فرزند سے

اے فرزند مین خواب مین دیکہتا ہون کہ تجہے ذبح
کر رہا ہون (۲) اور ہمارے نبی کا خواب قرآن مین تصریح
مذکور نہین ہے کہ آپنے کیا دیکہا تہا لہذا اسکو خواب کی
تفصیل جسپر قرآن اُترا ہے یعنی حدیث نبوی سے معلوم
ہوگا (۳) اور نبی نے یہہ فرمایا ہے مین نے خواب مین دیکہا
کہ چند بندر میرے منبر پر چڑہتے اور اوترتے ہین اور
اسکی تعبیر یہہ ہے کہ بنی امیہ سلطنت کرین گے اور انکو
غلبہ ہوگا (۴) ہمارے راویون نے ائمہ علیہم السلام سے روایت
کی ہے کہ اس خواب دیکہنے کے بعد پہر کبہی ہمارے نبی کو کسی نے ہنستے نہیں
دیکہا (۵) پہر چونکہ شجرہ ملعونہ سے مراد بنو امیہ ہین جیسا کہ فخر الدین
رازی نے بہی اپنی تفسیر کبیر مین سعید بن المسیب سے روایت کی
اور اصل یعنی جڑ انکی ہندہ مادر معاویہ ہتی لہذا خدا نے
ہندہ کو بہی ایسا خواب دکہلایا جو ہمارے نبی کے خواب کی گویا
گویا تفسیر تہا (۶) اسکے جناب شہر آشوب نے ابن عباس اور
اونہون نے عائشہ سے روایت کی ہے کہ ہندہ نے عائشہ سے
سوال کیا کہ میری خواب کی تعبیر جناب رسول سے پوچہو اسکا جواب
حضرت نے یہہ دیا اوس سے کہو اپنا خواب مجہسے بیان کرے (۷) ہندہ نے
کہا مین نے خواب مین دیکہا جیسے آفتاب میرے اوپر طالع ہوا
اور ماہتاب میرے اسمقام سے نکلا جہان سے بچہ پیدا ہوتا ہے

(۱) وكان كوكبا خرج من القمر اسود فشد
على شمس خرجت من الشمس اصغر
من الشمس فابتلعها فاسود الافق
لابتلاعها (۲) ثم رايت كواكب
بدت من السماء كواكب مسودة
في الارض الا ان المسودة احاطت
بافق الارض من كل مكان (۳)
فاكتحلت عين رسول الله بدموعه
وقال هند هي هذه الخرجي يا عدو
الله مرتين فقد جددت على احزاني و
نعيت الي احبائي (۴) فلما خرجت قال
اللهم العنها والعن نسلها فسئل عن تعبيرها
فقال اما الشمس التي طلعت فعلي بن
ابيطالب (۵) والكوكب الذي خرج كالقمر
فهو معاوية مفتون فاسق جاحد الله
وتلك الظلمة التي زعمت ورات
كوكبا يخرج من القمر اسود فشد على
شمس خرجت من الشمس صغر فابتلعها
فذلك ابني الحسين يقتله ابن
معاوية فتسود الشمس وتظلم
الافاق۔

(۱) اور ایک سیاہ ستارہ ماہتاب سے نکلکر ایک چھوٹے
سے آفتاب پر (جو بڑے آفتاب سے نکلا تھا) حملہ آور
ہوا اور اُسنے نگل گیا اسوجہ سے اُفق سیاہ
ہوگیا یعنی تمام زمین گرداگرد کی سیاہ ہوگئی (۲) پھر مین
نے خواب مین چند چھوٹے چھوٹے سیاہ ستارے دیکھے
جو زمین پر تھے مگر یہہ سیاہ ستارے ہر جگہ زمین پر محیط
ہوگئے (۳) یہ خواب سُنکر جناب نبی آبدیدہ ہوے اور دو مرتبہ
فرمایا یہی ہندہ ہے نکلجا ای دشمن خدا کہ تو نے میرے
حزن اور ملال کو (جو پہلے خواب دیکھنی سے تھے) تازہ کردیا اور
میرے دوستون کے مرگ کی سنانی سنائی (غور کرو اور خواب
غور کرو) (۴) جب ہندہ گھر سے باہر گئی حضرت نے فرمایا
خدایا اپنی رحمت سے اسکو باہر کردی اور اسکی نسل پر بھی
لعنت رہے (جو تیری دشمن ہو) (۵) اب لوگون نے اس خواب
کی تعبیر جناب رسول سے پوچھی فرمایا کہ آفتاب جو نکلا ہوا ہندہ
نے دیکھا ہے وہ تو علی ابن ابی طالب ہین اور وہ سیاہ
چاند معاویہ ہندہ کا بیٹا ہے مفتون حب جاہ مین اور فاسق کار
منکر خدا کا اور یہی وہ تاریکی ہے جو ہندہ کہتی ہے (۵) اور
یہ سیاہ ستارا جو قمر سیاہ سے نکلتے ہوئے ہندہ نے دیکھا ہے اور
اد سے چھوٹے آفتاب پر حملہ کیا ہے جو بڑے آفتاب سے نکلا تھا)
یہ میرا فرزند حسین ہے جسکو یزید فرزند معاویہ قتل کریگا اُسوقت
آفتاب سیاہ ہوجائیگا اور دنیا مین اندھیرا چھا جائیگا (خواب تمام ہوگیا)

(۱) فهما ان الرويا وان لم يذكر تفسيرهما في القرآن لكن ذكرنا مجملاً لا تفسيرهما الا قول رسول الله (۲) فمن يمنعنا من التمسك بالحديث الذي يفصل اجمال القرآن (۳) وان كابر مكابر فعليه ان يبين من القرآن تفسير تلك الرويا التي ذكرها الله سبحانه في سورة بني اسرائيل مجملاً وايضاً على المنكر الجاحد ان يبين المراد من الشجرة الملعونة والفتنة (۴) ولما بلغنا الى هذا المبلغ من الاستدلال فنقول اللام في قوله فتنة للناس يكون لام العهد والمعهود بنو امية (۵) والشجرة الملعونة نصب على المفعولية والاستثناء متعلق بكلا المفعولين (۶) فيكون المعنى ان الرويا والشجرة الملعونة كلتاهما فتنة اما كون الرويا فتنة فلكل الناس واما الشجرة الملعونة فهي فتنة عظيمة اشد من القتل كما ياتي في الباب السادس

(۱) یہ دونوں خواب جناب رسول اور ہندہ مادر معاویہ کے اگرچہ پورے پورے قرآن میں مذکور نہیں مگر جو کہ ان دونو میں تلازم ہے) لہذا مجملاً تو مذکور ہو چکے اب اس اجمال کی تفصیل قابل اعتماد سوائے قول رسول کے اور کیونکر ہو سکتی ہے

(۲) پھر کون ہمکو منع کر سکتا ہے کہ ہم حدیث رسول سے استدلال نہ کریں (۳) مگر کوئی ہٹ دہرم ہمکو حدیث کے استدلال سے روکے اُس پر واجب ہے کہ اس خواب مجمل کی تفصیل کسی دوسری آیت سے ثابت کر دے اور شجرہ ملعونہ اور فتنہ سے جو مراد خدا کی ہے وہ بھی کسی آیت قرآنیہ سے بیان کرے اور محض بیجا تعصب سے کام نہیں چلتا ہے

(۴) جب ہم اس مقام استدلال پر پہونچے اور دلیل کو اپنے دعوے سے مطابق کر چکے اب ہم کہتے ہیں کہ لام فتنۃ للناس میں لام عہد کا ہے اور معہود وہی بنو امیہ ہیں (۵) اور شجرہ ملعونہ کو نصب بنا بر مفعول ہونے کے ہے اور استثناء دونو مفعولوں سے متعلق ہے رویا اور شجرہ ملعونہ) (۶) اب معنی آیت کے یہ ہوئے کہ رویا اور شجرہ ملعونہ دونوں فتنہ ہیں مگر رویا کا فتنہ ہونا تمام خلق کی آزمایش کی وجہ سے ہے اور شجرہ ملعونہ کا فتنہ عظیمہ ہونا جو قتل سے زیادہ بد ہے اسکو ہم باب چھٹے میں لکھیں گے جس میں قتال شہر حرام (محرم) کا ذکر آتا ہے۔

(۱) اما كون الرويا فتنة لجميع الناس فاليه يشير قول الحسين مخاطبا لافواج الجن حيث قال (۲) واذا اقمت بمكاني هذا فبماذا يبتلى هذا الخلق المتعوس وبماذا يختبرون (۳) وهذا يعم كل الناس ولو كانوا من بقايا خير القرون ايضا (۴) لا كونهم خير القرون ثبت ثبوتا كاملا لكونهم احياء ويزيد غير دين الله وقتل فرخ رسولهم وهتك حرمة وسلب نسائه وشهرهم من بلد الى بلد (۵) ولذا انصف ابن الجوزى حيث قال ماكان لرسول الله حق على انس بن مالك ان يمنع ابن زياد عن صك ثنايا الحسين بالقضيب كما منعه زيد بن ارقم (۶) وقد اثبتنا بحمد الله ان تلك الرويا وان كان مغاير الرويا نبينا ابراهيم لكنها ادل دليل واتم حجة على وقوع شهادة الحسين التي نحن بصدد اثباتها فى هذه الرسالة والحمد لله ثم الحمد لله۔

(۱) خواب کا جمیع خلق کیواسطے فتنہ ہونا اسی کی طرف قول امام حسینؑ کا اشارہ کرتا ہے جو اپنی افواج جن سے مخاطب ہوکر فرمایا تھا (سمر عراق میں) کہ اگر میں اس مقام پر ٹھہر جاؤں تو یہ خلقت ہلاک شدہ کس چیز سے امتحان خدا میں آئے گی اور کیونکر اسکا امتحان لیا جائیگا (۲) یہ فرمانا امام حسینؑ کا تمام امت کو شامل ہے اگرچہ وہ خیر القرون (صحابہ) کا بقیہ ہی ہو (۳) اسلیے کہ اونکا خیر القرون ہونا کامل طور سے یوں ثابت ہوگیا کہ وہ زندہ رہتے اور یزید نے دین خدا میں تغیر کردیا فرزند رسول کو قتل کرایا حرمت رسول کا ہتک کیا رسول زادیوں کو لٹوایا در بدر شہر بشہر پھرایا (اور خیر القرون گھروں میں بیٹھے تماشا دیکھتے رہے جیسا کہ باب سوم میں ہمنے قرآن سے انکی خانہ نشینی ثابت کردی (۵) اسی نظر سے تو ابن جوزی جو معتمد علمائے اہل سنت سے ہیں انصاف پر آکر کہتے ہیں کیا انس بن مالک پر (جو خادم اور فدائے رسول اللہ کے کہلاتے ہیں) کوئی حق رسول خدا کا نہ تھا کہ بطرا وسی حق کے ابن زیاد کو منع کرتے جب وہ شقی امام حسین کے دندان مبارک کو چھڑی سے ٹھونکتا تھا جسطرح کہ زید بن ارقم نے ابن زیاد کو روکا اور منع کیا تھا (یہ بھی خیر القرون) (۶) اب ہمنے بحمد اللہ اس خواب سے اگرچہ جناب ابراہیمؑ کے خواب سے مغایر ہی بخوبی شہادت امام کی واقع ہونیکا ثابت کردیا اور یہی اثبات ہمکو قرآن سے اس رسالہ میں منظور ہے بحمد اللہ ثم الحمد للہ

(۱) بقی لنا اثبات کون الحسین ذبیحا عظیما فنقول اما الامر الثانی من المشارکات بینهما وهو کونهما محبوبین فهو ایضا امر مشارک فی الظاهر ومفارق فی الحقیقة (۲) فان ابراهیمؑ انما کان یحب ولده اسمعیل بالمحبة الفطریة التی یحب کل والد مولوده حتی الوحوش والبهائم (۳) ولذلک صارت تلک المحبة سببا لاختباره بالذبح (۴) واما سیدنا رسول الله فانما کان یحب ولده الحسین لکونه ذبیحا فی سبیل الله وکون ذبحه ذریعة لشفاعة امته (۵) فانعکس الامر اعنی محبة ابراهیمؑ لولده کانت سبب الذبح ومحبة رسول الله للحسینؑ کان مسببا للذبح (۶) فکیف تکون المحبة من الامور المشارکة (۷) وثبت کون الحسین ذبیحا عظیما لا یتصور فوقها عظمة اخری لهداة الله فی ارضه -

(۱) ہاں اب باقی رہا امام حسین کے ذبح عظیم کا اثبات سو ہم کہتے ہیں کہ دوسرا امر جو مشترک ان دونو ذبیح میں ہے وہ یہی ہے کہ دونو محبوب تہے اپنے بزرگون کی محبت زاید سے تہی یہ بات بہی ظاہر میں مشترک ہے مگر دراصل مشترک نہین ہے (۲) اسلئے کہ حضرت ابراہیمؑ جو اپنے فرزند سے محبت رکہتے تہے وہ محبت فطری تہی جو ہر ایک باپ کو اپنے فرزند سے ہوتی ہے بلکہ جانوران وحشی کو بہی (۳) مگر چونکہ آپکی محبت زیادہ تہی اسوجہ سے یہ محبت سبب اسکی ہوئی کہ آپکا امتحان ذبح اسمٰعیل سے لیا گیا ہے کہتا ہے خالق کہ ایسا پیار خوش آتا نہین کہ اپنا عاشق اور کو چاہے ہمین بہاتا نہین (۴) لیکن ہمارے نبی صلعم وہ اپنے فرزند امام حسینؑ کو اسواسطے دوست رکہتے تہے کہ یہہ فرزند راہ خدا مین ذبح کیا جائیگا اور اسکا ذبح ہونا ذریعہ شفاعت امت کا ہوگا (۵) اب تو بات الٹی ہوگئی یعنی محبت ابراہیم کے سبب ذبح اسمٰعیل تہی اور یہان ذبح ہونا سبب محبت امام حسین کا تہا اور محبت مسبب تہی (۶) پہر دونون امر کیونکر مشترک ہوسکتے ہین (۷) اس بیان سے یہ ثابت ہوگیا کہ امام حسینؑ ذبح عظیم تہے ایسی عظمت سے جس سے بڑہکر نبی یا امام کو کوئی عظمت نہین ملسکتی ہے اور نہ ہماری سمجھ مین آسکتی ہے وہو المطلوب

---

(١) وثالث للتشاركات سبق العلم بالواقعة بسبب العرفة وهو اليوم التاسع من ذي الحجة فان ابراهيم لما راى انه يذبح ولده اسمعيل ثانيا وثالثا في الليلة التاسعة من ذي الحجة عرف بالجزم كونه مامورا بذلك -

(٢) واما الحسين فان كان يعرف كونه مذبوحا من بدو كونه مميز الاخبار جده به مرارا (٣) لكن لكونه عارفا بالبداء مومنا بقوله سبحانه يمحو الله ما يشاء ويثبت كان منتظرا لجري القضاء المبرم في ذلك (٤) فانتظم رسول الله صلعم في ذلك حتى اخبره في الليلة التاسعة من ذي الحجة في المنام وقال يا حسين اخرج فان الله شاء ان يراك قتيلا فطابق عرفته بعرفة ابراهيم (٥) ثم عرفه رسول الله يوم التاسع من المحرم والصباح صباح يوم عاشورا بانه مقتول لا محالة (٦) فكان لابراهيم عرفة وللحسين عرفتان بل عرفات ثلثة من الرويا والمنام مع الزيادة

(١) تیسرا امر جو دونوں میں مشترک تھا وہ یہی ہے کہ واقعہ ذبح کا علم پہلے ہی سبب عرفہ کے ہوا تھا یعنی نویں شب ذی الحجہ کو اسلئے کہ جناب ابراہیمؑ جب دوبارہ یا سہ بارہ شب نہم ذی الحجہ کو خواب میں اپنے فرزند کو ذبح کرتے دیکھا یقیناً معلوم ہو گیا کہ آپکو حکم خدا یہی ہے (٢) لیکن امام حسینؑ تو ابتدای سن شعور سے اپنا مذبوح ہونا جانتے اور پہچانتے تھے اسلئے کہ آپکے جد نامدار رسول مختار بار بار اسکی خبر دیتے تھے بلکہ اپنے قاتل اور قتلگاہ اور روز شہادت اور جملہ واقعات اور نام شہدا سب کا آپکو علم تھا جیسا کہ روایات موجود ہیں (٣) مگر چونکہ امام حسینؑ بدا کو پہچانتے تھے اور آپکا ایمان کامل تھا کہ خدا جس چیز کو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور جس بات کو چاہتا ہے ثابت اور برقرار رکھتا ہے لہذا آپکو انتظار علم قضائے مبرم کا تھا اپنے مذبوح ہونے میں (٤) پورا اہتمام جناب رسول نے اسی بارہ میں فرمایا اسطرح کہ شب نہم ذی الحجہ کو خواب میں کہدیا ای حسین بس اب نکلو کیونکہ خدا نے مشیت حتمی اور قضاء مبرم سے تمہارا مقتول ہو کر دکھنا تجویز فرما دیا یہ عرفہ امام حسینؑ کا حضرت ابراہیم کے عرفہ سے مطابق ہو گیا (٥) پھر نویں تاریخ محرم کے آخر وقت میں اور عاشورا کو صبح کیوقت خواب میں فرمایا کہ تم ضرور مقتول ہو گے (٦) اب ابراہیم کو ایک عرفہ اور امام حسینؑ کو خواب میں دو بلکہ تین عرفہ ہوئے اور فضیلت ثابت ہو گئی —

(١) والرابع للمشاركات كونهما لاذنب لهما
(٢) اما اسمعيل فلكونه ابن تسع
سنين او اقل منه فهو غير مكلف
بالشرعيات (٣) فيكون قوله لابيه
يا ابت افعل ما تؤمر ستجدني
ان شاء الله من الصابرين (٤) انما
يريد منه الصبر على الذبح وهو الم
جسماني (٥) والصبر على فراق ابويه
وهو الم روحاني فطري للبنين
الصغار ايضاً (٦) وهل يؤتون على
ذلك الصبر اجراً ام لا (٧) تحقيق المسئلة
موكول الى غير المقام (٨) اما الحسين
فهو بالغ رشيد اختار كونه ذبيحاً لا
علاء كلمة الله والقاء لدين الاسلام
ومع ذلك لم يعص الله طرفة عين (٩)
طهره الله مع جده وامه وابيه واخيه
تطهيراً (١٠) فهو بالغ معصوم يكون صبره
على الاذى وتسليمه لامر الله ونهيه
مورثاً للاجر لا محالة عدلاً من
الله تعالى فهذا ايضاً غير
مشارك

(١) چوتھا امر مشترک دونوں کا بعدم جرم وخطا ہونا (٢)
حضرت اسمعیل کا چونکہ نو برس کی خواہ اس سے کم عمر تھی اور
بوجہ نابالغی کے احکام شرع ظاہری کی تکلیف اونپر نہ تھی
پھر جرم کیسا (٣) پس اونکا عرض کرنا اپنے پدر بزرگوار سے کہ
آپ جسکا حکم خدا آپکو دیتا ہے انشاءاللہ مجھے آپ صابرین
کے پائینگے (٤) مراد صبر سے ذبح کی ایذا پر صبر ہے جو ایذاء بدنی تھی
(٥) اور ماں باپ کی جدائی پر صبر ہے اگرچہ الم روحانی ہے مگر
فطری اور خلقی ہے چھوٹے چھوٹے بچوں کو بھی یہ رنج ہوتا ہے
(٦) مگر بچے ایسے صبر و تحمل پر کوئی اجر بھی خدا سے پاتے ہیں یا نہیں
بوجہ غیر مکلف ہونے کے (٧) اس مسئلہ کی تحقیق دوسرے مقام
علم کلام پر کرنیکے لائق ہے (٨) لیکن حسینؑ وہ بالغ رشید مکلف بتکلیفات
شرعیہ تھے اختیار نیک و بد سمجھنے کے بعد اپنا مذبوح ہونا
اختیار فرمایا تھا کہ دین خدا کا بلند ہو اور دین اسلام باقی رہے
اور باوجود اسکے معصیت خدا چشم زدن بھی نہیں کی تھی
(٩) گناہوں سے حق نے انکو مع جد نامدار او مادر گرامی اور پدر
بزرگوار اور برادر عالیمقدار کے آیہ تطہیر نازل کرکے پاک کر دیا تھا
(١٠) لہذا وہ جناب بالغ معصوم ہیں اونکا صبر کرنا اذیت پر
اور خدا کے امر و نہی کا تسلیم کرنا ضرور موجب اجر اور
ثواب کے ہے بنظر عدل الٰہی کے اب یہ چوتھا امر بھی
مشترک نہ رہا اور فضیلت ثابت ہوگئی۔

(۱) اما الامر الخامس وهو وقوعهما
فی الشهر الحرام اعنی فی ذی الحجة والمحرم
فی الیوم التاسع والعاشر (۲)
فالیوم التاسع کان عرفة لهما کلیهما
والیوم العاشر یوم الذبح ویأتی تعیینه
فی الباب السادس انشاء الله (۳) اما
الامر السادس وهو وقوع الذبحین بواد
غیر ذی زرع بعید عن الوطن لکنه
ایضا غیر مشارک فی الحقیقة (۴)
اما کونها غیر ذی زرع فهو انما
یوثر فی کون الانسان جائعا عطشانا
واسمعیل لم یکن جائعا ولا عطشانا
بل الطعام اولا وروا (۵) والحسین بقی
جائعا عطشانا علی ذالک الارض
ثلثة ایام مع لیالیها (۶) فکون الارض
غیر ذات زرع انما ظهر اثرها بالنسبة
الی الحسین لا بالنسبة الی اسمعیل
فظهرت المزیة (۷) اما عظمة
ارض کربلا فلا ینبغی لنا تفصیل
ذالک لانه یفضی الی الازراء بالنسبة
الی الکعبة شرفها الله تعالی

(۱) پانچواں امر مشارکات سے یہ ہے کہ دونو واقعہ ذبح شہر
حرام یعنی ذیحجہ اور محرم کی نویں اور دسویں تاریخ واقع ہوئی
(۲) نویں ذیحجہ اور محرم کے تو روز عرفہ دونوں ذبح کا
تھا اور دسویں تاریخ ذبح ہونیکا دن تھا جیسا کہ امر سوم
میں ہم لکھ چکے اور آئندہ باب ششم میں اور بھی لکھیں گے
انشاء اللہ تعالے (۳) چھٹا امر مشارکات میں سے دونو ذبح کا
اوجاڑ زمین پر واقع ہونا یعنی مکہ اور کربلا اور ان دونوں میں
عظمت اس مقام کو پیش خدا زیادہ ہے اور کس زمین پر دفن ہونے
سے بروز حشر بے حساب آدمی اوٹھیگا اوسکا بیان باب آئندہ
میں ہوگا لہذا یہ امر بھی مشترک نہ ہوا (۴) کربلا کا غیر آباد اور
اوس روز اجاڑ ہونا اور اسیطرح حرم کعبہ کا اگرچہ یہ دونوں
امور مشارک سے ہیں مگر غیر آباد اور اجاڑ زمین کا اثر یہ ہے کہ
آدمی کو وہاں دانہ پانی نہ ملنے سے بھوکا پیاسا رہے اور اسمعیل ع
بھوکے پیاسے وہاں پر نہ تھے اون کے والد نے اون کو
کھانا کھلایا اور پانی پلایا تھا (۵) امام حسین زمین کربلا پر
تین شبانہ روز بھوکے پیاسے رہے (۶) لہذا زمین کا اُجاڑ
ویران ہونا آپ ہی کی نسبت درست ہے یعنی وہ اثر حضرت
اسمعیل پر ظاہر ہوا (۷) عظمت زمین کربلا کی خانہ
کعبہ پر اوسکی تفصیل ہمکو اس جگہ کرنی چاہئے اسلئے کہ
خانہ کعبہ کی نسبت ایک قسم کی بے ادبی ہوگی اپنے
مقام پر اوسکا ذکر ہوگا انشاء اللہ تعالے

السابع کونهما راضيين في تعميل امر الله
وهذا امر مشترك على الظاهر لكن
فرق بين رضاء ابراهيم ورضاء سيد
الحسين لان ابراهيم ع انما رضي بذبح
ولده خاصة والحسين رضي بذبح نفسه
وقتل اثنين من ولده وكثير من اصحابه
وهتك حرمه وسبي نسائه فهذا الرضا
في اضعاف ما رضي به ابراهيم فثبت
العظمة والمزية الثامن وقوع الذبح
على القفا وهذا غير معتاد في الحيوانات
ايضا ولست ادري الى غاية هذه
ما كان السبب الداعي لابراهيم الى
انه تل ولده للجبين مع ان قطع
الوداجين اسهل في عكس ذلك
والذبح على القفا اشد في الايذاء
نعم اذا علمنا ان الله تعالى
اقال المدية ترحما على الطفل الصغير
فلا غرو في انه الهم ابراهيم ان يحول
الطفل ايضا الى ذلك الاضطجاع
لان ذلك يعين على عدم
كونه مذبوحا۔

ساتوان امر مشترک دونون کا راضی ہونا حکم
خدا کی تعمیل پر۔ اور یہہ امر مشترک تو ہے
مگر حضرت ابراہیمؑ کے راضی ہونے اور امام
حسین کی رضا مین بڑا فرق ہے اسلئے کہ
ابراہیم علیہ السلام فقط اپنے ایک فرزند کے ذبح
پر راضی ہوے اور امام حسینؑ اپنے ذبح اور دو
فرزند اور بہت سے اصحاب کے مقتول ہونے اور
ہتک حرمت اور اہلبیت کے قید ہونے پر
راضی ہوے یہ رضامندی بہت زیادہ ہے
رضائے ابراہیمؑ سے اب زیادتی ثابت ہوئی
اور عظمت ذبح بھی ظاہر ہوئی۔

آٹھوین ذبح کا پس گردن پر ہونا تو حیوانات
مین سے عادی نہین ہے اور مجھے آج تک
اس کا سبب معلوم نہ ہوا حالانکہ وداجین کا
کٹنا اس شکل مین دشوار اور ایذا بھی زیادہ
ہے۔ ہان جب معلوم ہوا کہ خدا نے
چھری کو کند کردیا چھوٹے لڑکے پر ترحم
کرکے پھر کیا عجب ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کے
دل مین ڈال دیا ہو کہ اس طرح لٹانا مین کہ ذبح
ہونے سے روکتا ہے۔

(۱) اما ذبح الحسین علی القفا و ما یروی فی هذا الباب من الشقاوة فلست اقدر علی ذکره فالقلب یضطرب و العین تکاد ان تبکی بالدم

(۲) ونقول بعد ذالك انه لما کان الله سبحانه یرید ان یشد امر الذبح الثانی بالامور المضاهیة للذبح الاول فلا عروفی انه القی فی قلب اللعین ان یتله للجبین کما کان اسمٰعیل حین الذبح

(۳) الامر التاسع فلول المدیة فی کلام الذبحین وهو ایضا امر غیر مشارك لان ابراهیمؑ سعی سعیا تاما فی احدادها لکن الله سبحانه فللہ

(۴) ومنه یثبت ان تله للجبین ایضا من صنع الله تعـ

(۵) اما فلول المدیة فی ذبح الحسینؑ فکان من تعمد الذابح اللعین ولا نرید من ذکره الا المضاهات والمشارکات وقد اثبتناها کما ینبغی بحمد الله -

(۱) لیکن ذبح امام حسینؑ پس گردن سے اور جو کچھ اسبارہ مین تاریخی واقعات مروی ہین اور جیسی شقاوت قاتل نے کی ہے مجھی طاقت اونکی بیان کی ہنین دل بیقرار ہی اور آنکھون قریب ہے بجائے اشک کے خون جاری ہون

(۲) ہان یہہ تو ہم کہہ سکتی ہین کہ چونکہ خدا کو اس ذبح دوم کے واقع ہونیکی تصدیق ایسے اُمور حادث ہونے سے جو مشابہ ذبح اوّل کے ہون منظور تھی لہذا کیا تعجب ہی کہ شمر لعین کے دل مین منجانب اللہ یہ بات سما گئی ہو کہ امام حسینؑ کو اوسی ہیئت سی لٹائے جس ہیئت سی حضرت اسمٰعیل بوقت ذبح لٹائے گئے تھے ۔ (یہہ میرا خیال ہے)

(۳) نوین بات چھری اور خنجر کا کند ہونا دونو ذبحین مین اور یہہ بہی درحقیقت امر مشترک ہنین ہی اسلئی کہ ابراہیمؑ نے پوری کوشش کی تہی چھری کو تیز کرنے مین پتھر پر رگڑنے سے مگر خدا نے اپنی قدرت سے اوسے کند کر دیا۔

(۴) اس سے یہ بہی ثابت ہوتا ہی کہ حضرت اسمٰعیلؑ کا مونہہ کے بل لٹانا یہہ بہی خدا کی حکمت سے تہا۔

(۵) خنجر کا امام حسین کے ذبح مین کند ہونا یہ شرارت ملعون ذابح کی تہی اور ہم اسکا اور کچھہ بیان کرنا پسند ہنین کرتے فقط مشابہت دونون ذبح مین اور مشترک امور مین اسکا ہونا ہی ہماری غرض ہے جس سے قضیہ شہادت امام حسینؑ ثابت ہو سو بخوبی کر دیا الحمد للہ ۔

(۱) واذا ثبت من قوله تعالیٰ وفدیناه بذبح
عظیم۔ ان الذبح الثانی یقع بعد ذبح اسمٰعیل
(۲) ثم ثبت من رویا نبینا ان بنی امیۃ ھم
الذین یاتون بامور منکرۃ من الھتك
والقتل والنہب الی الامور المنکرۃ زیادۃ ذبح
الحسین علی ذبح اسمٰعیل وھو یثبت
عظمتہ فقد ثبت بالضرورۃ وقوع
تلك الشہادۃ ایضاً
(۴) لان الفدیۃ العظیمۃ لاسمٰعیل
اما کبش اھدی اللہ سبحانہ الی نبینا
ابراھیم لیذبحہ بدل اسمٰعیل کما
یقولہ مخالفونا والمنکرون تلك
الشہادۃ۔
(۵) او الحسین کما انہ عینہ نحن اتباع
الحسین ولیس فیہ قول ثالث
(۶) فاذا ابطل کون الکبش ذبحا
عظیما یثبت دعوانا لامحالۃ
(۷) فنقول ھل یصح عند عاقل
مومن ان یقول بعظمۃ الکبش علی
ذبیح اللہ یعنی اسمٰعیل النبی وولد
خلیل اللہ۔

(۱) اور جب آیہ ذبح عظیم سے یہ بات ثابت ہوئی
دوسری ذبح اس ذبح کے بعد ضرور واقع ہوگی (۲) پھر
خواب رسول کے یہ بھی ثابت ہوگیا کہ بنی امیہ بھی ظالم اور
امور شنیعہ قتل اور غارت وغیرہ خاندان رسالت [illegible]
(۳) اور ان امور میں مشابہت ذبحین کی بھی مع زیادتی
کے ہمنے ثابت کردی۔ اوسی زیادتی سے عظمت ذبح
دوم کی بھی ثابت ہوتی ہے جو آیہ ذبح عظیم سے پیدا ہوتی ہے
اب ضرور ثابت ہوا کہ شہادت امام حسینؑ دونو آیات قرآنیہ سے بھی ثابت
ہے اور ذبح عظیم سے مراد بھی امام حسینؑ ہیں اور کوئی نہیں ہے (۴)
اسلئے کہ فدیہ عظیمہ واسطے اسمٰعیل کے یا تو وہی مینڈھا
بہشت کا جسکو خدا نے حضرت ابراہیم کو بھیجا تھا کہ بدلے
اسمٰعیلؑ کے اسکو ذبح کرو جیسا کہ ہمارے مخالفین اور منکرین
شہادت امام حسینؑ کا قول ہے ۔
(۵) یا فدیہ عظیمہ امام حسینؑ ہیں جیسا کہ ہم لوگ پیروان امام
حسین کہتے ہیں انہیں دونو کے سوا کوئی شخص تیسرا احتمال
کا نہیں تجویز کرتا ہے ۔ (۶) اب اگر ہم مینڈھے کا فدیہ
عظیمہ ہونا باطل کردیں تو ہمارا دعویٰ امام حسین کا فدیہ عظیمہ
ہونا ضرور ثابت ہو جائیگا۔ (۷) اب ہم کہتے ہیں کہ کسی
عاقل مومن کے نزدیک یہ بات صحیح ہوسکتی ہے کہ مینڈھے
کی عظمت حضرت اسمٰعیل پر تسلیم کے قابل ہے جو
خود بھی نبی تھے اور خلیل اللہ کے فرزند بھی تھے

وان لم یسلم احد ذلك الشرف لاسمٰعیل فکونه انسانا اشرف المخلوقات یکفی لنا فی منع عظمة الکبش الحیوان علیه وایضا فان عظمة الذبح اذا اردنا منه عظمة النتائج بعد الذبح فهی ایضا لم یقع بعد ذبح ذلك الکبش اما مثل بقیة الاضحیة فی اعمال الحج فلا یقول احد انه انما ندب لاجل ذبح الکبش بل هی من سنن الدین الحنیف فاذا لم توجد عظمة من تلك العظمات فی الکبش ووجدنا کلها فی الحسین فقد ثبت کونه ذبحا عظیما وثبت منه ما ندعیه فی تلك الرسالة من وقوع شهادة ولنؤخر بیان تلك العظمات علی ذکر شبهات یوردون علی کون الحسین ذبحا عظیما واعظم الشبهات انهم یقولون کیف یکون الحسین عظیما بالنسبة الی اسمٰعیل لان ذلك القول یفضی الی القول بفضیلة غیر النبی علی النبی وهو خلاف الاجماع وباداه العقل

اور اگر کوئی شخص حضرت کی یہہ بزرگی اولاد نبی خواہ نبی ہونے کی نہ تسلیم کرے - تو اوس جناب کا اشرف مخلوقات یعنی انسان ہونا ہی کافی ہے کہ مینڈہے کی عظمت اون پر نہو کی جاوے ایضاً اگر عظمت مینڈہے کی براہ عظمت نتائج کے مراد ہو یہہ بہی تو نہین واقع ہو قربانی کا جاری ہونا یہہ ایک سنت جداگانہ ہے کوئی اسکا قائل نہین ہے کہ مینڈہے کے ذبح سے قربانی جاری ہوئی - پہر جب کوئی بزرگی مینڈہے کے ذبح مین نہ پائی گئی اور امام حسینؑ مین یہہ سب بزرگیان ثابت ہین اب اونکا ذبح عظیم ہونا جس سے واقعہ شہادت کا وقوع بہی ثابت بثبات ہوگیا - ہم اون بزرگیون کا بیان پیچہے کرین گے - پہلے اون شبہات کو لکہین جو امام حسینؑ کے ذبح عظیم ہونے پر وارد ہوتے ہین سب سے بڑا شبہہ یہ ہے کہ غیر نبی امام حسینؑ نبی اسمٰعیل سے عظیم کیسے ہو سکتے ہین براہ عقل اور نظر اجماع

وجوابه نفي ذالك الاستبعاد عقلا وشرعا ولا سيما بالنسبة الى اوصياء نبينا صلعم فان هؤلاء ائمتنا كانوا مستجمعين لكل ما اتصف به الانبياء لمسيس الحاجة لهم الى ذلك وبيانه ان الناس بالنظر الى اصول الترقي يزدادون في العلوم الحسية والعقلية كما ترى فيجب على الله سبحانه ان يرسل اليهم رسولا ويختار رسوله وصيا لا يعجز في امر من الامور اللازمة للهداية فيكون جامعا لكل الفضائل لا اقول ان الانبياء كانوا ناقصين فيها بل لم تكن لهم حاجة الى ذلك الاستجماع ويؤيد ما قلناه حديث مدينة العلم وحديث النور وحديث جامعية علي فضائل الانبياء من آدم الى عيسى ع۔

جواب اس کا یہہ ہے کہ ایسا ہونا کچھ بعید نہیں ہے نہ براہ عقل اور نہ براہ شرع خصوصاً بہ نسبت اوصیاء ہمارے نبی کے یہہ ہمارے بارہ امام کل صفات انبیاء گذشتہ کے جامع تھے اس لئے کہ اُن کو حاجت ایسی جامعیت کی تھی بیان اوسکا یہ ہے کہ آدمی بنظر اصول ترقی کے ہمیشہ علم اور عمل مین ترقی کرتے ہین دیکھو زمانۂ حال کو پس واجب ہے کہ خدا زمانہ ترقی مین ایسے رسول کو بھیجے اور رسول اپنا وصی ایسا مقرر کرے جو کسی امر ہدایت مین عاجز نہ ہو لہذا اوسکو جامع کمالات علمی وعملی ہونا ضرور ہے ۔ مین یہہ نہین کہتا کہ انبیاء گذشتہ ناقص تھے بلکہ اونکو اسقدر جامع ہونے کی حاجت نہ تھی میری اس دلیل عقلی کی تائید حدیث مدینۃ العلم اور حدیث نور اور حدیث تشبیہہ کرتی ہے جس مین جامعیت امیر المومنین کے فضائل انبیاء گذشتہ پر جناب رسول نے ارشاد فرمائے تھے ۔

(۱) ولولا مخافة التطويل لنقلتها بالفاظها
فعليك بالمراجعة الى كتب متون الحديث۔
(۲) والثاني ان عظمة الذبح امر اضافي
كما يمكن اضافته الى الذبح الاول
كذالك يمكن عظمة الذبح بالاضافة
الى الامور الواقعة حين الذبح وبعده
(۳) والاية القرانية غير ناصة على احد
المعنيين۔
(۴) ولما كان الذبح من الكليات
المتشككة كما تعلم فتختلف حالاته
في العظمة ايضاً
(۵) فنقول وجود معنى الذبح في احد
الذبحين بالعظمة لا يوجب ان
يكون احدهما عظيما والاخر لا عظمة له
(۶) بل ثبت العظمة للذبح الثاني بالنظر
الى امور اخر ويكون معنى الاية ان الذبح الذي
يقع بعد ذبح اسمعيل عظيم لاشتماله على اكثر
الامور العظيمة الاتية للذبح كما ياتي تفصيلها ان شاء الله
(۷) والشبهة الثانية ان الفداء جعل الشي
مكان الشي لدفع الضرر عن المفدى عنه
اعني عن اسمعيل عليه السلام۔

(۱) اگر خوف طول کلام نہوتا تو متن اُن احادیث کو نقل
بھی کر دیتا۔ تمکو کتب حدیث یا مناظرہ کی کتب کو دیکھنا لازم
ہے (۲) دوسرا جواب یہ ہے کہ عظمت ذبح کی امر اضافی ہے
جسطرح ممکن ہے کہ بہ نسبت ذبح اول کے ذبح
دوم کی عظمت دیکھی جاوے اسیطرح یہ بھی ممکن ہے
کہ منظر امور واقعہ ہائلہ عظیمہ کے دیکھی جاوے جو حروقت
ذبح یا بعد ذبح کے واقعہ ہوں (۳) اور آیہ ذبح عظیم
ان دو نو معنوں میں کسی ایک سے مخصوص نہیں ہے یعنی
نہ کوئی معنی پر نص کرتی ہے نہ ظاہر کوئی معنی ہیں۔
(۴) پھر چونکہ ذبح کے لفظ بھی کلی مشکک ہے کمی بیشی اسمیں
ہو سکتی ہے لہذا اسکے حالات عظمت وغیرہ بھی باختلاف
مختلف ہو سکتی ہیں (۵) اب ہم کہتے ہیں کہ ذبح کے معنی
ایک ذبح میں عظمت کیساتھ ہونے اس سے یہ لازم
نہیں ہے کہ ایک ذبح عظیم ہو اور دوسرا عظیم نہ ہو۔
(۶) بلکہ عظمت ذبح دوم کی بنظر اور امور کے ہے اور اس فرض
پر آیت کے معنی یہ ہونگے کہ جو ذبح بعد ذبح اسمعیل کے واقع ہوگی
چونکہ وہ ذبح دوم اکثر امور عظیمہ پر شامل ہوگی جو لاحق ذبح
کے ہیں لہذا عظیم ہے چنانچہ اُن امور کی تفصیل ہم آئندہ لکھینگے
انشاء اللہ تعالیٰ (۷) دوسرا شبہ یہ ہے کہ فدا کے معنی یہ ہیں کہ ایک
شے کو دوسری شے کے عوض قایم کرنا تاکہ جو ضرر شے اول کو ہونا ہے
دوسری شے کو پہنچے یعنی اسمعیل ضرر سے بچ جاویں فدیہ دینے سے

(۱) فلابد ان یکون شان المفدی عنہ
اعنی اسمٰعیل علیہ السلام اعظم من شان
فدیتہ وھو الحسین کما یقولونہ
(۲) قد وصف اللّٰہ تلک الفدیۃ بالعظم
فیجب ان یکون عظمۃ الحسین لا بالنسبۃ الی
المفدی عنہ وھو اسمٰعیل والا تناقض
الکلام (۳) بل لکونہ ای الفدیۃ من
عند اللّٰہ او لکونہ لا عن نسل ولانہ رعی
فی الجنۃ اربعین خریفا وھو ھذا الکبش
الذی جعلہ اللّٰہ فدیۃ لاسمٰعیل
(۴) والحاصل ان کون الحسین فدیۃ
لاسمٰعیل ان صح فلا یثبت لہ فضیلۃ ولا
شرفا ولا فخرا۔
(۵) وانما نتیجۃ التقیصۃ لما اثبتنا ان الفدیۃ
یجب ان یکون شانہ انقص من شان المفدی عنہ
(۶) والجواب ان ابتلاء ابراھیم بذبح
ولدہ لم یکن الغرض منہ ایصال الضرر
الی اسمٰعیل علیہ السلام ولذا فلل اللّٰہ
المدیۃ وتلہ للجبین بل کان الابتلاء فی
اخلاصہ وقد اتی بما امر بہ فتم الغرض
ولم یکن الذبح العظیم فدیۃ لدفع الضرر

(۱) بس ضرور ہے کہ شان مفدی عنہ یعنی اسمٰعیل کے اعظم ہو
شان امام حسین علیہ السلام سے (۲) اور خدا نے قرآن مین
فدیہ کو عظیم ارشاد کیا ہے۔ لہذا واجب ہے کہ عظمت امام
حسین کی بنظر اسمٰعیل کے نہو ورنہ کلام الٰہی مین تناقض
پیدا ہوگا۔ (۳) بلکہ فدیہ کی عظمت یا تو اس نظر سے
ہو کہ خدا نے اوسے بہیجا ہے یا اس وجہ سے کہ اوسکی
خلقت معمولی توالد اور تناسل سے نہین ہوئی ہتی یا
اسوجہ سے کہ وہ مینڈہا چالیس خریف بہشت مین
چرایا گیا تہا اور یہہ سب صفات اوسی مینڈہے کی ہین
جسکو خدا نے حضرت اسمٰعیل کا فدیہ کر کے بہیجا تہا (لہذا ذبح
عظیم وہی مینڈہا ہوا نہ کہ حسین) اور حاصل اس شبہ کا یہہ ہے
کہ اگر امام حسین کا فدیہ اسمٰعیل ہونا صحیح ہی مانا جاوے پہر بہی کوئی
فخر اون کیواسطے ثابت نہوگا (۵) بلکہ اونکی شان مین کمی
ثابت ہوگی اسلئے کہ ہم نے فدیہ کا کم رتبہ ہونا مفدی عنہ سے
بخوبی ثابت کر دیا (۶) جواب اس شبہ کا بطور حل اور معارضہ کے
یہہ ہے کہ امتحان ابراہیم کا ذبح اسمٰعیل سے اوسکی غرض یہ نہتی
کہ اسمٰعیل کو ضرر ذبح کا پہونچے اور اسی وجہ سے خدا نے چہری کو
کند کر دیا اور اولٹا نہی اسوجہ سے تہا بلکہ امتحان خلاص
اخلاص ابراہیم کا تہا کہ ذبح کرنے مین یا نہین اور یہ امتحان مقدمات
ذبح بجا لانے سے پورا ہوگیا (۷) یہ فدیۂ ذبح ضرر کی نظر سے نہو اس وصف و
فدیہ کا بعوض کہ اسمین ضرر ہی نہو بلکہ جائز ہے کہ فقط مفدی منہ کی عظیم ہی ہو

فلما اثبت ابراهيم اخلاصه لله
فی اعلی المدارج استحق بذلك
اجوراً عظيمة وعطايا فخيمة لا
يعادلها اعطاء ذبح الكبش بدل
اسمعيل فاعطاه الله سبحانه عوضا
لذلك الاخلاص عطية عظيمة
وهو ان ذريته ونسله تتادی
الی نبينا محمد فيلد من بنته
فاطمة الحسين الذی هو الذبيح
الثانی الموصوف بالذبح العظيم
ليكون ذبحه سببا لبقاء الملة
الابراهيمية وقد كان كذلك اما
قوله ان المفدی عنه يجب ان يكون
شانه اعظم من شان الفدية فليس
بصحيح اصلا الا ترى الی ان حلق الراس
فی الحج فقد يفدی بدم ما يذبح وقد
قال فی القاموس الفدية بالكسر كغنية والفداء
المعطی وفداه اعطاه شيئاً فانقذه ای
خلصه فالمعطی قد يكون اقل واكثر او
مساويا لذلك الشیء الذی اريد
انقاذه بحسب ما يريده المعطی او من العطية

پھر جب حضرت ابراہیم نے اپنا اخلاص اعلے
درجہ پر ثابت کردیا اسکی وجہ سے مستحق اجور عظیمہ
اور عطایائے بزرگ کے ہوئے - جن عطایا کی
برابری مینڈھے کا ذبح کرنا بدلہ اسمعیل کا نہین
کرسکتا اور وہ عطیہ یہہ ہے کہ آپکی نسل
بذریعہ اسمعیل کے ہمارے نبی تک پہونچی
جن کی دختر فاطمہ سے امام حسین پیدا ہوے
جو ذبح عظیم اس وجہ سے ہین کہ ملت ابراہیم
کا بقا آپ کے ذبح ہونے سے ہوا اور ایسا ہی
واقع بھی ہوا - یہہ کہنا معترض کا کہ جس کا فدیہ
دیا جائے اوس کی شان فدیہ سے بڑی
ہونی لازم ہے محض غلط ہے - دیکھو سر منڈانے
کا فدیہ حج مین کبھی خون سے ذبیحہ کے دیا جاتا
ہے - اور قاموس مین ہے فدیہ بروزن نسیہ
دہی دی ہوئی چیز ہے فدیہ دیا یعنی کوئی چیز دی
کہ جس سے کسیکو بچالیا - اب دی ہوئی چیز کبھی کم
کبھی زیادہ کبھی برابر اُس شئے کے ہوتی ہے
جسکا بچانا منظور ہے جیسا ارادہ دینے والے
اور لینے والے کا ہو -

(۱) ولا حاجة لنا الى جواب آخر بعد ما
يهدينا القرآن الصادق المقال
وهو قوله فديناه بذبح عظيم فانه
يصف الفدية بالعظمة (۲) والكبش
وان كان موصوفا بما يقولونه لكن لا يسلم
عظمته على النبي وولد النبي احد ممن
يؤمن بالله (۳) والعجب من هذا المتعنت
انه يسلم عظمة الكبش باي نحو كانت على النبي
ولا يسلم عظمة ولد النبي على ولد النبي
واي نصيب ازيد من هذا (۴) واما
ادعائه بالتناقض فانما يصح اذا ثبت
وجوب عظمة المفدى عنه على الفدية
وقد ابطلناه عقلا ولغة ونقلا بل
من هذه الآية ايضا (۵) وحرى
بنا ان نسئلك ايها اللورد ان عظمة الكبش
اذا كانت لا بالنسبة الى اسمعيل
فاي نسبة لها اذا نسبناها الى اسمعيل
فكانك تقول انها ليست عظيمة (۶)
ولك ان سلمنا عظمة الحسين
لا بالنسبة الى اسمعيل فكيف
تمنعنا عن ذلك

(۱) اور ہمکو کسی اور جواب دینے کی حاجت نہین ہے جب کہ
قرآن کی یہی آیت ذبح عظیم کی اس فدیہ کے عظیم ہونے پر
صاف صاف دلالت کر رہی ہے (۲) اور مینڈھا اگرچہ اون
اوصاف مین پورا ہو جنکو معترض کہتا ہے مگر کوئی دیندار مینڈھے کی
بزرگی نبی زادہ کے اوپر تسلیم نکریگا اور آیت سے ذبح عظیم
کی بزرگی صاف ظاہر ہے (۳) مجھے اس ہٹدہرم سے تعجب ہے
کہ مینڈھے کی بزرگی (کسی حیثیت سے کیون نہو) حضرت اسمعیل
پر تسلیم کرتا ہے جو کہ نبی بھی تھے اور نبی زادہ بھی اور امام حسین
کی بزرگی جو خاتم النبیین کے فرزند ہین کسی راہ سے نہین تسلیم کرتا ہے
اظہار عداوت اہلبیت اس سے زیادہ اور کیا ہوگا جو یہ شخص
کر رہا ہے (۴) تناقض کا دعوی جو یہ معترض کر رہا ہے وہ
جب صحیح ہوتا ہے کہ عظمت مفدی عنہ کی فدیہ سے عام طور پر
ثابت ہوتی اور ہمنے اسکو باطل کر دیا براہ عقل اور لغت
اور نقل بلکہ اسی آیۃ سے (۵) اب ہمکو سزاوار ہے یہہ بھی
سوال کرین (بطور معارضہ کے) اسی معترض سے
اگر عظمت مینڈھے کی بہ نسبت حضرت اسمعیل کے نہی ملنا
مگر آخر کوئی نسبت مینڈھے کو در اصل حضرت اسمعیل سے ضرور
ہوگی اب ضرور یہ معترض کہیگا کہ مینڈھا عظیم نہ تھا اب
ہم بھی تسلیم کرتے ہین کہ عظمت امام حسین کی بھی بہ نسبت
حضرت اسمعیل کے نہین ہے بلکہ اور وجوہ سے ہے اب یہ
ہمکو ذبح عظیم سے مراد یعنی امام حسین کی کیونکر منع کر سکتا ہے

(۱) وقد حان لنا ان نبين ما نعتقده
في وجوه العظمة لسيدنا الحسين و
عظمة ذلك الذبح ولا نتعرض
بعظمة الحسين على اسمٰعيل
عليه السلام (۲) فان الغرض المطلوب
ثبات صدق الذبح العظيم على الحسين
وهذا يتم باثبات مجرد العظمة باى نحو
كانت (۳) وقد مرمنا انها كانت لعظمة
النتائج الواقعة بعدها من يوم
شهادة الى ما شاء الله وسوف نذكرها
لك مفصلا (۴) ومن جملة العظمات
لذلك الذبح ان الله سبحانه يقول واذا
الموؤدة سئلت باى ذنب قتلت (۵)
وقد روى لنا ان سيدتنا فاطمة تقف
تحت العرش وتبتهل وتتفرع ومن جملة سؤالها
انها تقول سل يارب عن قتلة عترتي انها
باى ذنب قتلت (۶) وانما اوردنا
تلك الآية شاهدا على شهادة
الحسين وان كان الموؤدة تطلق
على دفن الانسان حيا لانها فسرت
ببنت ولها الحسينؑ

(۱) اب وقت آگیا ہے ہم اپنا عقیدہ بیان کرین کہ امام حسینؑ
کی عظمت اور ذبح عظیم کا آپ پر صادق آنے مین ہمارا کیا
عقیدہ ہے اور اس بحث کو چھوڑ دین کہ امام حسین بہ نسبت
حضرت اسمٰعیلؑ کے عظیم الشان تھے یا نہ تھے (۲) اسلئے کہ
اصلی غرض اس باب کے لکھنے سے یہی ہے کہ ذبح عظیم کے لفظ
امام حسینؑ پر صادق آجائے اور قرآن سے ثبوت شہادت
ہوجائے اور یہہ دعوی ہمارا ثابت ہوجائیگا کسی قسم کی عظمت
امام حسینؑ کے ذبح کی کیون نہ ثابت ہو (۳) ہم اوپر لکھ چکے کہ
اس ذبح کی عظمت بنظر وقائع کے جو آپ کی شہادت کے بعد
واقع ہوئے اور ہو رہے ہین جب تک خدا کو منظور ہے اور
اونکو قریب ہی کہ ہم مفصلاً بیان کرین (۴) منجملہ بزرگیونکے
جو اس ذبح عظیم کی ہین یہہ بھی ایک خاص عظمت ہے خدا قرآن
مین فرماتا ہے کہ جسوقت زندہ درگور کی ہوئی لڑکیونکے مدفون
کرنے سے پوچھا جائیگا کس گناہ سے یہہ ماری گئین (۵) حدیث
مین وارد ہے کہ بروز حشر جناب فاطمہ زیر عرش کھڑی ہوکر
فریاد زاری کرکے خدا سے عرض کرینگی پروردگارا میری اولاد
کے قاتلون سے پوچھ کہ آخر کس گناہ سے میری عترت قتل کیگئی
(۶) ہمنے اس آیت کو اثبات شہادت مین (اگرچہ موؤدہ
کے معنی زندہ درگور شدہ لڑکیون کے ہین) اسوجہ سے لکھا
کہ یہہ حدیث ہم تک پہنچی ہے پھر اسکی تاویل صحیح ہمکو کرنی
واجب ہے اور مفسر بھی اسکو شان امام حسینؑ مین لکھتے ہین

(۱) وتاویله ان لفظة القتل صدقه على
المقتول بالسیف او المذبوح اولى بالنسبة
الى من دفن حیا ثم مات فی قبره (۲)
فسوال الله بای ذنب قتلت یصدق
بالاولویة على هولاء الشهداء (۳)
وبقی ان البنات دفنت حیا بحیوتها
الظاهریة فقد اثبتنا فی باب حیوة
الشهداء انهم ایضا احیاء بمثل تلك
الحیوة فثبت انهم دفنوا احیاءً
(۴) واذا ثبت کونهم مدفونین احیاء
وان الله سبحانه یسئل قتلهم عن
ذنبهم لامحالة (۵) فما یمنعنا
عن التمسك بتلك الآیة فی اثبات
شهادة الحسینؑ (۶) وهذا
غایة التوجیه فی التمسك بتلك
الآیة (۷) ولنبین عظمة الذبح
بالنظر الى الوقائع التی وقعت بعد
الذبح فهی على نوعین (۸) نوع
منه من قبیل الموبقات والمخاویف
اظهار العظمة الذبح وکرامة الذبیح
وهو الحسین علیه السلام۔

(۱) تاویل اوسکی یہہ ہے کہ قتل لفظ کا صادق آنا اوس شخص
پر جو تلوار سے مارا جائے یا خنجر سے ذبح کیا جائے زیادہ مناسب
ہے بہ نسبت اوسکے جو زندہ قبر مین دفن ہو کر مر جائے (۲) لہذا
سوال کرنا خدا کا جو اس آیت مین ہے کہ کونسے جرم سے یہہ
مارے گئے ان شہدا اور عترت رسول کے مقبول ہونے پر
ضرور صادق آتا ہی اور ضرور خدا سوال کریگا (۳) ہان یہ بات
باقی رہی کہ وہ لڑکیان زندہ درگور ہوئی تھین اس حیوٰۃ
ظاہری سے اسکو بھی ہمنے ماتین کے باب حیات شہدا مین
ثابت کر دیا ہے کہ شہدا کی حیات بھی قبل اسی حیات ظاہری کے
ہے لہذا اونکا زندہ قبر مین دفن ہونا بھی ثابت ہو گیا اب دونون
امر مین مشابہت ہو چکی (۴) جب ان شہدا کا مقتول ہونا
ثابت ہی اور زندہ بھی مدفون ہین اور خدا بروز حشر انکے مقتول
ہونے سے سوال بھی کریگا (۵) پھر اب کون چیز ہمکو منع کر سکتی
ہے کہ اس آیت سے اثبات شہادت امام حسینؑ کا نکرین
(۶) یہ نہایت درجہ کی توجیہہ ہمنے کی ہی اس آیت سے استدلال
کرتے ہین (۷) اب ہمکو لازم ہے کہ ذبح کی عظمت بنظر اون
وقائع کے لکھین جو بعد شہادت اور ذبح کے واقع ہوئے اور
یہہ واقعات دو قسم کے تھے (۸) ایک قسم تو از قبیل عذاب الہی
اور خوف کے تھے بنظر اظہار عظمت ذبح اور کرامت ذبیح
کی یعنی امام حسینؑ کی۔

(۱) يعاقب بها من ينكر فضله او
شعار امن شعائر الله (۲) ونوع
منه ينصر به من يستنصر في
قضاء حاجة من حوائجه (۳) وهذا
هو الامر الذي يحفظ الله به نظام
امور الدنيا والاخرة والغرض
الاهم من بعثة رسله وخلفائه
في ارضه واوليائه (۴) ولذا
نعتقد ان ائمتنا امان لاهل
الارض كما ان النجوم امان لاهل السماء
(۵) فالوف والاف من الناس
يستبصرون ويؤمنون بالله
وبنبوة نبينا محمد صلعم بتوسط
الحسين في كل زمان وكل
مكان (۶) ولهذا يقول الله سبحانه
وفديناه بذبح عظيم يعني عظيم
النتائج عظيم الفوائد العوائد (۷)
فهل ترى في ذبح الكبش عظمة مما
ذكرناه فتبصر ولا ينبئك مثل خبير
ونصلي على محمد البشير النذير تم
الباب الخامس۔

(۱) اس قسم کے واقعات سے عذاب کیا جاتا ہے اور سزا
دیجاتی ہے اوس شخص کے جو کسی امر قدرتی خدا کا انکار
کرے مراد یہ ہے کہ جن اُمور سے خدائے قادر کی شناخت
ہوتی ہے اونکا انکار (۲) دوسری قسم وہ ہے جس سے مدد کیجاتی
ہے قضائے حوائج اور مشکل آسان کرنے میں بندگان کی
(۳) یہی وہ امر ایسے ہیں جن کے ذریعہ سے خدا انتظام دنیا اور
آخرت کا فرماتا ہے اور رسولوں کے بھیجنے اور خلفائے رسول کے
مقرر کرنے کی زمین پر غرض اصلی یہی ہے (۴)
اسی وجہ سے ہمارا عقیدہ ہے کہ ہمارے آئمہ علیہم السلام
اہل زمین کیواسطے امان ہیں جسطرح نجوم امان ہیں اہل آسمان
کیواسطے (۵) پس ہزار در ہزار آدمی کی چشم بصیرت کھلجاتی ہے
اور خدا اور نبوت پر ہمارے نبی صلعم کے ایمان لانے میں بتوسط
امام حسینؑ کے ہر زمانہ میں اور ہر جگہ پر (۶) اور اسی نظر سے
خدا کہتا ہے فدیہ دیا ہمنے اوسکا عظیم سے یعنی اوس
ذبح کے نتیجے بڑے بڑے اور فواید عظیمہ اور عطایائے عظیمہ ہونگی
(۷) مینڈھے کے ذبح کرنے میں بھی کوئی ایسی بات تم دیکھ
سکتے ہو جن کو ہم نے اوپر لکھا ہے اب چشم بصیرت
وا کرو اور باخبر کی برابر تمکو کوئی سچی خبر نہ دیگا اور
درود پڑھو محمد پر جو بشیر ہیں اور نذیر ہیں پانچواں
باب تمام ہوا۔

الباب السادس اثبات الشهادة من اية تحريم القتال فى الشهر الحرام وفيه ست ايات

قال الله تعالى يسئلونك عن الشهر الحرام قتال فيه قل قتال فيه كبير وصد عن سبيل الله وكفر به والمسجد الحرام واخراج اهله منه اكبر عند الله والفتنة اكبر من القتل ولا يزالون يقاتلونكم حتى يردوكم عن دينكم ان استطاعوا (قلت) والشهر الحرام هو الذى يحرم فيه القتال (۲) والشهور الحرم اربعة قال الله ان عدة الشهور عند الله اثنا عشر شهرا فى كتاب الله منها اربعة حرم (۳) وهى رجب وذو القعدة وذو الحجة والمحرم (۴) ثم لما لم يسئلوا عن القتال فى الشهور كلها بل افردوا بذكر الواحد منها (۵) واللفظ الواحد وان يجوز صدقه على كل واحد منها على سبيل البدلية كما تقرر فى محله

باب چھٹا اثبات شہادت امام حسین آیہ تحریم قتال سے جو شہر حرام میں ہو اور اسباب میں چھہ آیتیں ہیں -

خدا فرماتا ہے پوچھتے ہیں تم سے اے محمد صلعم شہر حرام میں کشت وخون کرنے سے کہدو کہ ایسے مہینے میں کشت وخون کرنا بڑی بری بات ہے اور راہ ہدایت خدا سے باز رکھنا اور کفر کرنا خدا سے اور مسجد حرام سے روکنا اور نکالدینا صاحبان مسجد حرام کا (کعبہ) اوس مسجد سے بہی بڑا گناہ ہے (یا قتال سے) اور فتنہ برپا کرنا قتل سے بہی زیادہ بدتر ہے اور ہمیشہ یہ لوگ تم سے لڑتے رہینگے جبتک تمکو تمہارے دین سے برگشتہ نہ کردینگے اگر انکو اسپر قدرت ہووی میں کہتا ہوں شہر حرام وہ مہینہ ہے جسمیں کشت وخون کرنا حرام ہے (۲) وہ مہینے جسمیں کشت وخون کرنا حرام ہے وہ چار ہیں خدا فرماتا ہے کہ شمار سال کے مہینوں کا خدا کے نزدیک بارہ ہی ہے جو کتاب خدا میں درج ہیں اونمیں سے چار مہینے وہ ہیں جسمیں کشت وخون حرام ہے (۳) رجب اور ذیقعدہ اور ذیحجہ اور محرم (۴) پھر چونکہ ان سوال کرنیوالوں نے لفظ جمع سے سوال نہیں کیا بلکہ ایک ہی مہینہ سے پوچھا ہے (۵) اور لفظ واحد سے اگرچہ اوسے بدل بدل کر چاروں مہینے مراد ہوسکتے ہیں جیسے کہ اپنے مقام پر ثابت ہوچکا ہے (علم معانی وبیان اور اصول فقہہ وغیرہ علوم میں لغت کے اصول بیان ہوتے ہیں

(۱) لکن اصل البلاغة تقتضی ان ینصرف
الی الفرد الکامل (۲) والفرد الکامل
منها هو الشهر المحرم قال الرازی فی
تفسیره وفی الخبر ان اعظم الشهور عند الله
المحرم (۳) فجری بنا ان لغنی من
الشهر الحرام فی الایة المحرم تمسکا
بهذا الحدیث (۴) وایضا نظرا
الی ان المحرم شهر کان اهل الجاهلیة
ایضا یحرمون فیه القتال۔
(۵) وقد قاتلوا فیه فرخ رسول
الله وسبطه قتالا لا مزید علیه
وسنبین لك ما اتوا به ولما
فعلوا ذلك (۶) وهذه الایة
من اولها الی اخرها طابقت
بما جری علی الحسینؑ وهی
الایة التی یکفی لنا الاستدلال
بها فی وقوع تلك الواقعة (۷)
لان فیها اخبار قبل ان یقع بکل
ما وقع (۸) فکما انها یصدق کون
القران معجزا صادرا من معادن
الحکمة الالهیة۔

(۱) مگر قاعدہ بلاغت یہہ ہو کہ فرد کامل اوس سے مراد لیجائے
(۲) اور فرد کامل ان چارون مین یہی محرم ہو فخر الدین رازی
تفسیر کبیر مین کہتے ہین حدیث) مین آیا ہے کہ بزرگ تر
مہینون مین خدا کے نزدیک محرم کا مہینہ ہے (۳) دوسرے یہہ
کہ زمانہ جاہلیت مین بھی محرم مین لوگ خون کرنا اور لڑنا
حرام جانتے تھے (اور اسی بنا پر یہ سوال ہمارے نبی سے
اہل اسلام نے کیا ہے تاریخی امور کا ثبوت عقلی اصول سے
تو ہو نہین سکتا) اب قرآن سے تو صراحتہ چارون ماہ مین
قتال کی حرمت ثابت ہو اور ماہ محرم کی تخصیص قواعد علمیہ
سے ہمنے کردی (۵) ایسے ماہ متبرک مین جو برائے نام
مسلمان تھے اونھون نے فرزند رسول سے کشت وخون
کی پیش آمدگی ایسی کہ جس سے بڑھکر کوئی لڑائی ہو نہین سکتی
اور ہم قریب ہے اونکی پیش آمد کو لکھین گے (۶) یہی وہ آیت
ہے جو ابتدا سے اخیر تک ماجرائے شہادت امام سے پوری
پوری مطابقت رکھتی ہے اور ہمکو فقط اسی آیت سے حضرت
کی شہادت کا ثابت کردینا کافی ہے (۷) اسلئے کہ اس
آیت مین پیشنگوئی جملہ واقعات کی خدا نے فرمائی ہے (۸)
جس طرح یہہ آیت قرآن کے معجز ہونے کی تصدیق
کرتی ہے اور ثابت کرتی ہے کہ قرآن مجید کا نازل
ہونا معدن حکمت الٰہی سے ہوا ہے خارج از طاقت
بشری۔

(١) كذلك تدل على ان السائلين كلهم او بعضهم هم الذين كانت في قلوبهم بغية ان يقاتلوا في ذلك الشهر ان كانوا احياءً (٢) ويوصون اوليائهم بان يقاتلوا في ذلك الشهر من يحرم القتال فيه او من يكون قائما مقامه استخلافًا (٣) ثم انظر الى صنيع الحسين ع فانه سلك مسلكا و اختار طريقا ليصدق عليه وعلى اعدائه ايضًا تلك الاية التى كانها نزلت فيه وفي حق اعدائه (٤) ولا سيما مسيره الى الكعبة ثم قيامه فيها نحو خمسة اشهر حتى حضر موسم الحج (٥) وكان يزيد في حيرتي اذا ذكرت ما جرى عليه وعلى العبادلة الاربع في سنة ست خمسين لما اخذ معوية البيعة ليزيد منهم و ما اكرههم عليه (٦) فلما تاملت لفظ تلك الاية زال عني التردد والعجب كله وزول عن كل الخواطر اذا تتاملون فيما اقوله انشاء الله۔

———•———

(١) اسیطرح یہ آیت دلالت کرتی ہی اس بات پر کہ یہ سوال کرنے والے قتال سے شہر حرام مین سب کے سب یا کچھ لوگ انین سے ضرور ایسے ہین کہ جنکی دلی خواہش یہہ ہے کہ اسی ماہ محرم مین کشت وخون برپا کرین اگر زندہ رہین (٢) ورنہ اپنی اولاد کو وصیت کرجائین کہ تم اسی مہینہ مین ضرور اس سے کہ جسکو یہہ رسول اپنا خلیفہ مقرر کرے لڑائی جھگڑا کرنا تاکہ اسکے حکم کی پوری مخالفت ہوجائے (٣) پھر دیکھو امام حسین کے فعل اور قول کو آپنے بھی وہ راہ اختیار کی اور اُس مسلک کو پسند کیا تاکہ آپ پر اور آپکے دشمنون پر بھی اس آیت کا صدق پورا ہوجائے اور کوئی شبہہ کسیکو باقی نرہے تطبیق مین اس آیت کی آپکے واقعات سے (٤) خصوصاً آپکا جانا خانہ کعبہ کو اور وہان پانچ مہینہ کم وبیش قیام کرنا تا اینکہ موسم بلکہ عین روز حج آپہنچا (٥) میری حیرت اور بھی زیادہ ہوتی تھی جب مجھے یاد آتا وہ جبر اور اکراہ جو معاویہ کے ہاتھ سے آپ پر اور چارون عبد اللہ پر یزید کیواسطے بیعت لینے مین خاص مکہ معظمہ مین سنہ ٥٦ ہجری مین گذرا ہے اور اہل مکہ نے کچھ بھی آپ کی طرفداری نہین کی تھی (٦) جب اس آیت کے لفظ لفظ پہ نظر ڈالی اور سمجھا تردد اور استعجاب میرا سب جاتا رہا اور امید ہے کہ جو کوئی میرے اس بیان کو پڑھیگا یا سنیگا اور بنظر تامل دیکھے گا اسکا تعجب بھی جاتا رہے گا انشاء اللہ تعالیٰ۔

(۱) فانظر یا اخی الی قوله سبحانه فی سورة
البقرة قبل تلک الایة التی صدنا بها
الکلام وهو قوله کتب علیکم القتال وهو
کره لکم وعسی ان تکرهوا شیئا وهو
خیر لکم وعسی ان تحبوا شیئا وهو شر لکم
والله یعلم وانتم لا تعلمون یسئلونک عن
الشهر الحرام قتال فیه الی اخر الایة
ولا یخفی ان وجوب القتال بحکم ما
کان مباحا سائغا مطلوبا من الله تعالی
فلا ریب فی کونه خیرا وهم اکرهوا ذالک
(۲) ثم اخبر سبحانه بانهم یحبون شیئا
(قتالا) هو شر لهم ومن جملته القتال فی الشهر
الحرام (۳) یدل علی صحة تفسیرنا الشیء
بالقتال علاوة سیاق الایة هی الایة
الثانیة فان الله اردف ذکرها متصلا
بالایة الاولی (۴) فکانه اخبر
بانهم یقاتلون فی اعظم شهور
الحرام اعنی المحرم وهو شر لهم
(۵) فوقع فی قضیة الحسین ع کما
اخبر الله به ومن اصدق من
الله قیلا ۔

(۱) اب دیکھو اے برادر کہ خدائے پاک سورہ بقر مین اُس
آیتہ سے پہلے (جسمین شہر حرام کے قتال کو حرام فرماتا ہے
کیا فرماتا ہے۔ وہ کہتا ہے واجب کیا گیا تمپر قتال اور وہ
جہاد تمکو ناگوار تہا اور قریب ہی کہ تمکو ناگواری ہوگی اُس چیز
(قتال) سے جو بہتر ہے تمہارے لئے اور قریب ہے پسند
کروگے تم اوس چیز کو (قتال) کو جو بد اور خراب تمہارے
حق مین اور خدا جانتا ہے تم نہین جانتے۔ تمسے اے محمد
شہر حرام کے قتال سے یہ لوگ پوچھتے ہین پوشیدہ نہین
کہ خدا نے جو قتال واجب کیا تہا وہ مباح اور جایز اور مطلوب
الٰہی ہے اوسکی خیر اور اچہے ہونے مین ہرگز شک نہین اور
اوسی کو یہ لوگ ناگوار سمجہے ہی ہین (۲) پہر خدا نے خبر دی
کہ یہ لوگ پسند کرینگے اوس چیز کو (قتال کو) جو بد ہے
انکے حق مین اور اُن چیزون مین سے شہر حرام کا قتال بہی ہے
(۳) ہمنے جو لفظ شی سے یہان قتال کو مراد لیا ہے اوسکی
دلیل علاوہ سیاق آیت کے (لفظ قتال) اسی آیت مین
مذکور ہے اور قتال کا بیان اسی آیت مین ہورہا ہے دوسرے
آیہ مین جو اوسکے متصل خدا نے نازل کی ہے (۴) گویا کہ خدا
خبر دیتا ہے کہ عنقریب یہ لوگ محرم مین قتال کرین گے
(۵) چنانچہ وہی واقع ہوا جو خدا نے فرمایا تہا قصہ شہادت
امام حسین امیرالمومنین اور خدا سے زیادہ سچا خبر دینے اور پیشنگوئی
مین کون ہوسکتا ہے ۔

(۱) فان قلت فما السر فی تبدیل لفظ القتال بالشی انما هو تعمیم بعد التخصیص (۲) قلت فیه اسرار کثیرة خفیة لا یعلمها الا الله (۳) و من جملة الاسرار ان لفظ الشی فانه سبحانه اخبر بوقوع ذالک القتال فی ذالک الشهر ای المحرم حیث قال عز من قائل و لنبلونکم بشیء من الخوف و فی هذه الآیة یقول عسی ان تحبوا شیئا و هو شر لکم (۴) و قد اثبتنا فی الباب الاول ان آیة الابتلاء مختصة بواقعة الطف (۵) فثبت ان المراد من الشی فی الآیتین واحد (۶) فان کنت فی ابداء ذلک الاحتمال صادقا فعلی ان یغفر الله خطیاتی یوم القیمة (۷) و اقوی الدلائل الله لا الٰه الا الله علی کون المراد من الشیئین فی الآیتین واحد انا اثبتنا فی الباب الاول ان المراد من الخوف فی آیة الابتلاء هو الخوف من تزعزع ارکان الاسلام

(۱) اگر تم مجہ سے پوچہو کیا راز ہے جو خدا نے اس آیت مین لفظ قتال کو شے سے بدل دیا حالانکہ یہ تبدیل تعمیم بعد تخصیص کے ہی (۲) مین کہونگا اس تبدیل مین بہت سے اسرار مخفی ہین جنکو بجز خدا کے اور کوئی نہین جانتا (۳) از انجملہ ایک راز یہہ ہے کہ یہی لفظ شے کی خدا نے جب اس واقعہ شہادت کی ماہ محرم مین ہونے کی خبر دی ہے اور فرمایا ہے کہ ہم تمہارا امتحان ایک شے سے لینگے جو خوف کی قسم سے ہی اور اس آیت مین یہ فرمایا قریب ہی تم پسند کروگے دوست رکہوگے ایک شی کو اور وہ شے تمہارے حق مین بری ہے (جسکی برائی کی کوئی حد نہین) (۴) ہمنے باب اول مین ثابت کیا ہے کہ آیت ابتلا مخصوص ہے واقعہ کربلا سے (۵) اب ثابت ہوگیا کہ مراد لفظ (شے) سے دونون آیتون مین واحد ہے (۶) پہر اگر مین اس احتمال کے پیدا کرنے مین سچا ہون شاید خدا میری خطاؤن اور لغزشونکو روز قیامت بخشدیگا (۷) بڑی قوی دلیل میرے اس دعوے پر دونون آیتونمین شے سے مراد واحد ہے یہی ہے کہ باب اوّل مین یہ ہی ثابت کرچکا ہون کہ خوف جو آیت ابتلا مین مذکور ہے اس سے مراد وہی دین کے ارکان مین لغزش اور رسن استوار دین کا کٹ جانا اسی کا خوف امام حسین ع کو سب سے زیادہ تہا،

(١) كما كان بفعل يزيد واتباعه وهذا
القتال ايضا وقع منه لذلك الغرض
(٢) وهو الذي يقوله سبحانه في آخر تلك
الآية وهو قوله ولا يزالون يقاتلونكم
حتى يردوكم عن دينكم (٣) فثبت
ان المراد من الشيء في كلتا الآيتين واحد
(٤) فكل واحد من الآيتين يعاضد
الاخرى وكلتاهما يثبتان ما ندعيه
من وقوع شهادة الحسين (٥)
ولنشرع في تفسير الآية وتطبيق
الفاظها ومعانيها بما وقع
على الحسين عليه السلام
(٦) وهي سبعة امور اولها
هو القتال في الشهر الحرام وقد
اثبتنا ان المراد منها هو الشهر
المحرم (٧) فلما كان هذا الشهر
حرم الله فيه القتال من الكفار
والمشركين فما ظنك بالقتال مع سبط
الرسول وفئة من المسلمين
(٨) فانه يحرم في كل
شهر وفي كل وقت

(١) جیسا کہ یزید اور یزیدی گروہ کر رہا تھا اور یہ قتال
بھی یزید نے امام حسینؑ سے دین اسلام کی تخریب کی
غرض سے کیا تھا (٢) اور اسی کا ذکر خدا پاک آخر
میں اس آیت کے کرتا ہے فرماتا ہے کہ ہمیشہ یہ لوگ
قتال کرتے رہینگے تا انیکہ تمکو اپنی دین سے برگشتہ کردیں
(٣) اب تو بخوبی ثابت ہوگیا کہ لفظ (شے) سے مراد
دونوں آیتوں میں وہی تحریف احکام دین ہی اور ایک
ہی مراد ہے (٤) اب دونوں آیتیں باہم ایک دوسری
کی تائید کرتی ہیں اور دونوں آیتیں ہمارے دعوی
وقوع شہادت امام حسینؑ کو ثابت کرتی ہیں (خوب
غور سے پڑھو اس کلام کو) (٥) ہم شروع کرتے
ہیں اس آیت کی تفسیر اور اسکے الفاظ اور معانی
کی تطبیق اون حالات سے جو امام حسینؑ
پر گذرے ہیں (٦) اور یہ سات امور ہیں پہلا امر
تو یہی ہے قتال ماہ حرام کا اور ہم نے ثابت کردیا
کہ مراد اس سے ماہ محرم ہی ہوسکتا ہی (٧) پھر جب
اس مہینہ میں کفار اور مشرکین سے قتال حرام تھا اب
کیا خیال تمہارا ہی کہ فرزند رسول اور جوانان اسلام سے
قتال کرنا اس ماہ میں کس قدر حرام ہوگا (٨)
اسلئے کہ ان سے لڑنا تو ہر ماہ میں اور ہر وقت حرام
اور ناجائز ہے اور کسی طرح روا نہیں

(١) وهذا ما يقول الله عن القتال
فيه كبير (٢) والثاني قوله سبحانه تعالى
وصد عن سبيل الله والثالث قوله
وكفر به والرابع قوله سبحانه تعالى والمسجد
الحرام يعني الصد عن المسجد الحرام
والخامس قوله واخراج اهله منه
اكبر عند الله والسادس قوله
والفتنة اكبر من القتل (٣) والسابع
قوله ولا يزالون يقاتلونكم حتى
يردوكم عن دينكم (٤) ومما يجب
تحقيقه في هذا المقام ان السوال
عن القتال في الشهر الحرام بانه
يجوز او لا يجوز عن نبينا صلعم
هل يليق بالكفار او بالمسلمين (٥)
وظاهر ان الكفار لا حاجة لهم الى
ان يسئلوا عن نبينا من الحلال والحرام
فالسوال انما يليق به المسلمون وقد
كان كذلك (٦) ثم يجب علينا تطبيق الامور
السبعة المذكورة انها وان طابق
بعضها بقضية اخرى لكن صدقها
في قضية الحسين ع ايضا كيف كان

(١) یہی تو خداے بزرگ فرماتا ہی کہ اس مہینہ مین لڑنا
بڑا گناہ ہے (٢) دوسری بات اس آیت مین
یہ ہے کہ قتال شہر حرام راہ خدا پر چلنے کو روکتا ہے
تیسری بات کہ یہ قتال کفر ہے خدا کے ساتھہ چوتھے
باب مین کہ اس مہینہ کا قتال مسجد حرام کے آنے کو
روکتا ہے۔ پانچوین بات کہ اہالیان مسجد حرام
کو اس مکان سے نکال دینا بڑا گناہ خدا کے نزدیک
ہے چھٹی یہ کہ فتنہ برپا کرنا قتل سے بھی زیادہ ہے
معصیت مین (٣) اور ساتوین یہ کہ لوگ ہمیشہ
تم سے لڑینگے جبتک تمکو تمہارے دین سے برگشتہ
نکردین۔ اب یہ ساتون امور مذکورہ آیت ہذا کو دیکھو
(٤) یہ بھی اس آیت کے معنی سمجھنے مین ضرور ہے کہ
یہ سوال جو قتال شہر حرام سے ہے آیا کفار کے کرنے
کے لایق ہے یا اہل اسلام کے (٥) ظاہر ہے کہ کفار
کو حلال اور حرام کا مسئلہ پوچھنا ہمارے نبی سے کیون مناسب
ہوتا لہذا یہ سوال اہل اسلام ہی نے کیا ہے (٦) پھر
اب یہ سات امور اس آیت مین مذکور ہین انکا واقع ہونا کسی
اور واقعہ مین ہوا ہو مگر واقعہ کربلا مین کیسی امور سات امور
سے واقع ہوئے اور اسی طرح واقع ہوئے کہ اور واقعات
مین انکا مطلب ہونا ایسا واضح نہ تھا۔ مطلب یہ ہے
کہ ہمکو جس بات کا اثبات منظور ہے اسی کو ہم ثابت کرین

(١) فنقول قد وقع في وقعة الطف منها اربعة امور القتال في الشهر الحرام والصد عن المسجد الحرام فان الحسينؑ ما استطاع ان يودي مناسك الحج فبدل حجة بالعمرة واخراج اهله منه قال الحسينؑ انه لو لم يخرج منها لكان مقتولا او اسيرا وايضا اثارة الفتنة التي هي اشد من القتل (٢) واذا ثبت وقوع تلك الامور فلم يبق امر منها الا وقد وقع وهو المراد (٣) ولعل قائلا يقول ان الحسينؑ من يوم خروجه من المدينة الى يوم وروده بارض كربلا يريد القتال وكان يستنصر كل من لقيه ويحرض المسلمين على الجهاد ويأخذ البيعة (٤) وقد كانت دعوته لسانا وكتابة وارسالا الرسل والسفراء (٥) وقد ارسل اخاه مسلم بن عقيل نيابة عنه واستمر على ذلك

(۱) اب ہم کہتے ہیں کہ ان سات امور میں سے چار جو بمنزلہ اصول کے ہیں وہ تو واقعہ امام حسینؑ میں ضرور واقع ہوئے ایک تو قتال شہر حرام میں دوسرا مسجد حرام میں جو امور واجب اور مستحب ہیں ان سے باز رکھنا چنانچہ امام حسین کو حج کرنے نہ دیا تھا حج کو عمرہ سے بدل کر آپ خانہ کعبہ سے نکلے (۲) خود امام حسینؑ نے فرمایا کہ اگر میں نہ نکلتا یا تو مقتول ہوتا یا اسیر ہو جاتا (۳) چوتھی فتنہ اور فساد خانہ کعبہ میں برپا کرنا اس سے زیادہ فتنہ اور کیا ہوگا (۴) اور جب یہ چاروں امور واقع ہوئے اور یہی بمنزلہ اصول کے ہیں اب باقی کیا رہا سب کچھ واقع ہو گیا اور یہی ہمارا مطلب ہے (۵) شاید کوئی معترض یہ کہے کہ امام حسینؑ ہی تو از روز روانگی مدینہ تا روز ورود کربلا قتال کی درپے تھے اور جو کوئی راہ میں ملتا تھا اس سے طلب نصرت کرتے تھے اور اہل اسلام کو جہاد کرنے پر آمادہ کرتے تھے اپنی بیعت لوگوں سے لیتے تھے زبانی اور تحریری دعوت جہاد کر رہے تھے اپنی طرف سے اور دور کے لوگوں کو نامہ و پیام کے ذریعہ سے بلاتے تھے (۶) اپنے بھائی مسلم بن عقیل کو اپنا نائب کر کے کوفہ کو بھیجا تھا اور ہمیشہ اسی تجویز اور فکر جہاد میں رہے کوئی دقیقہ کوشش کا اٹھا نہ رکھا چلنا اور

(1) حتى ورد بارض نينوى وهناك
ايضا ارسل حبيب بن مظاهر الى
الغاضرية للاستنصار وقد وقع
بينهم وبين عسكر عمر بن سعد
جدال وقتال فى الليلة السابعة
من المحرم وهو الشهر الحرام (2) كيف
جاز لهم ذلك وكيف كان يسوغ
للحسينؑ ان ياذن لحبيب بن مظاهر
(3) وايضا قد تروون ان الحسين
جاهد فى الله حق جهاده كما
فى الزيارات الماثورة (4) والحاصل
ان الحسين ايضا فعل ما فعل من القتال
وغيره فى الشهر الحرام فالايراد الذى
توردونه على يزيد واتباعه يرد
على الحسين وانصاره ايضا (5)
فنقول ان الجهاد والقتال لفظان
غير مترادفين بينهما عموم من وجه
(6) لتصادقهما فى الجهاد بالسيف
والرمح والسهام وتفارقهما فى الجهاد
بالقلم واللسان او بذل المال و
قتال السلاطين الظلمة وقطاع الطريق وغيرهم

(1) تا انکہ زمین کربلا پر پہونچے اور وہاں پہونچکر بہی
حبیب ابن مظاہر کو اپنی کمک لانیکو غاضریہ روانہ
کیا اور بنی اسد سے اور لشکریان عمر سعد سے لڑائی ہوئی
ساتوین شب محرم کو جو شہر حرام ہے (2) پہر کیونکر ان
لوگونکو یہ لڑنا جائز تہا اور کیونکر امام حسینؑ کو جائز تہا
کہ حبیب ابن مظاہر کو روانہ کرین (3) ایضاً تم روایت
کرتے ہو کہ امام حسینؑ نے راہ خدا مین جہاد ایسا کیا جو
حق جہاد کرنیکا ہے چنانچہ زیارات ائمہؑ مین وارد ہے
(اور یہ جہاد وہی جہاد ہے جو ماہ محرم مین واقع ہوا جس
مہینہ مین قتال حرام ہے (4) خلاصہ اس اعتراض کا یہ
ہے کہ امام حسینؑ نے بہی جو کچہہ کیا قتال وغیرہ وہ سب
بہی شہر حرام مین واقع ہوا پس جو اعتراض تم یزید
اور پیرویان یزید پر کرتے ہو بعینہ امام حسینؑ اور انکی انصار
پر بہی وارد ہوتا ہے۔

جواب (5) اب ہم کہتے ہین کہ جہاد اور قتال
دو لفظ ہم معنی نہین ہین بلکہ ان دونون مین عموم من وجہ کی
نسبت ہے تلوار اور نیزہ اور تیر سے جو جہاد کیا جاے اس پر تو قتال
اور جہاد دونون صادق آتے ہین اور قلم سے زبان سے
مال کے خرچ کرنیسے جو جہاد کیا جاے اس پر قتال نہین صادق آتا
ہے اور بادشاہونکی جنگ و جدل ملک گیری کی غرض سے ڈاکہ زنون
کی لڑائی اور خانہ جنگی اس پر قتال صادق آتا ہے جہاد نہین صادق آتا

(١) وكون الجهاد اعم من القتال يدل
عليه قوله تعالى والذين جاهدوا
فينا لنهدينهم سبلنا (٢) وتلك
السبيل هي الطرق التي بها تمام الهداية
ومنجلتها كون الهادي مظلوما
مقتولا كما مر بيانه في الباب
الثالث (٣) وايضا يدل عليه
قوله في سورة النساء ولو كتبنا
عليهم ان اقتلوا انفسكم او اخرجوا
من دياركم ما فعلوه الا قليل منهم
(٤) ولو انهم فعلوا ما يوعظون به
لكان خيرا لهم واشد تثبيتا واذا لاتيناهم
من لدنا اجرا عظيما ولهديناهم صراطا مستقيما
(٥) دلت الاية على ان كونهم
مقتولين خير لهم واشد
تثبيتا لغيرهم يعني الذين
يريد الله سبحانه هدايتهم
بذريعة كونهم مقتولين
(٦) ودلت ايضا على ان
المؤتمرين لذلك الامر
قليل من الناس كالحسين واصحابه

(١) جہاد کا قتال سے علم ہونا اس پر یہ آیت بھی دلیل
ہے جو لوگ ہماری راہ میں کوشش کرتے ہیں اونکو ہم
ہم ضرور اپنی راہونکی ہدایت کرینگے (٢) یہ راہیں وہی
طریقہ ہدایت کی ہیں جن سے امر ہدایت پورا ہوتا ہے منجملہ اون
راہوں کے ہادی برحق کا مظلوم ہوکر مقتول ہونا بھی ہے
چنانچہ باب سیوم میں ہم ثابت کر چکے (٣) ایضاً
سورہ نساء کی یہ آیت بھی دلالت کرتی ہے اگر ہم اون
لوگوں پر واجب کرتے کہ اپنی جانیں قتل کر دو یا اپنی بستیوں
سے نکلو تو بہت ہی کم لوگ اس حکم کی تعمیل کرتے دیکھو
خدا کیا فرماتا ہے اور سمجھو اس آیت کو (٤) اور اگر وہ لوگ
جس بات کی اونکو نصیحت کیجاتی ہے اوسی کو کرتے (یعنی مرجاتے)
اونکے حق میں بہتر تھا اور ثابت قدمی راہ حق پر کرانے
میں زیادہ موثر ہوتا اور اسوقت ہم اونکو اجر عظیم دیتے
اور صراط مستقیم کی اونکو ہدایت کرتے (٥) اس سے
معلوم ہو گیا کہ اونکا مقتول ہونا خود اونکے لئے بھی بہتر
تھا اور دوسروں کے راہ ہدایت پر لانے میں بھی زیادہ
کارگر ہوتا جنکی ہدایت اون مقتولین کے ذریعہ سے خدا کو
منظور تھی (٦) یہ بھی اسی آیت سے معلوم ہوا کہ
اس حکم کے بجالانے والے (مثل حسینؑ اور
انصار حسینؑ کے کم لوگ ہیں (اب تو میں
اپنے مقصود کے ظاہر کرنے پر آہی پہونچا)

(١) فلننظر الى جهاد الحسين وقتاله
ماكان يفعله من يوم خروجه
من المدينة الى يوم برازه للدفاع
(٢) وهو اليوم التاسع من المحرم
وايضًا الى يوم عاشوراء يوم مقتله
وقتاله (٣) وملخصه انه كان يدافع ولا
يريد ان يقع القتال ويستمهلهم من
وجهين (٤) وجه على ظاهر الشرع
ولذلك الوجه يستنصر ويحرض
المسلمين على القتال وهو واجب على
كل نبي او خليفة النبي (٥) وكان من
بعض دفاعه يوم وروده بارض نينوى
او قد وقع بين اصحابه واصحاب الحر
النزاع في نصب الخيام على شط الفرات
فمنع اصحابه وامر بنزع الخيام (٦)
وايضًا في اليوم التاسع يوم
ورود الشمر وهم كانوا
مصرين على ان يقع الحرب
بينهم (٧) وايضًا يوم عاشوراء
وهو روحي له الفداء قد قام
يقول ماكنت باديا للقتال

(١) اب دیکھو ہمکو لازم ہی کہ امام حسینؑ کے جہاد
اور قتال کو نظر غور دیکھیں اور یہ بھی سوچیں
کہ وہ جناب از روز خروج مدینہ تا روز کہ دفع دشمن
کیعوض سے آپ کمربستہ لڑنے پر ہوے (٢) نہم محرم اور
نیز روز عاشورا تک آپنے کیا برتاؤ کیا (٣) تاریخی
واقعات سے بلا جنبہ داری اس سب کا خلاصہ یہی ہی کہ
آپ لڑائی سے گریز کرتے تھے اور ٹالتے تھے خصوصًا
از روز روانگی مکہ اور مہلت بھی طلب کرتے تھے
دو وجہوں سے (٤) پہلی وجہ مطابق ظاہر شریعت اسلامی
اور اسیوجہ سے آپ طلب نصرت کرتے تھے اور مسلمانوں
کو قتال پر آمادہ کرتے تھے اور یہی امر واجب ہی ہر ایک
مجاہد پر نبی ہو یا خلیفہ نبی سب پر (٥) بعض مواقع
تاریخی سے بخوبی معلوم ہوا جبدن آپ وارد کربلا ہوے
اور دریا پر خیمہ نصب کرنیکی بابت آپکے اصحاب اور لشکر حر سے
تکرار ہوئی امام حسینؑ نے یہی حکم دیا کہ ہمارے خیمے اٹھا لو تکرار
نکرو (٦) ایضًا نویں تاریخ جب شمر کوفہ سے آیا ہی اور وہ سے
زور لڑائی پر زور دیتا تھا حضرت نے مہلت ایک شب کی طلب
کی (٧) ایضًا بروز عاشورا جب دونوں طرف صفین تیار ہو چکی تھیں
اسوقت بھی آپنے ارشاد فرمایا کہ میں ابتدا لڑائی نہ کرونگا ان واقعات
سے بلا جنبہ داری ہر شخص پر ثابت ہو سکتا ہی کہ آپنے ابتدا جنگ سے
نہیں کی جو معنی جہاد کی ہیں بلکہ دفاع یعنی حفاظت خود اختیاری اپنی کرتا

(۱) فاذا ثبت كون قتاله دفاعا فلا
ضير في ان يقع في الشهر الحرام
او في غيره لانه واجب في كل
حال وكل زمان (۲) اما قول العدو ان
الحسين ع كان داعيا للجهاد
وهذا هو جهاد الدعوة
فجوابه ان دعوة الجهاد ليست
بجهاد فليست بمحرمة في الشهور
الحرم (۳) واما القتال الذي وقع
بين بني اسد فهو ايضا كان دفاعا
(۴) فان لم يمنعوا وكانوا قد
لحقوا بالحسين ع فما الدليل
عندك ايها المعاند على
ان الحسين كان يامرهم
بالقتال في يومه هذا او
في شهره هذا (۵) ولما
اثبتنا ان الحسين ع لم يكن
باديا للقتال بل كان مدافعا
في كل حال فثبت ان الذين قاتلوه
هم البادون للقتال وهم المصاديق
لتلك الاية فهم اشد كفرا كما في الاية

(۱) جب ثابت ہوگیا کہ لڑنا امام حسین ع کا بطور دفاع
کے تہا پہر کیا ضرور ہے اور کیا خرابی ہی اگر شہر حرام
مین واقع ہوا یا اور کسی مہینہ مین اسلئے کہ حفاظت خود
اختیاری ہر وقت واجب ہی جب اوسکی ضرورت
ہو (۲) رہا یہ اعتراض کہ امام حسین ع دعوت جہاد
برابر کرتے تہے اور یہی جہاد دعوت ہی اوسکا جواب
یہ ہے کہ جہاد کے واسطے بلانا یہ اور بات ہی اور جہاد
کرنا یہ اور بات ہی اور دعوت جہاد شہر حرام مین حرام
نہین (۳) اور جو لڑائی قوم بنی اسد سے جو ہمراہ
حبیب ابن مظاہر کے ہوئی تہی واقع ہوئی وہ بہی بطور
دفاع کے تہی ازرق شامی نے اونکو روکا تہا اور انکو
قتل کرنا چاہا تب انہوں نے مقابلہ کیا (۴) پہر اگر بنی اسد
رکے نہ جاتی اور امام حسین تک پہونچ ہی جاتی جب بہی
تمہارے پاس اے دشمن خاندان رسالت اسپر کیا دلیل
ہی کہ امام حسین اوسی روز یا اوسی مہینہ مین اونکو لڑائی کا
حکم دیتے (۵) اب چونکہ ہمنے ثابت کر دیا کہ امام حسین کیطرف سے
جنگ کی ابتدا نہوئی بلکہ آپ تو ہمیشہ ٹالتے رہے اور بطور حفاظت
خود اختیاری کے لڑے لہذا ثابت ہوگیا کہ جو لوگ آپ سے
لڑے وہی بانی قتال شہر حرام مین تہے اور انہین پر یہ آیت
صادق آتی ہی اور وہی کفر مین شدید ہین اور سب امور جو
آیت مین وارد ہین انہین پر بکم و کاست صادق آگئی

(۱) والوجه الثانی من وجوه تسویف الحسین القتال هو اتباع علی تکلیفه الخاص (۲) وهو کونه محکوما مامورا من الله سبحانه بالمقتولیة فی مکان مخصوص ویوم مخصوص مع خصوصیات اخر التی کان یترقب اجتماعها باجمعها ویبنی افعالها علیها فانه کان یعرف مشهده الذی اراه ام سلمة سلام الله علیها یوم خروجه عن المدینة (۳) وقال لافواج الملئکة لا یلقونی بکربلاء او اصل الی بقعتی (۴) وصرح لافواج الجن ان تلك البقعة قد اختارها الله یوم دحی الارض وجعلها معقلا لشیعتنا وتکون لهم امانا فی الدنیا والاخرة (۵) وکذلك روایات اخر دالة علی کونه عارفا عالما بان الشروط التی اوجب الله سبحانه علیه القتل انما تجتمع یوم عاشورا فی جماعة من انصاره واعزته وهم الذین یکونون مقتولین معه فائزین الی درجات حباهم الله فی جوار القدس

(۱) دوسری وجہ امام حسین کو قتال کی ٹالنی کی یہ تہی کہ اپنی تکلیف خاص بجا کرتے تہے (۲) اور وہ تکلیف یہ تہی کہ آپکو حکم خدا مکان خاص اور مخصوص مین چند خصوصیات کے ساتہہ مقتول ہونے کا تہا۔ انہین شرائط کے مجتمع ہونیکی آپ منتظر تہے اور اپنی افعال کو انہین امور پر مبنی کرتے تہے (۳) اسلئے کہ اپنی قتلگاہ اور یوم موعود کو پہچانتے تہے۔ چلتے وقت جناب ام سلمہ کو دکہلایا تہا (۴) اور افواج ملائکہ سے جو مدد کو آئے تہے صاف کہدیا تہا کہ مجہے میرے دشمن کوئی آزار نہین پہنچا سکتے جبتک مین اپنی مقام پر نہ پہونچ جاؤن (یعنی اپنے مقتول ہونیکا خوف مجہے تنہا سے راہ مین نہین ہے (۵) اس مقام کی توضیح بہی اپنی افواج مومنین جن سے کردی تہی۔ فرمایا کہ خدا نے جس روز زمین کو بچہایا ہی اوسی روز سے وہ زمین میرے واسطے لیلی ہی اور اسکو ہمارے پیرو اور دوستون کے لئے جائے پناہ بنایا ہی انکے واسطے امان ہے دنیا اور آخرت مین (۶) اسیطرح کی اور بہی روایات ہین جنسے بخوبی معلوم ہوتا ہے کہ آپکو علم اور معرفت ان شرطون کی تہی جن شروط سے انکا مقتول ہوجانا خدا نے واجب کیا تہا اور یہ بہی آپکو معلوم تہا کہ وہ سب شروط بروز عاشورا جمع ہونگے اور جماعت انصار اور اعزا کی اسی مقام پر ہوگی یہ وہی لوگ ہین جو آپکے ہمراہ شہید ہوکر ان درجات کو پہونچینگے جو خدا نے اپنی جوار قدس مین انکے لئے مہیا کئے تہے

(۱) ثم تلک الایة التی صدرنا
بھا الباب کما تدل علی حرمة القتال
فی الشھر الحرام کذلک تدل علی
حرمة اخراج اھل المسجد الحرام
منہ (۲) ویقول اللہ عز اسمہ
انہ اکبر من الکفر فنسئلک ایھا
المورد ان الحسین اخرج یزید
واتباعہ من المسجد الحرام او ھو
اخرج الحسین واصحابہ منہ فمن
تصدق علیہ تلک الایة الدالة
علی کفرھم ثم (۳) یقول سبحانہ
والفتنة اشد من القتل فمن اثار
الفتنة ھل یزید واتباعہ ام الحسین
(۴) واذ قد ثبت ان موثر الفتنة
یزید واتباعہ وقد قال اللہ
انھا اشد من القتل وھذا اشد
من الکفر (۵) فالحری ان نبین
انھا کیف یکون کذلک فانظر الی
محاربات السلاطین من ای دین
کانوا من ای قوم ینتسبون فانھم
اذا غلبوا علی عدوھم وصار عدوھم مغلوبا

(۱) پھر یہ بھی دیکھو کہ یہ آیت جس سے ہمنے ابتدائی کلام
کی ہے جسطرح شہر حرام مین قتال کی حرمت پر اسیطرح
مسجد حرام سے نکالنے کو حرام کرتی ہے (۲) خدا فرماتا ہے
کہ اہل مسجد کا اوس سے نکالنا اوس اقتال سے بھی زیادہ
گناہ ہے اور کفر سے بدتر ہے۔ اب ہم پوچھتے ہین تم
سے کہ حسین علیہ السلام نے یزید اور پیروان یزید کو مسجد
حرام سے نکالا یا اون لوگون نے حضرت اور آپ
کی اصحاب کو وہان سے نکالا۔ اب یہ آیت کس پر صادق
آتی ہے جو نکالنے والونکی کفر پر دلالت کرتی ہے۔ اب یہ
فقرہ بھی بخوبی امام حسین کے ساتھ مخصوص ہوا
اور یہی ثابت کرتا تھا (۳) پھر خدا تعالی فرماتا ہے کہ
فتنہ برپا کرنا قتل کرنے سے بھی زیادہ شدید ہے۔ پھر
دیکھو کہ یزید نے فتنہ برپا کیا کہ امام حسین اور آپ
کے اصحاب نے ۔ (۴) جب یہ بھی ثابت ہوگیا کہ
فتنہ پرداز ہی یزید ہے اور وہ فتنہ قتل سے بدتر
اور کفر سے بدتر ہے (۵) اب لائق ہے ہم بیان
کرین کہ یہ کفر سے اشد کیونکر ہوسکتا ہے۔ دیکھو دنیا کی
کی لڑائیان جو ملک گیری کی غرض سے ہوتی ہین
کسی دین اور مذہب اور کسی قوم کے وہ سلاطین
کیون نہون اور کسی قوم کے جب یہ لوگ اپنے دشمن
پر غالب ہوگئے اور دشمن مغلوب اور شکست کھا گیا

(۱) لا یقدر علی الضرب والطعان
وھو جائع عطشان فحمیة النوعیة
الانسانیة تجد وھو الی رید
واطعامه وان لم یشاك الیھم
جوعه وعطشه (۲) والحسین
اذا سقط عن جواده شکی الیھم
عطشه اتماما للحجة (۳) حتی انه
قال فی اخر ما قال اعطونی جرعة
من الماء فقد تفتت کبدی
من شدة الظماء فلم یجیبوه
الا بالضرب والطعان وایضا
اذا ال امر خصمھم الی الحال التی
ال امر الحسین الیھا فھم لا یقتلونه
بل یاسرونه (۵) وقد فعل اتباع
یزید بخلاف ماجرت به العادة
مع علیھم بانه لو لم یقتل لم یتو حیا
ازید من ساعة (۶) لکثرة
سیلان الدم عن جسمه الذی
اصابه الف وتسعمائة وخمسون
جراحات فی مقادیم جسده (۷)
وکذا العطش کان قد تفتت کبده

(۱) اور اسمیں تیغ زنی اور نیزہ بازی کی قوت
نہیں ہی اور یہ شخص بہوکا پیاسا ہی ہے، پس حمیت
انسانی اونکو آمادہ کرتی ہی کہ اوسکی پیاس
بجہادے ۔ کہانا ۔ کہلادیتے یہ عام قاعدہ ہے۔
(۲) امام حسین جب زمین پر گہوڑے سے گرے تہی
اور اپنی پیاس کی شکایت اون سے کی تہی بنظر
اتمام حجت (۳) آخری کلمہ جو آپنے کہا تہا وہ یہ تہا
مجہی ایک گہونٹ پانی پلادو کہ میرا جگر شدت سے
پیاس کی پارہ پارہ ہوگیا ہی ۔ اسکو بہی اشقیا نے
منظور نہ کیا اور تلوار اور نیزہ کی زبان سے اس کا جواب
دیا (یہ ثبوت ہی کفر سے اشد ہونیکا جو خدا فرماتا ہی
اس آیت مین) (۴) یہ بہی سلاطین کا قاعدہ ہے جب اونکا
دشمن ایسا خستہ حال ہوجاتا جیسی کہ امام حسین تہی تو ہر وہ اسکو جان
سے نہین مارتے بلکہ اسیر کرلیتے ہین (۵) لشکریان یزید نے اسکے
بہی خلاف عملدرآمد کیا باوجودیکہ اونکو معلوم تہا کہ وہ جناب
اگر قتل نہ کیجاتے ایک گہنٹہ سی زیادہ زندہ نہ رہتی (۶) اسلئے کہ خون
آپکی بدن سے اسقدر خارج ہوچکا تہا ایکہزار نوسو پچاس زخم تیر
ونیزہ وشمشیر آپکی فقط اگلی دہڑ مین لگی تہے اسلئے کہ پشت لڑائی
مین حضور نے بموجب حکم قرآن نہین پہیری تہی (۷) اور
پیاس کی شدت نے آپکا جگر پارہ پارہ کردیا تہا ایسا
زخمی کبہی زندہ رہ سکتا ہے یہ ثبوت اشد کفر کا ہے

(۱) والسلاطين بل جميع المقاتلين
دابهم التربص بخصمهم الى ما
يؤول اليه امره فلم يتربصوا
(۲) ثم بعد قتل الخصم جرت العادة
الانسانية بالنسبة الى الايتام و
حرمه والايامى انهم يحفظون
حرمتهم و يأتون اليهم بحسن السلوك
و يحامون عنهن احسن المحامات
(۳) ومعلوم ان اتباع يزيد فعلوا
ما فعلوا مثل النسوة الجائعات
مذ ثلثة ايام (۴) واشد القساوة
ما ابداها الشمر والله سبحانه يقول
واما اليتيم فلا تقهر وهذه سكينة
بنت الحسين سلام الله عليها كانت
مشغوفة بحب ابيها ولم تمالك
من الصراخ العالي فلطمها
الملعون حتى جرى الدم عن خدها
(۵) لم يكن لها ذنب بيد ان الحسين
يحبها حبا شديدا (۶) وليت
شعري ان البكاء على الاعزة المقتولين
كيف يجوز المنع عنه للاعزة من بنات و اخوات

(۱) بادشاہون کا بلکہ سب لڑنے والون کا
داب یہی ہے کہ اپنے مقابل کو جب زخمی کرلیا
اب انتظار کرتے ہین کہ اسکا انجام کیا ہوگا مگر
یزیدیون نے ایک لمحہ بھی انتظار نہ کیا (۲)
پہر جب دشمن مقتول ہوگیا انسانی عادت
اوسکی یتیم بچہ اور رانڈ عورتون کی نسبت
یہ جاری ہے کہ اون کی عزت اور آبرو
کی حفاظت کیجاتی ہے اور حسن سلوک سے اون
سے پیش آیا کرتے ہین اون سے اچھی ہمدردی
کیجاتی ہے (۳) یزیدیون نے جو اہلحرم
کے ساتھہ کیا بخوبی معلوم ہے اور پہر کونسی عورات
ہوگی پیاسی مررہی تہین (۴) بڑی بہاری
شقاوت وہی ہے جسکو شمر نے ظاہر کردیا خدا
تو قرآن فرماتا ہی کہ یتیم پر قہر او غضب کرو یہ بیری
خوردی سکینہ ہی جو اپنی پدر بزرگوار سی زیادہ مانوس
تہی بعد شہادت امام حسین کی جب نہ سکی اور بلند آوازسی
رورہی تہی شمر نے ایسا طمانچہ مارا کہ خون اسکی رخسار سی
جاری ہوا (۵) اور کوئی گناہ تو اوس نتیم کا تہا بس یہی گناہ
تہا کہ امام حسین اسکو بہت چاہتے تہی (۶) بڑی حیرت ہی کہ جنکی عزیز
انکی سامنے قتل ہون وہ لوگ رونے سے کیونکر منع کئے جاسکتی
ہین خصوصا لڑکیاں و بہنین کہ انکی محبت تو مادرمی

(۱) افلم تسمع قول زینب سلام الله علیها
انها تقول ان دمعت منا عین قرحت
بالسنان (۲) وانما نقول باشدیة
الکفر انهم کانوا یاتون بالافعال
التی تورث البکاء والنحیب (۳)
مثلا انهم کانوا ینصبون رؤس
الاعزة علی الرماح بمنظر النساء
والایتام ثم یمنعونهن عن البکاء
(۴) فهی کالحجارة بل اشد قسوة
(۵) جرت عادة السلاطین فی
اسراهم ولا سیما بالنسبة الی
اسیر مریض ان یداووه (۶)
وهذا سیدنا السجاد کان
من اسرائهم وکان مریضا
مبطونا او محموما وقد جر الشمر
اللعین من تحته نطعا لا نطیق
بان نذکر انه کیف جره (۷)
ولعل هذا النطع هو الذی رآه
احد من علماء رباح القاضی فی منامه
مفروشا بحذاء رسول الله صلعم کما ذکرته
فی مقامه من ابانة ابن بطة

(۱) کیا تمنے جناب زینب کا یہ قول نہین سنا ہی
کہتی ہین کہ اگر ہماری انکہہ مین آنسو بہر آتا تہا نوک
نیزہ سی اوس آنکہہ کو ایذا دی جاتی تہی (۲) ہمنے
اشد کفر اور نہایت درجہ کی شقاوت اسلئے
اونکی لکہی ہے باوجودیکہ عمدًا ایسی افعال کرتے تہی
جنسی آدمی رونے پر بے اختیار ہوجاتا تہا (۳)
اونکی عزیزونکی سر نیزون پر چڑہاکر سامنی عورات
کے رکہتے تہے اور پہر اونکو رونیسی منع کرتے تہی (۴)
یہ دل مثل پتہر کے تہی بلکہ پتہر سی زیادہ اونکی قساوت
ثابت ہوگئی (یہی ہمکو تطبیق آیت کا ثبوت ملتا ہی)
(۵) بادشاہونکی عادت اپنی قیدیونکی نسبت اور خاصکر
جو قیدی بیمار ہوہی جاتا ہے کہ اوسکی دوا علاج کرانے
ہین پرستار متقرر کرتے ہین (۶) دیکہو یہ ہمارے امام
زین العابدین بہی قیدیونمین بیمار تہے دست پا
تپ کے اندر ایک کہال پر لیٹے ہوئے تھے اسکو کس طور شمر
نے کہینچا ہے ہای مجہسی وہ شقاوت بیان نہین ہوسکتی (۷)
عالم رویا مین جو قاضی رباح کی ایک آئمہ نے دیکہا اسی شب
کو کہ جناب رسالتمآب کے سامنی ایک کہال بچہی ہوئی ہے
شاید اسی کہال کا نمونہ ہوگا جسکو حضور نے اپنی سامنی
بچہوایا تہا یہ روایت کتاب ابانہ ابن بطہ کی ہی جو علمای اہل
سنت سی ہین - ہمنے اسکو مقام مناسب مین لکہا ہی

(۱) هذا ما نقول فی الاشد یحقق
تطبیقا للآیة (۲) وبقی تطبیق
اخر الآیة وهو قوله ولا یزالون
یقاتلونکم حتی یردوکم عن
دینکم ان استطاعوا (۳)
فنقول فی اثباته من صنیع ابی
سفیان ومعاویة ویزید
من بدو الامر الی وقعة الحرة
التی وقعت بعد وقعة الطف
وای شهادة اکبر منها (۴)
وای شجرة خبیثة اخبث
منها التی ذکرها الله سبحانه
فی کتابه (۵) فلما صدقت الآیة
بجملتها علی ما جری علی الحسین
ولا یوجد وقعة فی الدنیا بالنظر
الی التاریخ بحیث یصدق علیها
تلک الآیة (۶) فکیف ینکرها منکر انها لم
تقع الا من کان اشد عنادا مثل ابن تیمیة
(۷) ونحن نحمد الله سبحانه علی تمام هذا الباب
کما کنا نبتغیه من فضله (۸) ویتلوه باب
ایة المعاقبة وتطبیقه بقضیة شهادة الحسین

(۱) یہ تو ہم نے اشد ہونیکا ثبوت دیا ہی جو آیت
مین وارد ہی (۲) باقی رہی آخر آیت کی تطبیق
جو خدا فرماتا ہے اور ہمیشہ تمسے یہ لوگ لڑتے
رہینگے کہ تمکو تمہارے دین سے برگشتہ کردین اگر
اون کا اختیار چلے (۳) اب ہم کہتے ہین اس
دوامی قتال کا اثبات تین پشتون سے ابوسفیان
اور معاویہ اور یزید سے پورا ہوگیا - ابتدای زمانہ
ابوسفیان سے تا واقعہ حرہ (قریب مدینہ منورہ)
جو بعد واقعہ کربلا کے کچھ کم تین سال کے یزید کی فوج
کشی سے ہوا ہی (۴) اب کونسا خبیث درخت شجرہ
بنی امیہ سے بدتر ہی جسکو خدا نے قرآن مجید مین شجرہ ملعونہ
فرمایا ہی (۵) پھر جب پوری آیت قضیہ شہادت
امام حسین پر صادق آگئی اور کوئی ایسا واقعہ دنیا مین نہین
گزرا تاریخ پر نظر کرنے سے کہ جسپر یہ آیت پوری صادق
آجائے (۶) اب اس واقعہ کا انکار وہی کریگا
جسکو پوری دشمنی خاندان رسالت سے ہو جیسے ابن
تیمیہ (۷) اور ہم خدا کے حمد کرتے ہین کہ اس باب
کو جیسے ہماری دلی خواہش تھی فضل خدا سے ویسا
ہی پورا لکھدیا (۸) اس باب کے بعد آیہ معاقبہ آتا ہی
اور اوسکی تطبیق ہی قضیہ شہادت امام حسین سے
کرینگا انشاء اللہ تعالی صلی اللہ علی محمد وآلہ

الباب السابع في اثبات شهادة الحسين من اية المعاقبة وفيه اربع عشر ايات

قال الله تعالى في سورة الحج ومن عاقب بمثل ما عوقب ثم بغي عليه لينصرنه الله قلت نزلت في نبينا صلى الله عليه واله (۲) ودلت على انه صلوات الله عليه واله انما قاتل هؤلاء الكفار بمثل ما عوقب (۳) فكان قتاله المذكور في تلك الاية انتقاما ولم يكن صلعم باديا (۴) فكان يكفيهم اذا انصفوا ان يكفوا يدهم (۵) لكنهم لم ينصفوا ولم يزالوا يبغون عليه وعلى من قام مقامه بالنص وهو علي عليه السلام حتى ادركوا زمان خلافة الحسن ووجدوه فقيد الانصار لكن لا كمثل الحسين (۶) فصالحوا مسلمة وفعلوا ما فعلوا وقد مضى عليه السلام الى روح الله وريحانه ولم يتركوا البغي هنيهة (۷) ثم لما سار ولده الى مستقره

باب ساتواں اثبات شہادت امام حسین کا آیہ معاقبہ سے اور اسمیں چودہ آیتیں ہیں۔

خدا سورہ حج مین فرماتا ہی اور جس شخص نے اپنا بدلا لیا اوسیقدر جتنا وہ ستایا گیا تہا اور پہر اوسپر بغاوت کیگئی خدا ضرور اوسکی نصرت کریگا (۲) مین کہتا ہون یہ آیت ہمارے نبی کی شان مین نازل ہوئی ہی جس سے معلوم ہوا کہ آپنے جس گروہ سے بدلا لینی مین لڑائی ٹہانی وہ گروہ پہلی آپکو ایذا دے چکا تہا اوس کے انتقام مین آپنے اوس سے قتال کیا تہا (۳) اور ابتدا بجرب اوس گروہ سے آپنے نہین فرمائی تہی اور یہ بات تاریخ ہمکو بتلا رہی ہی کہ آپکو کیسی کیسی ایذا کفار نے دی تہی (۴) اگر وہ لوگ انصاف کرتے تو ضرور لڑائی سے ہاتہہ اوٹہاتے (۵) مگر انہون نے انصاف کا خون کر ڈالا اور ہمیشہ حضرت سے جو کوئی سچا قائم مقام (خلیفہ) حضرت کی ارشاد سے تہا (حضرت علی) اوس سے بغاوت برابر کرتے رہتے تا اینکہ زمانہ خلافت حضرت امام حسن ع آیا اور انکو دشمنوں نے کم گروہ انصار پایا مگر ایسی کم نہ کہ جیسی امام حسین ع کی تہی (۶) لہذا امام حسن سے براہ فریب مصالحہ کر لیا اور صلح کے بعد بہی براہ مکر جو کچھہ کیا وہ ظاہر ہی پہر جب تک وہ جناب بہی زندہ رہی جنابِ نہ ہونے مگر یہ دشمنان دین اپنی بغاوت سے دم بہر نہ چوکے (۷) اور جس جنابکا دشمن زہر دلا کر اپنی تہکانے پہنچا رہو جو جدا ایسی لوگونکی بنائی گئی

(۱) واستقر ولده يزيد على سرير البغي والعناد وبالغ في انفاذ وصية ابيه ومن اوصى اباه ايضا (۲) وجد جهده في امضاء الوصايا وبغى بغيا ظاهرا يدل عليه قوله يوم احضار سبايا آل محمد في مجلسه ليت اشياخي ببدر شهدوا (۳) وايضا قوله لعبت بنو هاشم بالملك فلا خبر جاء ولا وحي نزل (۴) وهذا هو المراد من قوله تعالى ثم بغي عليه (۵) لان ذلك البغي بغي على رسول الله من وجهين احدهما ما يقول يزيد في البيت الاول يريد الانتقام من ولد رسول الله (۶) وثانيها كون الحسين هاديا الى الشريعة التي ينكرها يزيد في البيت الثاني (۷) فلا يبعد عنك من الشيطان نزع ان في الاية ذكر الله سبحانه البغي على المعاقب خاصة (۸) ويؤيد ما قلناه قوله تعالى يكادون يسطون اي بعد زمان يسير وهو سنة احدى وستين

(۱) اور اوس کا بیٹا یزید بتخت بغاوت اور عناد پر بیٹھا اور اپنی باپ کی وصیت اور نیز جسنے اوسکی باپ کو وصیت کی تھی اوسکی پورا کرنے پر اہتمام بلیغ کرنے لگا (۲) اور پوری بغاوت اوسنے ظاہر کی چنانچہ اوسکا قول مورخین نے لکھا ہی کہ جب قیدی آل محمد کے اوسکی دربار مین پہونچے کہتا تہا کاش میرے بزرگ جو بدر مین مارے گئے آج دیکھتے تو کیسے خوش ہوتے (۳) یہ بہی کہنے لگا بنی ہاشم نے سلطنت کا کہیل نبوت کے دہوکے مین کہیلا تہا نہ کوئی خبر آسمان سے اور نہ کوئی وحی نازل ہوئی۔ (۴) یہی مراد خدا کی ہے جو فرماتا ہے پہر جب بدلا لینے والے (محمد صلعم) پر بغاوت کیجائے (۵) اسلئے کہ یزید کی بغاوت ہی ضرور ذات جناب رسول اور دین رسول دونون پر تہی دو وجہ سے ایک تو خود یزید ہی کا قول بیت اول مین پڑہو وہ اپنے کفار اجداد کا انتقام اولاد رسول سے لینے کو صاف صاف لکہ رہا ہے (۶) دوم چونکہ امام حسینؑ اپنے نانا کی شریعت کی ہدایت کر رہے تہے اور یزید اوس شریعت کا منکر اور اسکو کہیل کہہ رہا ہی (۷) اب تمکو وسوسہ شیطانی نہو کہ آیت مین تو خدا خاصکر جناب رسول پر بغاوت کو فرماتا ہی (امام حسینؑ کو نہین کہتا ہے) (۸) ہمارے اس دعوی کی تائید آیت بہی کرتی ہے کہ عنقریب تمہاری تنگ غلبہ کرینگے انکی سطوت ظاہر ہو یعنی ۶۱ سنہ ہجری مین

(١) وكان قد بقي مما يجب على الهداة بعد ما صنعه علي والحسن عليهما السلام الايتمار بقوله تعالى في سورة النحل وان عاقبتم فعاقبوا بمثل ما عوقبتم به ولئن صبرتم لهو خير للصابرين (٢) فاختار الحسين الصبر لكونه مامورا به خاصة كما ذكرنا في الباب الثالث وهذه الاية ايضا من مويداته (٣) فان قيل فما التوجيه بقوله تعالى في اخر الاية الاولى ولينصرن الله ولم ينصر الله الحسين كما وعده في الاية (٤) فنقول كيف قلت ان الله لم ينصر الحسين لعلك لا تدري معنى النصرة وتظن ان النصرة لا تحصل الا بالغلبة على الاعداء واذ ليس فليس (٥) لا بل النصرة من الله لاوليائه ولا سيما الانبياء وخلفاء الانبياء هي التي يستقيم به شريعتهم ومنهاجهم وتذهب به المفاسد الدينية (٦) فاول النصرة واعلاها واتمها ما فعل الله بالحسين وجده (٧) ان جعل صبره وكونه قتيلا سببا لاحياء دين جده وجعل شهادته مزيلة للشبهات التي كانت راسخة في قلوب المسلمين

(١) جناب امیر علیہ السلام اور امام حسن علیہما السلام کے بدلا لینے اور مصالحہ کرنیکی بعد جو امر باقی رہا تھا وہ یہی تھا جو سورہ نحل مین خدا نے حکم دیا ہی اگر تم بدلا لو ایسا ہی جیسا کہ جسقدر تم سی پرخاش کی تہی (اسکو جناب امیر نے بجالائے) اور اگر تم صبر کرو بدلا نہ لو تو صبر کرنا حق مین صابرین کی بدلا لینے سی بہتر ہے (٢) امام حسین نے اس حکم کی تعمیل فرمائی اسلیے کہ وہ جناب علاوہ اس آیت کے اور آیتون سی اسکی محکوم ہے چنانچہ ہمنی باب سوم مین ذکر کیا ہی اور یہ آیت بہی اسکی تائید کرتی ہی (٣) اگر کوئی یہ پوچھی نصرت کا وعدہ اس آیت کا امام حسین پر خدا نے پورا نہ کیا پہر کیونکر یہ آیت اون سے تعلق رکھیگی (٤) مین کہتا ہون کیا سمجھکر تمنی کہا کہ خدا نے امام حسین کی نصرت نہین کی شاید تمکو نصرت کے معنی معلوم نہین اور تمہارا گمان ہی کہ نصرت جب ہوتی ہی تو غلبہ دشمنوں پر ضرور ہوتا ہے اگر غلبہ نہو تو نصرت بہی نہین (٥) نہین بلکہ نصرت خدا اولیا اللہ اور خصوصًا نبی اور خلیفہ نبی یہہ ہی کہ جس امر سی اونکی شریعت پوری قائم ہوا اور جو مفاسد دینیہ ہین پرہون وہ زمین سے مٹے (٦) سب سے پہلی اور سب سے برتر اور تمام تر نصرت جو خدا نے امام حسین کی فرمائی اور اون کے نانا کی یعنی اپنی محمد نبی کی (٧) وہ نصرت یہ تہی کہ آپ کی شہید ہونیکو سبب بقا دین اسلام کا مقرر فرمایا اور اپکی شہادت کو اون شبہات کا دور کرنیوالا کر دیا جو مسلمانون کی دلونمین دربارہ خلافت راسخ ہو گئی تہے

(۱) ظهر الحق وبطل ما كانوا يأفكون
في امر خلافة النبي (۲) هذا ما نقوله
امر جلي بديهي لا ريب فيه ولا مرية (۳)
ومن تلك النصرة ما يقول الله في سورة
السجدة وجعلنا منهم ائمة لما صبروا و
كانوا باٰياتنا يوقنون (۴) وقد جعل في
ذريته تسع ائمة (۵) وايضاً قال في
سورة القصص ونريد ان نمن على الذين
استضعفوا ونجعلهم ائمة ونجعلهم
الوارثين ونمكن لهم في الارض (۶)
وهذا الوعد يوفيه الله في زمان الرجعة
(۷) وايضاً يقول الله في سورة بني اسرائيل
ومن قتل مظلوما فقد جعلنا لوليه سلطانا
فلا يسرف في القتل انه كان منصورا (۸)
صرح في تلك الاية بالنصرة (۹) واما تاخير
الوقوع في تلك النصرة فبين الله
سبحانه في سورة محمد حيث قال
ولو شاء الله لانتصر منهم ولكن ليبلو
بعضكم ببعض والذين قتلوا في
سبيل الله فلن يضل اعمالهم
سيهديهم ويصلح بالهم

(۱) اس شہادت سے حق پورا پورا ظاہر ہوگیا اور
جھوٹے طوفان جو گھڑ رہے تھے سب باطل ہوگیا (۲)
یہہ جو ہم کہتے ہیں کھلی ہوئی بات ہے جسمیں کچھ شبہہ اور
شک نہیں ہے (۳) اسی نصرت کی نسبت خدا سورۂ
سجدہ میں فرماتا ہے ہمنے اونمیں سے چند امام بنائے جو کہ انہوں
نے صبر کیا تھا اور ہماری آیات پر یقین رکھتے تھے (۴)
خدا نے آپکی اولاد میں نو امام مقرر فرمائے (۵) ایضاً سورۂ
قصص میں فرماتا ہے ہمارا ارادہ ہے کہ جو لوگ کمزور اور ضعیف
گردانے گئے ہیں اونپر احسان کریں اور انکو امام اور
پیشوائے خلائق اور وارثان مناصب جلیلہ کردیں اور
زمین پر انکو صاحب حکومت کردیں سلطنت دنیا وی سے
(۶) یہ پچھلا وعدہ زمانہ رجعت میں خدا پورا کریگا ہماری
ائمہ کی سلطنت ہوگی (۷) ایضاً سورۂ بنی اسرائیل میں فرماتا
ہے جو شخص مظلوم ہوکر مارا جاتا ہے اوسکی ولی ووارث کو قوت
اور اقتدار دیا ہے اوسکو لازم ہے کہ زیادہ حد و انتقام سے جب تجاوز نکرے اسلئے
کہ وہ نصرت دیا جائیگا (۸) اب نصرت کی تصریح خدا نے اس آیت میں کردی
(۹) اب رہی تاخیر اور دیر میں یہ نصرت کیوں ہوئی اسکو سورۂ محمد میں فرمایا
ہے اگر خدا کو منظور ہوتا تو اونسے انتقام جلد لیتا مگر اسلئے تاخیر کی ہے کہ بعض
لوگوں کا امتحان لے کر انکو بہچانا جائے اور جو لوگ راہ خدا میں
قتل کیے جائیں انکی اعمال کو خدا بیکار نکریگا قریب ہے کہ اونکو
ہدایت کرے اور اونکی درستی اور اصلاح حال کردیگا

(١) واما النصرة التي يرجوها ذلك السائل الجاهل عن المصالح الالهية فقد روينا في الباب الثاني من كتاب نور العين في مقتل الحسين (٢) ان الله ارسل افواجا من الملئكة لنصرة الحسين بعد خروجه من المدينة (٣) وكان ارسالهم لاغراض عديدة منها ان جهاد الحسين هذا الشبيه بمجاهدة جده صلعم (٤) ومنها دفع شبهات المنكرين لفضيلته ولكونه على الحق في ذلك القتال وفي الانكار عن بيعة يزيد وقد تمت شروطه على ما ابتدعوها في خلافة رسول الله (٥) ومنها اختبار الحسين في استقامته وهذا ما يقوله سبحانه في هذه الاية ولكن ليبلو بعضكم من بعض فكان بلاء الحسين في ذلك بلاء حسنا (٦) ثم قال البعض ذلك للذين قتلوا الى اخر الاية لان الله وعده في هذه الاية بقوله سيهديهم فان الهداية لا يتصور بعد الموت والقتل بل يتصور ما دام الانسان حي واصلاح البال ايضا انما يتحقق في الحيوة فحسب

(١) رہی وہ نصرت جسکی امید یہ سائل کرتا ہی جو مصلحت الٰہی سے جاہل ہے سو ہمنے اسی رسالہ کی باب دوم مین کتاب نور العین سے نقل کیا ہی (یہ کتاب معتمد ملا ابو اسحاق اسفرائنی کی ہی جو معتمد علمائے اہل سنت سے تھے اور احوال شہادت مین لکھی ہے) (٢) روایت یہ ہی کہ خدانی فوج ملائکہ واسطے نصرت امام حسین کی بھیجی جب آپ مدینہ سے عراق کو چلے ہین (٣) اور اس مدد کی بھیجنے مین چند مصلحتین خدا کی اور چند اغراض ہین انہی بجملہ ثابت کرنا اس امر کا کہ یہ جہاد امام حسین کا مثل جہاد آپکی نانا رسول کے ہی (بدر اور حنین) (٤) از انجملہ شبہات منکرین کا دفع کرنا جو امام حسین کی فضیلت کے اور آپکی حق پر ہونیکی منکر ہوں اس لئے انکی ہین اور یزید سے بیعت نکرنیمین جسکی بیعت کی سب تین شرطین لوگون نے گھڑلی ہین نبی کے خلیفہ ہونیمین (اجماع اور استخلاف اور غلبہ) اور یہ تینون یزید مین پوری ہو چکی تہین اسکی غلطی امام حسین نے ثابت کردی (٥) از انجملہ امام حسین کا بہی امتحان خدا کو منظور تہا (٦) آپکی استقامت امور منصبی کی بجا آوری مین کیسی ہے اور یہی تو خدا فرماتا ہی کہ بعض آدمیونکا تم مین سے بعض سے امتحان خدا لیگا امام حسین کا امتحان اچہا رہا کہ آپنے نصرت ملائکہ اور جن کی قبول نفرمائی (٧) پہر خدا نے متصل اسی فقرہ کے فرمایا او جو لوگ راہ خدا مین ہیں وہ فوج ملائکہ کی نصرت نہ لینے سے انکی ہمت اور اصلاح حال خدا کریگا ہدایت سے انکا بعد ان سیکی مراد کشتہ ہونے کیونکر ہو سکتی ہی لہذا مراد یہی ہے کہ نصرت قبول نکرنے کے بعد خداتعالیٰ انکی ہدایت اور حال کے معنی خدا نے جملہ فرینہ یہی ہو کہ اصلاح حال زندگی مراد ہے

(١) ولا يغرنك قول الذي يقول لم تتم
للحسين امر بل قد قتل بسيف جده
فضض الله فاه ولعنه لكسكس وهذا القائل
الذي بخبيه من نحلة ذلك القائل
ايضا (٢) ولنضرب لك مثلا من
امثلة السلاطين فانه يكتب احد منهم
كتابا يملي فيه من امور نظام مملكته بانه يفعل اليوم
كذا ثم كذا ثم كذا حتى يكتب جميع احكامه
التي يريد انفاذها من نظم ونسق وجزاء
وعقاب وانعام واكرام لاهل مملكته
ومواليه وخدامه وعماله (٣) ويكون ذلك
الملك على ظن بانه يمضي اوامره ونواهيه كما اقره
(٤) لكنه قد يصيب وقد يخطي فلا يقدر على
انفاذ ما يريده (٥) وكذلك الله سبحانه
كتب اوامره ونواهيه في ام كتابه وهو اللوح
المحفوظ لا يحيط علم احد من رسله وملائكته
بما كتبه فيه (٦) ثم كتب ما يجريه
ويمضيه في اللوح الثاني الذي
سماه بلوح المحو والاثبات
(٧) فيمحو الله ما يشاء ويثبت
وعنده ام الكتاب

(١) تمکو فریب نہ دے قول اوس شخص کا جو کہتا ہے کہ امام
حسین کی خلافت کی شرط پوری نہوئی اور یزید کی
خلافت پوری ہو گئی لہذا امام حسین اپنے نانا کی تلوار
سے مارے گئے یعنی یزید خلیفہ رسول کی تلوار گویا اونکے نانا
کی تلوار تھی اسلئے کہ یہ کہنے والا وہی مذہب رکھتا ہے جو خلافت
نبی کی وہی تین شرطیں مانتا ہے خدا اوسکا منہ توڑ دے
خاک بدہن (٢) اب ہم شاہان دنیوی کی ایک مثال
بھی لکھدیں مثلاً ایک بادشاہ ایک قانون بناتا ہے کہ اپنی سلطنت
میں آج یہ حکم جاری کریگا پھر دوسرا اور پھر تیسرا اونہیں
قواعد سے اپنے ملک کا انتظام کرنا چاہتا ہے انعام واکرام سزا
دہی وغیرہ جو کچھ ہے اسکو کرتا ہے (٣) اس بادشاہ کو پورا گمان
ہوتا ہے کہ جو احکام میں تجویز کی ہیں سبکو اسیطرح جاری کر دونگا
(٤) اگر کبھی اپنی تجویز میں پورا اترتا ہے اور جاری کر لیتا ہے
اور کبھی اسکو قدرت اجرا امور مذکورہ پر نہیں ہوتی (٥) یہی حال
بلا تشبیہ خدا کا ہے اوسنے اپنے احکام کو پہلی تو لوح محفوظ میں درج کیا
اور اسکا علم کسی نبی یا فرشتہ کو نہیں ہوتا (٦) پھر انہیں احکام کو
دوسری لوح میں درج فرمایا اسکا نام لوح محو واثبات ہے اس
لوح میں جو مندرج ہے وہ انہیں احکام کی تعمیل کا انتظام بتوسط ملائکہ اور انبیا کے
خدا فرماتا ہے اور مصالح بندگان پر نظر فرما کر اجرا اپنے احکام فرماتا ہے (٧)
ان احکام میں سے جسکو خدا چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور جسکو چاہتا ہے
باقی رکھتا ہے کہ اوسکے پاس ام الکتاب ہے (لوح محفوظ)

(۱) وقد اعطی نبینا و اوصیائه امثاء
ملتہ لوحا یسمونہ بالجفر الجامع و الصحیفۃ
الفاطمۃ بل لکل امام صحیفۃ خاصۃ عمل کل
منھم بما فیھا وکانوا ینفذون اوامر اللہ
ونواھیہ بحسب ما امر اصلوا اللہ علیھم
(۲) فکما ان السلطان یبنی کل الامور علی
ما کتبہ فی کتاب بدلک الانبیاء واوصیاؤھم
کانوا یبنون امورھم علی ما فی صحفھم اما اوصیاء
نبینا صلعم فکانوا یعملون الاحکام القرانیۃ
بحسب ما شرح اللہ فی صحائفھم (۳) ولا
جل ذلک جعلھم اللہ راسخین فی علمہ
لنزد علم اوامرہ ونواھیہ الواردۃ فی القرآن
التی ھی متشابھۃ الیھم (۴) وایضا
حثنا رسول اللہ باتباعھم مع اتباع القرآن
(۵) وقد تلخص مما تلونا علیک ان
رسول اللہ صلعم اول مصداق
لایۃ المعاقبۃ ثم من بغی علیہ (۶)
وھو سبطہ الاصغر وھو الذی وعد اللہ
ولیہ واخذ ثارہ بالسلطان
والنصرۃ کما فسر اوصیاؤہ
تلک الایۃ

(۱) ہمارے نبی کو اور آپکے اوصیا خلفا برحق کو جو عترت
محمدی کی ہین ہین ایک لوح عطا فرمائی جسکا نام جفر جامع
ہی اور صحیفہ فاطمہ بلکہ ہر ایک امام کو بہی ایک صحیفہ دیا وہی ہر
ہر ایک امام کی عملدرآمد تہی جیسا خدا نی اونکو حکم دیا تہا (۲)
جسطرح کہ بادشاہ اپنی جملہ انتظامی امور کی بنا اوسی قانون
پر رکہتا ہی جو اوسنے بنایا ہی اسیطرح انبیا اور اوصیا انبیا
بہی اپنی امور کی بنا اوسی کتاب اور صحیفہ پر رکہتے تہے جو اون
سی خاص تہا ہمارے نبی کے اوصیا اور خلفا احکام قران پر عملدرآمد
اوسی قاعدہ پر کرتے تہے جو شرح احکام اونکی صحیفہ مین درج تہے
(۳) اور اسیوجہ سی خدا نی اونکو راسخ اپنی علم مین کر دیا تہا
اور قرآن ہی امر و نہی کو تعلیم الٰہی سی جو بذریعہ نبی کی اونکو ہوئی
تہی بجا لاتے تہی اور متشابہ آیات کا علم خاص انہین سی بنص
قران تہا (۴) ایضًا رسول اللہ صلعم نی ہمکو ترغیب
دی کہ انہین کی پیروی کرین احکام قران کی سمجہنی مین
اور قران کی پیروی کرتے رہین (۵) اب خلاصہ ہمارے بیان
کا یہ ہوا کہ جناب رسول مصداق اول آیت معاقبہ کی تہے
پہر اوس پر یہ آیت صادق آتی ہی جسپر بغاوت کیگئی (۶) اور
وہ چہوٹے نواسے رسول کی تہے انہین کی ولی اور وارث کی نسبت
خدا نے انتقام لینا خون ناحق امام حسین کا وعدہ فرمایا ہی اور اونکو
سلطنت اور حکومت دیگا چنانچہ چہٹی آیت سورۂ بنی اسرائیل
جو اوپر بیان ہو چکی ہے اوسکی تفسیر اوصیا برحق نے بہی فرمائی ہے

(۱) فان فسر ابن مسعود او ابن عباس تلک
الایۃ بغیر ما فسرہ فبالحری لنا التابعین
لمحمد صلعم التعویل علی ما فسرہ الائمۃ من
اہلبیتہ وہم حملۃ القران وعیبۃ علم اللہ
وخزائنہ نیابۃ عن جدہم مدینۃ العلم
وعلی بابہا ابیہم (۲) ہذا ما نقلناہ
من ایات القران وان کان مودہ عاما
لا یختص باحد (۳) ولکن لا یمنعنا مانع
من التطبیق علی الحسین واصحابہ ایضا (۴)
لاسیما اذا اثبتنا وقوع شہادتہ من ایات
اخر فی الابواب السابقۃ والاتیۃ (۵) ولا
نتعرض بذکر الامور التی نبہا رسول اللہ
ولا نقدر علی تائیدہ من القران (۶)
لان المخاطب الذی نجیبہ فی تلک المقالۃ
لا یؤمن باقوال نبینا (۷) وقد بقی لنا ذکر
ایات اخر دالۃ علی مواعید اللہ جل
ذکرہ (۸) واذ قد ثبت ان الحسین مظلوم
وقد وعد اللہ سبحانہ ما وعد للمظلوم
وانہ اوفی ببعض مواعیدہ (۹)
وکان جعل الائمۃ من ولد المظلوم
ایضا من تلک المواعید وقد اوفی اللہ سبحانہ

(۱) اگر ابن مسعود یا ابن عباس نے اس آیت کی تفسیر
کچھہ اور کی ہو تو ہم تابعین محمد صلعم کو لائق ہی اعتماد
اوسی تفسیر پر کریں جسکو اوصیا برحق نے کہا ہے کہ حاملان
علم قرآن اور جا بہاد علم آلہی اور خزینہ علم خدا ہی حضرات
ہین جنکو اپنے باپ سے جو دروازہ علم اور اپنے نانا سے جو
شہر علم کے ہین یہ علم پہونچا ہی (۲) یہ جو کچھہ ہمنے لکھا ہے
آیات قرآن سے اگرچہ بطور عام کے ہی اور کسی خاص
شخص سے اسکو خصوصیت نہین ہی (۳) مگر کوئی شخص
ہمکو روک نہین سکتا ہی کہ اسکی تطبیق امام حسین علیہ السلام اور
آپکے اصحاب پر کرین (۴) خصوصا جب ہم نے واقعہ
شہادت کو اور چند آیات سے بہی ثابت کر دیا گذشتہ
ابواب مین اور آئندہ ابواب مین بہی ثابت کرینگے (۵)
حدیث نبوی سے جو جو امور ثابت ہوئے ہین اونکو
ہم قرآن کی کسی آیت سے بخوبی ثابت نہین کر سکتے
انکو ہم اس رسالہ مین نہین لکہتے (۶) اسلئے کہ جس مخاطب کا ہم اس رسالہ
مین جواب دیتے ہین وہ حدیث رسول اللہ پر ایمان نہین لاتا (۷) اب
اون آیات کا لکھنا باقی رہا جنمین خدا نے اور بہی چند وعدے فرمائے
ہین (۸) یہ تو اوپر کے بیان سے بخوبی ثابت ہو گیا کہ مظلوم سے خدا
نے کیا کچھہ وعدہ فرمایا ہی اور امام حسین کی مظلوم ہونے مین کچھہ شبہہ
نہین ہے، اور یہ بہی اوپر گذر چکا کہ بعض وعدوں کو خدا نے
پورا بہی کر دیا (۹) انہین سے ایک وعدہ یہ بہی ہے کہ کسی مظلوم

(۱) وکونهم ائمة ثابت محقق من اتصافهم
بما یجب به اتصاف الائمة لکونهم حملة
العلوم ومعدن الکرامات (۲) فکانوا
یتحدون کما یتحدی به الانبیاء والرسل
وهذا لا یخفی علی من طالع الکتب (۳) و
لنذکر الایات الباقیة فمنها قوله تعالی
والموفون بعهدهم اذا عاهدوا
والصابرین فی الباساء والضراء اولئک
الذین صدقوا واولئک هم المفلحون
(۴) الیس الحسین من الموفین بعهده
ومن الصابرین فی الباساء (۵) فهو لا
محالة صادق وهو المفلح من یوم شهادته
الی یوم القیمة (۶) وتری وترون کونه مفلحا
من صدور الخوارق التی تظهر فی الدنیا فی کل بلد
وکل سنة بل فی کل یوم (۷) منها قوله تعالی ان الذین
امنوا وهاجروا وجاهدوا فی سبیل الله اولئک
یرجون رحمة الله والله غفور رحیم (۸) فیرجو الحسین
واصحابه رحمة الله وایضا یصدق علیه قوله
تعالی والذین هاجروا واخرجوا من دیارهم
(۹) لانه اخرج اولا من المدینة هو داره
ثم من مکة وهی ایضا من دیاره

(۱) ان حضرات کا امام ہونا مقرر ثابت ہے انکی صفات
سے جن سے امام کا موصوف ہونا ضرور ہے اسلئے کہ یہ سب
حاملان علم اور معدن کرامات تھے (۲) اپنی دعوی امامت
کا ثبوت اسطرح اظہار معجزات سے کرتے تھے جسطرح کہ
انبیا علیہم السلام کرتے ہیں تاریخ کے مطالعہ کرنیوالی پر پوشیدہ
نہیں ہے (۳) اب باقیماندہ آیتوں کو ہم لکھیں یہ آیت
ہے جو لوگوں نے اپنی عہد پیمان کو پورا کیا اور جو لوگ صابر ہیں
سختی اور شدت میں وہی لوگ سچے ہیں اور وہی لوگ رستگار ہیں
پڑہو اس آیت کو اور دیکھو حضرت اور شہداء معرکہ کو (۴)
کیا امام حسین اپنی عہد کو پورا کرنیوالے اور رنج اور مصیبت میں صبر
کرنیوالے نہیں تھے (۵) اگر تھے تو وہ سچے تھے اور رستگار روز قیامت
ہیں از روز شہادت تا روز قیامت (۶) ہم بھی دیکھتے ہیں
اور تم بھی دیکھ رہے ہو کہ امام حسین کو کیسی فلاح خدا نے دی ہے اور
کیسی کیسی خوارق عادات حضور کی تمام دنیا میں ہر سال ہر ماہ بلکہ
روزانہ ظاہر ہوتے ہیں (۷) از انجملہ یہ آیت ہے جو لوگ ایمان
لائے اور ہجرت کرگئے اور راہ خدا میں انہوں نے جہاد کیا یہی لوگ امیدوار
ہیں رحمت خدا کی اور خدا غفور الرحیم ہے (۸) امام حسین اور انکے اصحاب امیدوار
رحمت الہی کے ہیں ایضا آپ پر یہ آیت بھی صادق آتی ہے جن لوگوں نے
ہجرت کی اور اپنے گھروں سے نکالے گئے (۹) اسلئے کہ مدینہ اور مکہ دونوں
جگہ سے آپکو ظلم و ستم سے نکالا ہے اور یہ دونوں مقام آپ
کے دیار میں تھے مکی اور مدنی ہمارے نبی کا لقب تھے

(۱) وانه امتثل بقوله تعالی یا ایها الذین
امنوا اصبروا وصابروا واصبر علیه السلام و
اوصی بالمصابرة (۲) ثم اذا جاهد
قتل فی سبیل الله (۳) صدق علیه قوله تعالی
والذین امنوا وهاجروا وجاهدوا فی سبیل الله
باموالهم وانفسهم اعظم درجة عند الله
واولئک هم الفائزون (۴) اما سمعت
ان الحسین لما اخبر بشهادة عبدالله
بن یقطر وهانی بن عروة ومسلم بن عقیل
رحمهم الله تلی قوله تعالی فمنهم من
قضی نحبه کما هو مروی ماثور عنه یرید انه
من مصادیق تلک الایه (۵) من المؤمنین
رجال صدقوا ما عاهدوا الله علیه
فمنهم من قضی نحبه ومنهم من ینتظر
وما بدلوا تبدیلا (۶) یرید ان
هؤلاء الشهداء قضوا ما کان یجب
علیهم وهو بنفسه مع الذین
یستشهدون معه ینتظرون
الوقت المعلوم وسوف یقضون
نحبهم
(۷) ومراده من عدم التبدیل ظاهر

(۱) ایضاً حضرت نے بجا آوری اس حکم خدا کی
فرمائی کہ صبر بھی کیا اور پامردی اور استقامت
بھی فرمائی اور صبر کرنے پر وصیت بھی کی (۲)
پھر جب جہاد کیا راہ خدا میں اور شہید بھی ہو گئے
(۳) صادق آیا آپ پر کہ جو لوگ ایمان لائے اور
ہجرت کر گئے اور راہ خدا میں جہاد کیا مال سے اور جان
دینے سے یہی لوگ درجہ عظیم رہیں جو خدا کی بارگاہ میں
ہی اور یہی لوگ رستگار ہیں (۴) کیا تمنے نہیں سنا
ہے کہ جب امام حسین کو خبر شہادت عبداللہ بن یقطر
اور ہانی بن عروہ اور مسلم بن عقیل رحمہم اللہ کی پہونچی
آپنے اس آیت کو پڑہا۔ بعض لوگون نے اپنی اجل یا نذت
کو پورا کر دیا مراد حضرت کی یہ تھی کہ آپ اور آپکی انصار
بھی اس آیت کی مصداق ہیں اپنی موعود امور کے پورا
کرنے میں جو اس آیت میں خدا فرماتا ہے (۵) منجملہ مومنین
کی وہ مردان خدا ہیں جو سچے ہوے اور پورے اترے اس عہدہ کی
وفا کرنے میں جو خدا سے کیا تھا (بروز میثاق) بعض تو اپنی
اجل موعود کو پورا کر چکے (جیسے یہ تین بزرگوار) اور بعضی انتظار
میں ہیں اور دونوں گروہ نے کچھ تبدیل اپنی امور موعود میں نہیں
کی (۶) مراد حضور کی یہ ہے کہ شہیدان راہ خدا نے جو کچھ واجب انپر تھا ادا کیا اور پورا
کر چکے اور میں اور میرے ساتھ جنکی شہادت ہوگی اپنے وقت موعود کا منتظر ہوں
اور قریب ہے کہ ہم لوگ بھی پورا کر دیں (۷) عدم تبدیل سے مراد حضرت کی ظاہر ہے

(١) يعني ان الوقائع التي كانت مثبتة في
صحيفة التي فيها عهدة من الله وهو محضر الشهادة
مختوم بخواتيم جده وامه وابيه واخيه
خاتم لم يتبدل ولم يتغير ولا يقدر احد
على تبديله (٢) بل يقع كلها كما هو مكتوب
وجف القلم بما هو كائن (٣) فان تعجب فعجب
من قولهم انهم يعلمون مطابقة الوقائع
بما قاله الحسين وجده ثم يشكون بل ينكرون
عنادا (٤) اما وفاء الحسين واصحابه بما عاهدوا
عليه الله مذكور فقول سعد بن عبد الله (٥) و
هو الذي امره الحسين وزهير ابن القين ان
يقدما امامه ليصلي صلوة الظهر مثل صلوة الخوف
والمطاردة (٦) فلما فرغ الحسين من الصلوة
وسعد كان قد اثخنته الجراحات فوقع على الارض
وجاء الحسين ووضع راسه على ركبته
(٧) وسعد رحمه الله مشرف على الموت فلم
يشك اليه من الم الجراحات ولا من مفارقة البنين والاخوان
بل تكلم بكلمة تدل على كمال عرفانه (٨) حيث
قال مستفهما هل وفيت يا ابن رسول الله
قال الحسين نعم قد وفيت جزاك الله (٩) فكان غرضه
ان يشهد امامه انه من الذين يفعل السيف فيهم والموفون بعهدهم

(١) مطلب انکا یہ ہے کہ جو واقعات آپکی صحیفہ خاص مین اپکی عہد و پیمان کی نسبت درج
ہین اور وہ محضر شہادت ہے جسپر مہرین آپکی نانا اور والد گرامی اور برادر بزرگوار
اور بہائی کے ثبت ہین اسکی مندرجہ باتون مین کچہہ بہی تغیر و تبدیل نہوئی اور نہ
کسیکو ہم مین قدرت ہے اوسکی بدلنے کی (٢) بلکہ جو لکہا ہے کم و کاست وہی ہوگا
قلم قدرت اوسکو لکہکر خشک ہوگیا یعنی اب کچہہ نہ لکہیگا (٣) پہر اگر تمکو
تعجب ہے کہ جو لوگ بخوبی جانتی ہین کہ ہمارے جدین علیہم السلام نے جن جن
واقعات کی خبر دی اوسی طرح واقع ہوئے اور پہر یہ لوگ دانستہ شک کرتے ہین
بلکہ از دشمنی رسول ان واقعات کا انکار کرتے ہین (٤) اب وعدہ وفائی امام
حسین اور آپکی اصحاب کی اوسکی ثبوت مین ذرا سعد بن عبد اللہ رحمۃ اللہ کا قول
متصل جان بحق ہونیکی یاد کرو (٥) یہ وہ باوفا بزرگ ہین کہ انکو اور زہیر ابن
قین رحمہما اللہ کو امام حسین نے حکم دیا تہا کہ آپکی آگے کہڑے ہون تاکہ وہ جماعت نماز
ظہر کو ادا کرین اور تیرون اور نیزون کی زخم کہاتے رہین سینہ سپر ہوکر چنانچہ امام نماز پڑہنے لگے
اور یہ دونون آگے کہڑے رہے (٦) جب نماز سے فارغ ہو سعد بن عبد اللہ زخمون
سے چور چور ہوکر زمین پر گر پڑے امام حسین اونکی بالین پر تشریف لائے اور سر اونکا
زانو پر رکہ لیا (٧) سعد بن عبد اللہ قریب موت کی تہی باوجود اس نازک
حالت کی نہ زخمونکی درد کی شکایت کی نہ فرزند کا شکوہ کیا تو یہ کیا اور
وہی قصور زبان پر اس حالت مین آیا جو کمال عرفان دلیل ہی (٨) یہ کہنے
لگے کیون فرزند رسول مینے پوری وفاداری و ایفاء وعدہ کیا یا نہین کیا
امام حسین نے فرمایا کہ بیشک تمنے پورا کیا خدا تمہے جزا خیر دے یہ سنکر وہ فاتح آ
مرگیا (٩) اس شہید کی غرض یہ تہی کہ امام کو گواہ دنیا مین کرلی اپنی وفاداری
پر اسطرح کہ وہ امت کے گواہ ہونگے ائمہ) اور خدا جن لوگون کی ایفاء عہد

[illegible]

(۱) بقی من هذا الباب و هو باب المعاقبة ان بغاوة البغاة علی الحسین لما اثبتناه فالله

سبحانه یقول فی اٰیة اخری فعسی الله ان یاتی بالفتح او امر من عنده (۲) فالامر الذی عنده هو ذلک الامر الذی لا یقابله فتح اٰخر للانبیاء والاوصیاء (۳) فلو تاملت یا اخی ان الفتح ایضا امر من عند الله ولم یعده الله سبحانه کما وعد غیر الفتح لایقنت ان ذلک الامر المغائر للفتح (۴) هو کالهزام فی الظاهر و فتح فی الباطن و هو من اعظم المصالح وارضی عند الله ولا یدرک مبلغه من المحاسن سوی الله سبحانه (۵) و هو الامر الذی رضی الحسینؑ بالنسبة الی نفسه و اهل بیته و اصحابه فلم یتمنّ فتحا (۶) بل صبر و ائتمر بما فی الاٰیة الثالثة المذکورة فی هذا الباب وقد تم الباب السابع و یتلوه الباب الثامن و فیه التمسک بسورتی الفجر والعصر و اٰیة الصبر والصلوٰة۔

الباب الثامن اثبات شہادة الحسینؑ من سورتی الفجر والعصر واٰیة الصبر والصلوٰة الوسطیٰ و فیه اثنا عشر اٰیات

هذا باب یفتح الله علیک من قرائته الف باب من الایمان

(۱) باقی رہیں اسمین یہ بات جو بدلہ لینے کے ذکر کا باب ہے کہ بغاوت امام حسین پر جب یزید کی ثابت ہو چکی اب ایک دوسری آیت مین خدا فرماتا ہی قریب ہے کہ خدا تمکو فتح دلادیا اور کوئی بات خدا ظاہر کردے جو اوسکی پاس ہے یعنی خاص اوسکی مصلحت اوسی خدا کو معلوم ہے، (۲) پس وہ امر جسکی مقابل کوئی فتح لائق انبیا اور اوصیا انبیا کی نہین ہے جو باب سوم مین وجوب قتل امام حسین کو لکھا ہی (۳) اگر تم تامل کرو کہ فتح بھی خدا ہی کے نزدیک سی آتی ہی اسکو اس آیت مین اس صفت سی اور بمقابل فتح یعنی شکست کو مخصوص اپنی پاس کا امر ارشاد کیا تو ضرور تمکو یقین ہو جائیگا کہ یہ شکست جو مقابل فتح کی ہے (۴) اور ظاہر مین تو شکست ہی اور باطن فتح ہی بڑکر ہی یہ ایک مصلحت خدا کی ہے اور بہت ہی پسندیدہ ہی خدا کو اور اوسکی خوبیان جسدرجہ کی ہین انکو سوائے خدا کی بخوبی کوئی نہین جانتا (۵) اور یہی وہ امر ہی جس پر امام حسین اپنی نسبت اور اپنی اہلبیت اور اصحاب کے راضی ہوئے ہین پس بدلا نہ لیا (۶) بلکہ صبر فرمایا اور تیسری آیت جو اس باب مین گذری ہے اوسی پر عمل کیا یہانتک یہ ساتوان باب ختم ہوا اسکی بعد اٹھوان باب آتا ہی اوسمین سورہ فجر اور عصر اور صبر اور صلوٰة سی استدلال وقوع شہادت امام حسین پر کیا جائیگا

اٹھوان باب اثبات شہادت امام حسین کا سورہ والفجر اور والعصر اور آیہ صبر اور صلوٰة وسطیٰ سے اور اسمین بارہ آیات ہین

یہ وہ باب ہے جسکی پڑھنے سے خدا تمپر ہزار دروازہ ایمان کھولدیگا

(۱) وسیسهل علیك الدخول فی بیت اهل
البیت الذی یقول الله سبحانه فیه ومن
دخله کان امنا (۲) فنقول اولا تامل یا
اخی فی قول الله سبحانه وهو یقول یا ایها الذین
امنوا استعینوا بالصبر والصلوٰة ان الله
مع الصابرین (۳) وقد فسر الصبر فی تلك
الایة بالصوم لانا نصبر فیه علی الجوع والعطش
وهما من الامور الجسمانیة (۴) فیزداد لنا
النورانیة من ترك الغذاء کما للملائکة
النورانیین (۵) واعظم الریاضات للعباد
انهم یترکون الاکل والشرب الی اربعین
صباحا کما نعلم (۶) ولان الصبر ایضا لا
یکون الا باعانة الله کما یقول مخاطبا
لنبینا صلعم وما صبرك الا بالله وفی
ایة اخری صرح بهذا الصبر فقال (۷)
واصبر کما صبر اولوا العزم من الرسل
فاذا تاملنا فی الایة الاولی علمنا ان الله
سبحانه یامر بالصبر وهو الصوم
بالصلوٰة معا والصائم یکون
ضیف الله والصلوٰة معراج
المؤمنین۔

(۱) اور آسان کردیگا تیرا داخلہ گھر مین پیروی اہلبیت نبی کے جسکی
نسبت خدا فرماتا ہی جو اس گھر مین داخل ہوا پناہ مین خدا کی
آگیا (۲) اب ہم کہتے ہین تامل کرو خدا کی اس قول مین ائے
گروہ مومنین صبر اور نماز سے مدد چاہو خدا صابرین کے ساتھ
ہی (خدا کا ساتھ ہونا اسکو خوب یاد رکھو اور دیکھو کہ اسکے
ساتھ رہنے سے کیا کچھ آدمی کو ملتا ہی (۳) اس آیت مین صبر
کی تفسیر روزہ سے ہوئی ہی اسلیئے کہ روزہ دار بھوک اور پیاس
پر صبر کرتا ہے (حسین کی بھوک اور پیاس بہی زیادہ تھی)
اور یہ دونون یعنی کھانا پینا امور جسمانی سے ہین (۴) انکے
ترک کرنے سے ہماری نورانیت بڑہتی ہے جیسے ملائکہ
نورانی ہین (۵) بڑی بھاری ریاضت یہی ہی عابدون کی وہ
لوگ چلہ کشی مین کھانا پینا چھوڑ دیتے ہین (۶) اور چونکہ
صبر بھی بدون اعانت خدا کے ہو نہین سکتا چنانچہ
خدا ہمارے نبی سے خطاب کرکے فرماتا ہی تمہارا صبر بدون
خدا کے نہین ہی اور دوسری آیت مین اس صبر کی
تصریح فرماتا ہی (۷) صبر کرو تم اے محمد صلعم جیسا کہ
رسولان صاحبان عزم نے صبر کیا پھر جب ہمنے پہلی
آیت مندرجہ باب ہذا مین تامل کیا ہمکو معلوم ہوگیا
کہ خدا صبر یعنے روزہ اور نماز کا حکم دیتا ہے اور
روزہ دار تو مہمان خدا ہے اور نماز معراج
مومنین کی ہے۔

(۱) فیحصل لنا الجزم بان الله مع الصائم والمصلی فیصدق قوله وان الله مع الصابرین ای مع الصائمین المصلین (۲) ولننظر الی قضیة الحسین وصبره وصومه وصلوته (۳) فالصبر ان کان بمعنی الصوم علی ما فسروه او یکون بالمعنی العام یجب علینا النظر فی صبر الحسین بکلا المعنیین وانه کیف جمع الصبر مع الصلوة وکیف استعان بهما. علی ما امره الله فی تلک الایة (۴) اما الصبر علی الرزایا کلها وفیها الجوع والعطش ایضا فانه سلام الله علیه بقی جائعا عطشانا من ثلثة ایام (۵) وقد قتل صابرا محتسبا (۶) اما کونه صابرا علی المصائب (۷) فقد تعلم اجتماع المصائب له حیث لم تبق مصیبة الا وقد صبر علیها (۸) فهو الفرد الکامل بین الصابرین اخرج من المدینة ومنع عن زیارة قبر جده وهی اشهی الاشیاء لدیه فصبر (۹) ثم اخرج من حریم الکعبة ولم یتمکن من اداء الحج فصبر (۱۰) ثم منع الماء والغذاء فصبر ثم قتل اصحابه واعزته حتی ابنه الرضیع فصبر وقال اللهم هون علی ما نزل

(۱) اب ہمکو یقین ہوگیا کہ خدا ضرور روزہ دار اور نماز پڑھنے والے کے ساتھ ہی اب صادق ہوگیا قول خدا کا کہ خدا ہمراہ صابرین کے ہے یعنی روزہ داروں کی جو نماز بھی پڑھتے ہوں (۲) اب ہمکو لازم ہے کہ ماجرائے شہادت امام حسین پر نظر کریں اور آپکی صبر اور صوم اور نماز روز عاشورہ کو بھی یاد کریں کہ ایسی نماز کسی نے نہیں پڑھی ہے جب نماز خدا نے واجب کی ہے (۳) صبر اگر بمعنی صوم لیا جائے جیسی تفسیر اسکی ہوئی ہے خواہ معنی عام پھر گو نہ ہمکو امام حسین کے صبر کو دیکھنا لازم ہے دونوں معنی کی بنا پر اور یہ بھی دیکھیں کہ اوس جناب نے صبر اور نماز کو کیونکر جمع کر دیا اور کیونکر ان دونوں سے طلب اعانت فرمائی بنا بر حکم خدا کی جو اس آیت میں خدا فرماتا ہے (۴) مصائب پر صبر کرنا کہ جسمیں بھوک پیاس بھی داخل ہے اوسکی تو یہ صورت ہے کہ وہ جناب تین شبانہ روز بھوکے پیاسے رہے اور صابر اور اپنی اجر کا حساب کرتے ہوئے بحالت نماز قتل کئے گئے معراج کے وقت (۵) اب رہا مصائب پر صبر اس جناب کا (۶) پس ہمکو معلوم ہے کہ تمام دنیا کی مصیبتیں آپ پر جمع ہو گئی تھیں شاید کوئی مصیبت ایسی ہو جو آپ پر نہ گزری ہو (۷) صابرین میں فرد کامل اگر کوئی ہے تو امام حسین کی ذات ہے دیکھو مدینہ سے آپکو نکالا زیارت قبر رسول سے آپکو روکا جس سے زیادہ کوئی خواہش کی چیز انکی نہ تھی اور صبر کیا (۸) پھر حرم مکہ سے آپکو نکالا کہ حج کرنے نہ پایا اور صبر کیا (۹) پھر دانہ پانی آپ پر بند کر دیا اس پر بھی صبر کیا پھر آپکے اصحاب و اعزہ کو قتل کیا یہانتک شیرخوار بچہ کو بھی قتل کر ڈالا آپ ہی کی گود میں۔ اس پر صبر کیا اور کہا تو۔ کہا خدایا آسان کر دے مجھ پر مصیبت کو جو نازل ہوئی

(۱) حتی انه استشهد وصار الی الله
وریحانه وکان صبره علی حد یقول
فیه الصادق ولقد عجبت من صبرک
ملئکة السماء (۲) وناحت الجن قائلة
۵ الغی الحسین هبلا؛ کان الحسین جبلا
(۳) افتری فی الدنیا صابرا یساوی الحسین
فی صبره (۴) فلما صبر هکذا اصدق علیه
قوله وبشر الصابرین الذین اذا اصابتهم
مصیبة قالوا انا لله وانا الیه راجعون (۵)
وکان الحسین یتلوها مرارا کما هو ماثور
(۶) هذا ما نقوله فی صبره بمعنی العام
واما الصبر بمعنی الصوم فانه بقی جائعا
عطشانا الی ثلثة ایام کما دان فی بدو
ولادته وقد مر ذکره فی الباب الرابع (۷) ولنبدا
من ذکر صلوته ونرجو من الله ان یجعل ذکری هذا
بحیث لم یذکره احد قبلی کما لم یصل هکذا
احد بعد الحسین ولا قبله منه ارحمه (۸) فنقول
کما انه بالغ فی الاصطبار کذلک اهتم فی الجمع
بین الصبر والصلوة ثم اهتم امتثالا بقوله تعالی
حافظوا علی الصلوة والصلوة الوسطی وقوموا لله
قانتین فان خفتم فرجالا او رکبانا

(۱) تاآنکہ شہید ہوکر حضور حق میں پہنچ گئی صابر جن کا اس
درجہ پہ تھا کہ جناب صادق فرماتے ہیں آپکے صبر پر ملائکہ آسمان کو
تعجب ہوا (۲) جنات نوحہ یہ بین کرتے تھے کہ حسین پر بڑے
آنسو بہتے تھے حسین تو پہاڑ تھے صبر و استقامت میں (۳) یہ
کیا اور صابر ہے حسین ایسا دنیا میں تمکو نظر آتا ہے (۴) جب ایسا
صبر کیا انپر یہ آیت صادق آئی بشارت دو صابرین کو جو وقت
مصیبت کہتے ہیں ہم خدا کیلئے ہیں اور خدا ہی کیطرف بازگشت
بھی ہوگی (۵) امام حسین اسی آیتکی تلاوت بار بار اسی زمانہ
میں کیا کرتے تھے (۶) یہ تو بیان تہا صبر عام کا جو عرض کیا گیا
رہا صبر بمعنی روزہ کہ تین دن تین شبانہ روز حضور بہوکے پیاسے رہے
جسطرح ولادت کے بعد بھی گزرا تھا کہ آپکو تین دن تک ایام زمانہ
جسکو ہمنے باب چہارم میں لکھا ہے (۷) اب ہم آپکی نماز کا ذکر شروع
کریں اور خدا سے امید ہے کہ ہمارا بیان آپکی نماز گزاری کا ایسا ہو کہ
ہم سے پہلے آج تک کسی نے ایسا بیان کیا نہو جیسا کہ امام حسین کے پہلے اور
نہ آپکے بعد کوئی ایسا نماز گزار ہی نہیں ہوا خدا کے کرم اور احسان
سے یہ ہماری امید ہے (۸) اب ہم کہتے ہیں جسطرح آپنے صبر میں بڑا اہتمام
کیا اسیطرح صلوۃ و صبر کے جمع کرنے میں بھی پورا اہتمام فرمایا پھر بنظر
بجا آوری حکم خدا کے دوسرا اہتمام نماز وسطی کیلئے کیا کیونکہ خدا فرماتا
ہے التزام سے نماز پڑھو اور خصوصاً نماز وسطی کا اور بجا لانے نماز کیلئے قائم
رہو اور کھڑے ہو خدا کی درگاہ میں دعا کیلئے اور اگر دشمن کا خوف ہو تو
تم سعیہ نہیں پھر اگر تمکو قوت ہو تو پیادہ یا سوار کسی طرح بھی نماز کو

(۱) اما اهتمامه للصلوة فقد روی انه لما ورد
الشمر فی الیوم التاسع من المحرم واراد ان
یقع الحرب فی یومه هذا قال الحسین لاخیه العباس
ان تستمهل منهم تلک اللیلة ان استطعت (۲)
فانی ارید ان اصلی تلک اللیلة وان الله
یعلم انی احب الصلوة (۳) فلما امهلوه بعد جد
وجهد شدید وادرک الحسین تلک اللیلة
شرع فی اتیان فرائضه التی اوجب الله علیه فیها
وهی اللیلة العاشرة من لیالیه المختصة بالحسین
(۴) فاقرؤا سورة الفجر حیث تقسیم الله سبحانه
بها ویقول والفجر ولیال عشر والشفع والوتر
واللیل اذا یسر ای یمضی وانظر الی قوله هذا
(۵) فان هذا القول یدل علی ان مضی تلک اللیلة
مما لا یماثلها مضی لیلة اخری (۶) فان الله سبحانه
ذکر فی کتابه لفظة اللیلة فی سبعة مواضع التی
افخمها فقال فی موضع واللیل اذا ادبر (۷)
وفی موضع واللیل وما وسق (۸) وفی اخر
واللیل اذا عسعس وفی اخر واللیل اذا یغشیها
(۱۰) وفی اخر واللیل اذا یغشی (۱۱) وفی اخر
واللیل اذا سجی (۱۲) وفی هذه الآیة قال
واللیل اذا یسر فذکر فی تلک الآیة امرا اخر

(۱) مطلق نماز کا حال یہ ہے کہ بروز نہم جب شمر داخل ہوا اور
اوسکا ارادہ تہا کہ اوسی روز لڑائی ہو جائے حضرت نے اپنے
بہائی عباس سے فرمایا اگر ہو سکے تو آجکی شب کی مہلت
انسے طلب کرو (۲) مین چاہتا ہون آج تمام شب نماز
پڑہون اور خدا کو معلوم ہے کہ مین نماز کو دوست رکہتا
ہون (۳) پہر جب مہلت ملی بڑی کد و جد اور رنج سے
امام حسین کو نماز پڑہنے کو ملی اور جو فرائض منصبی آیت
خدائی آجکی شب واجب کئے تہے انکی بجا آوری مین آپ مصروف
ہوئے اور یہی سوین رات ہے انکی مخصوص راتو نمین جسکی قسم خدا
کہاتا ہے (۴) اب پہلے تم سورہ فجر کو پڑہو خدا فرماتا ہے قسم ہے
صبح کی اور قسم ہے دس راتو نکی اور قسم ہے جفت اور طاق کی اور قسم
ہے اوس رات کی جو گذر جائے اس قول پر غور کرو (۵) یہ فرمانا خدا
کا دلالت کرتا ہے کہ جس رات کی قسم کہاتا ہے یہ رات ایسی گذری مین
ایسی ہے جسکی نظیر دنیاوی شبو نمین کوئی دوسری رات نہین آیا ہے
اتو میرا دلیل معتبر ہے (۶) اسلئے کہ خدائی قران مین سات جگہ رات
کی قسم کہائی ہے (۷) سورہ مدثر مین فرمایا قسم ہے رات کی جب پیٹہ
پہیرے یعنی نظر و نسی وجہل ہو جائے (۸) سورہ انشقت مین فرمایا
قسم ہے رات کی اور جو چیز اوسمین سمٹی ہے (۹) سورہ کورت مین فرمایا
قسم ہے رات کی جب اوسکی سیاہی سامنے آئے (۱۰) والشمس مین فرمایا
قسم ہے رات کی جب آفتاب کو ڈہانک لے (۱۱) واللیل مین قسم ہے رات کی جب چہا جائے (۱۲)
والضحی مین قسم ہے رات کی جب چہا جائے اور سورہ فجر مین رات گذر جانیکا ذکر ہے یہ رات

(۱) مغائر للكل والذي نظهر عندي فهو امران احدهما ان السري مادة الاسراء وهو وقع لنبينا في ليلة المعراج وهذه السورة مختصة بالحسين (۲) فالحسين حصل له المعراج في صلوته التي صلاها تمام الليل فقوله يسر اشارة الى معراجه وهو اسرائه الخاص فان الولد سر لابيه (۳) والثاني ان مضي تلك الليلة كان في حالة كلمن ذكره تقر لا محالة انه حري بانه تقسيم الله سبحانه به كما فعل (۴) ولعلك اذا تاملت ان قوله وليال عشر شامل لتلك الليلة ايضا ثم ذكرها الله سبحانه معرفا بلام العهد والتخصيص بعد التعميم مفيد لعظمة المعرف فلا تشك في كونها عظيمة جليلة عند الله سبحانه (۵) كيف ولا تكون كذلك والحسين مع اصحابه كان يصلي ولهم دوي كدوي النحل (۶) مع ان النار تسجر في الخندق واطفاله يموتون من العطش نسائه باكيات نائحات (۷) ومع ذلك كله فالحسين يصلي ويقنت الله ويستغفر لامة جده (۸) اما الفرائض التي اداها الحسين في تلك الليلة فقد افردنا لذكرها ابوابا عديدة في كتابنا المائتين

(۱) سورہ فجر میں جو رات کی قسم کھائی ہے میرے خیال میں اسکی دو فائدے آتے ہیں ایک تو یہ کہ یسر اسرار سے مشتق ہے اور اسرا شب معراج میں ہمارے نبی پر واقع ہوا اور یہ پورا سورہ خاص ہے امام حسینؑ سے تعلق رکھتی ہے (۲) اور حسین کو یہ معراج اپنی ان نمازوں میں ہوئی جنکو تمام شب عاشور آپنے پڑھی ہے پس گویا لفظ یسر سے خدا اسکی طرف اشارہ کرتا ہے کہ فرزند ایک راز ہے اپنے باپ کا (۳) دوسرا فائدہ یہ ہے کہ اس رات کا گذرنا امام حسین پر ایسی خوفناک حالت میں تھا جو شخص اسکو یاد کریگا ضرور اقرار کریگا کہ یہی رات ایسی ہے جسکی قسم کھانی خدا کو لائق ہے دنیا میں ایسی رات تمام شب خدا کی عبادت میں اور کیسے گذری ہے (۴) شاید اگر تم ذرا سا تامل کرو اور اس رات کا ذکر جو خدا نے فرمایا ہے اوسمیں یہ رات بھی اگرچہ بطور عموم کے داخل ہے اور پھر جدا اسکا نہ خدا نے لام عہد کے ساتھہ ذکر فرمایا اور یہ بھی قاعدہ ہے کہ تخصیص بعد تعمیم کے فائدہ عظمت اور بزرگی کا دیتی ہے پھر تو ہرگز شک نہ ہوگا کہ یہ رات خدا کے نزدیک عظمت اور جلالت میں قابل اسکے ہے کہ اسکی قسم کھائی جائے (۵) کیونکر ایسی نہ ہوگی اور حسین معہ اپنی اصحاب کے نماز اور دعا میں مشغول تھے اور انکی آوازیں ایسی گونج رہی تھیں جیسے شہد کی مکھی کی آواز گونجتی ہے (۶) آگ خندق میں روشن اطفال پیاس سے جان بلب عورات رو رہی ہیں (۷) اسپر حسین ہیں کہ نماز پڑھ رہے ہیں دعا بخشش امت کی خدا سے مانگ رہے ہیں (۸) جن فرائض کو اس رات میں امام حسینؑ نے ادا کیا انکو ہمنے جلد اول مائتین میں لکھدیا ہے

(١) وهي ابواب ارتضاها سيدنا رسول الله
حيث قال مخاطبا للحسين الطاهر يا بني فانه
احسن واجاد في املائها (٢) هذا ما
بشرت له في مناهي بعد تسويد تلك الابواب
في بلدة عظيم اباد والحمد لله (٣) ونحو الى
تفسير ما بقي من تلك السورة فانها سورة الحسين
كما قال الصادق ويأتي (٤) ولان الذي
نجيبه في تلك الرسالة لا يؤمن باحاديث
نبينا واوصيائهم (٥) فالحري الاحرى ان
نبين اولا ما يدل عليه اللغة ثم ما يهدينا
اليه العقل (٦) واذا اثبتنا المدعى بذلك
بالاستدلال فلا باس بان تذكر ما روي
من الاقوال النبوية واوصيائه صلوات الله
عليهم (٧) فاعلم ان في تلك السورة من
اولها الى اخرها الفاظ يستدل بها على
وقعة الشهادة فقوله والفجر وليال عشر قدم ذكر الفجر على الليالي
(٨) ولفظة الفجر ذكرها الله تعالى في كتابه في ثلاث مواضع احدها
فيه هي اوقات السحور للصائم وهو قوله كلوا واشربوا حتى يتبين لكم الخيط
الابيض من الخيط الاسود من الفجر (٩) ففي هذه الاية ذكر الصوم وثانيها
في ذكر اوقات الصلوة وهو قوله تعالى اقم الصلوة لدلوك الشمس الى
غسق الليل وقرآن الفجر ان قرآن الفجر كان مشهودا

(١) یہی وہ ابواب ہین جنکو ہمارے نبی نے پسند فرمایا ہی اور امام حسینؑ
کیطرف مخاطب ہوکر کہا دیکہو اے فرزند کیا خوب اسنی لکہا ہی (٢) یہ
بشارت مجہی خواب مین ہوئی ان ابواب کی لکہنی کے بعد اوریہ بین شہر عظیم
آباد مین تہا الحمد للہ (٣) اب ہم باقیماندہ سورہ کو اس سورہ کے لکہین
اسلئے کہ یہی سورہ تمام قرآن مین ایسی ہی جسکا نام سورہ حسین رکہنا نہایت
مناسب ہے اور جناب صادقؑ نے اسکو سورہ حسین ارشاد فرمایا ہی
چنانچہ ہم لکہینگے (٤) چونکہ ہم اس رسالہ مین جواب سوال فرقہ
قرآنیہ کا لکہتے ہین جو فرقہ کہ ہمارے نبی اور وصیا حق کی حدیثون
کو نہین مانتا ہی (٥) لہذا مناسب ہے کہ پہلے ہم تفسیر اس سورہ کی از روے
لغت کے لکہین پہر اسکو مطابق کرین عقلی موسی (٦) اور جسوقت ہم
اپنے دعوے کو عقل سے ثابت کر لینگے پہر کیا مضائقہ ہی اسکی تائید مین
احادیث کو بہی لکہین (٧) اب جانو کہ یہ سورہ اول سے آخر تک اپنے
الفاظ سے واقعہ شہادت پر استدلال کے لایق ہی دیکہو قول خدا کو قسم ہی
فجر کی اور قسم ہی دس راتونکی پہلے خدا نے فجر کی قسم کہائی اور اسکی بعد دس
راتونکا ذکر فرمایا (٨) فجر کے لفظ قرآن مین خدا نے تین جگہ ارشاد کیے ہین
ایک جگہ تو انتہائی وقت روزہ داروں کا فرمایا کہا لو پی لو جبتک کہ سفید
ڈورا فجر کا سیاہ ڈورے سے ظاہر ہو جاے (٩) اب اس آیت مین تو روزہ کا
ذکر ہی (١) امام حسن کا روزہ یاد کرو) دوسرا اوقات نماز پنجگانہ مین فرمایا ہے نماز پڑہو زوال
آفتاب سے لیکر نصف شب تک اور فجر کی نماز مین قرآن پڑہو کہ اس کے پڑہنے کا مشاہدہ
فرشتوں کا ہوتا ہے آگے اسکی تہجد کا ذکر ہی اور پہر ہمارے نبی کو مقام محمود ملنے کا ذکر
ہی جسکی عوض مین شہید ہوے امام حسینؑ آپ نے منظور کی ہی یعنی شفاعت امت مرحوم

(۱) وثالث المواضع هو سورة الفجر سميت
بالفجر لان لفظة الفجر فى تلك السورة التى
مختصة بذكر الحسين الصائم فاقد السحور
والمصلى لقران الفجر وهو جامع الاستعانة
بالصوم والصلوة (۲) وقد ثبت من جميع
الايات المذكورة مناسبة بعضها من
بعض وصدق مجموعها على الحسين و
ذلك ما اردناه (۳) ثم نقول لفظة الفجر
قد فسروها بالترديد ما هذه واما هذه
ولم يحصلوا فى تفسيرها بعد (۴) فيالله
ولاعداء النبى واهلبيته فان الفجر الذى يليق
به ان يقسم الله به هو فجر الحسينؑ يوم
عاشورا (۵) فلا يرضون بان يعدونه
ويعدون الفجر الذى ليس فيه امر يليق به
ان يقسم الله به (۶) وانظر الى ما ذكره قال
الرازى فى تفسيره المراد فجر المحرم اقسم به لانه
اول من كل سنة (۷) وعن ابن
عباس انه قال فجر السنة هو المحرم فجعل
جملة المحرم فجرا وذكر فيه اقوالا اخر (۸) وهى
ان المراد نفس صلوة الفجر ويوم النحر او
فجر ذى الحجة والقول الرابع فجر العيون

(۱) تیسرا مقام یہی سورۂ فجر کا ہے اسکا نام سورۂ فجر
اسیواسطے (امیر خیالمین) رکہا گیا کہ یہ فجر یا یہ
سورۂ فجر مخصوص امام حسینؑ کی حالات بیان کرنے میں ہے کون
حسینؑ جسکو کربلا کی روزہ داری میں سحر کہانی نصیب
نہوئی کون حسین جنہوں نے فجر عاشورہ کی نماز میں تلاوت
قران کی ہے (۲) اب سب آیات جو اس باب میں ہم
لکہہ چکے اونکے ملانے سے مناسبت ایک کی دوسری آیت
سے اور سب کی تطبیق قضیہ امام حسینؑ بخوبی ثابت ہو چکی
اور یہی ہماری مراد تہی (۳) پہر ہم کہتے ہیں تفسیر میں اقوال
مرددہ مفسرون نے لکہی ہیں مگر کوئی بات ٹہکانے کی ابہی
تک اونکو نہ سوجہی (۴) فریاد ہے خدا سے دشمنان نبی اور
اہلبیت نبی کی کہ وہ فجر عاشورہ فجر حسین جسکی قسم کہانی خدا
کو زیبا ہے اسکا تو بہولے سے بہی نام نہیں لیتے (۵) اور راضی
نہیں ہوتے کہ اُس فجر کو بہی شمار میں لائیں اور جس فجر کو کسی طرح
کی لیاقت اسکی نہیں ہے کہ خدا اُسکی قسم کہائے اسکو ذکر کرتے
ہیں (۶) دیکہو فخر الدین رازی اپنی تفسیر میں کہتے ہیں والفجر سے
مراد فجر محرم ہے اسلئے کہ وہی پہلا دن ہر سال کی ابتدا کا ہے (۷)
ابن عباس کہتے ہیں کہ فجر سال مراد ہے اور وہی محرم ہے پس تمام محرم کو
فجر قرار دیا اور بہی چند اقوال فجر کی تفسیر میں ہیں (۸) اور یہ قول بہی
ہیں کہ مراد فجر سے خاص نماز فجر کی ہے یا فجر روز نحر کی یا فجر ذیحجہ کی ہے
اور چوتہا قول فجر عیون یعنے چشموں کا جاری ہونا (واہ جی کیا کہا)

(١) وهذه الاقوال كلها منقولة كما تراه وعرضنا
من ذكرها انهم ذكروا الفجر يوم النحر واعرضوا عن
ذكر يوم النحر الثاني وانما هو بغي وعناد لا غير (٢)
مع ان القرائن على كونه مرادا في تلك السورة
كثيرة نذكرها مستوفاة (٣) ثم قال سبحانه
وليال عشر وظاهر ان كل من يموت او يقتل
في العاشر من اي شهر كان (٤) فيصح ان
يقال بالنسبة اليه انه صاحب ليال عشر ثم اذا
ابتلى فيها بالرزايا والآلام فهو احق واولى
بذلك (٥) وكون الحسين كذلك مما لا مرية فيه
لكن لم يذكروه عدوا وبغيا (٦) بل قال الرازي
ذكروا فيه وجوها احدها انها عشر ذي الحجة الى ان
قال ثانيها عشر المحرم من اوله الى اخره وهو تنبيه
على شرف تلك الايام وفيه يوم عاشوراء ولصومه
من الفضل ما ورد به الاخبار اقول بل قد ورد
في غنية الطالبين نحو ثلثين واربعين من الاحاديث
الدالة على فضل الاكتحال ولبس الالبسة الفاخرة
واظهار الفرح والسرور مثل يوم العيد في يوم عاشوراء
(٧) والعجب كل العجب ان القران يذكر الليالي وهم
يذكرون الايام فما ندري في اي لغة يستعمل الليالي
ويراد منها الايام وهل هذا الا بغي وعناد

(١) یہ سب قول تم دیکھو اور ہماری غرض یہ ہے کہ روز نحر کی فجر کو منظور
کیا اور دوسری قربانی جو بروز عاشورہ ہوئی اسکو کہا گئی (اور
کیوں نہ کہا جاتے ذبح کرنیوالے بھی تو ویسے ہی دشمنان خاندان رسالت
تھے) بجز دشمنی کے اور اسکو کیا کہا جاے (٢) حالانکہ اس سورہ مین
قرائن واضحہ ایسے ہین کہ فجر عاشورہ کا مراد لینا کسی تاویل بعید کا
محتاج نہین ہے (٣) پھر خدا نے کہا اور قسم ہے دس راتونکی ظاہر ہے کہ
جو شخص کسی مہینہ کی دسوین تاریخ مرجاے خواہ شہید ہو قتل ہو کر
(٤) ایسے شخص کی نسبت اگر کہا جاے کہ صاحب ان دس راتونکا ہے تو صحیح
ہوسکتا ہے پھر اگر ان دس راتون مین یہ شخص طرح طرح کی مصائب اور آلام
مین مبتلا ہوا ہو تو زیادہ تر لائق اسکی ہوگا کہ اسکی یہ دس راتین کہی جاین
(٥) امام حسین کا ایسا ہونا اسمین کچھ شک نہین مگر پھر بھی براہ عداوت
اور بغاوت انکا ذکر نہین کرتے (٦) بلکہ رازی صاحب کہتے ہین ان
دس راتونکی تفسیر مین چند وجوہ کو ذکر کیا ہے ایک تو یہ کہ دس راتین اول
ذیحجہ کی ہین اور دوسرا قول یہ ہے کہ دس روز محرم کے ہین اول سے آخر تک
اور اس قسم کہانے مین تنبیہ اسکی ہے کہ ان ایام کا شرف ظاہر ہو کہ انمین ایکدن عاشورہ
کا ہے جسکے روزہ کی بارہ مین کیسی کیسی فضائل احادیث مین وارد ہوئے ہین مین کہتا ہون
بلکہ غنیۃ الطالبین مین شیخ عبدالقادر جیلانی صاحب نے قریب تیس چالیس احادیث
ذکر کی ہین جو سب کی گڑہی ہوئی الکہی ہین جسمین فضیلت سرمہ لگانے کی اور لباس نفیس پہننے اور خوشی
عید کی ظاہر کرنیکی لکہی ہین اور مثل عید عاشورہ منانے کی (٧) بڑا تعجب تو مجھی
اسکا ہے کہ قرآن مجید مین تو خدا دس راتونکی قسم کہاتا ہے اور یہ لوگ دس دنکو کہتے ہین یہ
میری سمجھ مین نہین آتا کہ رات کی لفظ کے معنی دن لینا کس لغت مین ہوسکتا ہے یہ بجز عناد کے کیا ہے

(1) فدع ذكرهم وارجع الى ما يقوله الله سبحانه بعد
ذلك (2) فليال عشر ممن بل تحتم ان تريد منها
الليالى التى كان الحسين واهلبيته فيها على حالة
ليخبرنا التاريخ بما (3) ثم يقول سبحانه والشفع والوتر
والليل اذا يسر اقسم بالشفع وهو الزوج والوتر وهو
الفرد وبالليل اذا يسر (4) وقد مر منا القول بان
المراد من تلك الليل هى ليلة عاشوراء من جملة ليال عشر
(5) فالشفع والوتر ايضا يناسب ان يرام منها شفع
ووتر من تلك الليالى ليدفع شناعة الفصل
بالاجنبى (6) وعلى هذا فيكون توجيه الكلام انه قد
ذكر سبحانه اولا ليالى عشرة لكونها مختصات
بالحسين فى اكثر الواقعات (7) لكن منها ثلث
ليال هى اشد اختصاصا بما وقع فيها كلما
اختاره الله سبحانه من المصائب على الحسين ع روحى فداه
وهى الليلة الثامنة والعاشرة شفع والتاسعة وتر (8)
فالليلة الثامنة هى التى منع الحسين ع فيها عن
شرب الماء (9) وفى اليوم الثامن لما بلغ عدد المحافظين
المشارع الفرات ثلثة عشر الاف واشتد منعهم (10)
وامر الحسين اخاه عباس بن على ع بحفر البئر فحفرت
ولم يوجد فيها ماء فطموها حتى مضى اليوم
وادركوا الليلة التاسعة وهى الوتر

(1) اب تم انکے ذکر کو چھوڑ دو اور قرآن مجید کی طرف رجوع کرو کہ خدا اس
سورہ میں کیا فرماتا ہے وہ ارشاد فرماتا ہے اسکے بعد آگاہ ہو تاکہ (2) یعنی دس
راتیں ممکن ہے کہ تم انسے وہی دس راتیں عشرہ محرم کی مراد لیں بلکہ انہیں دس
راتوں کا مراد لینا چاہیے جنمیں امام حسین ع مع اپنے اہلبیت کے ایسی تباہ حالت
میں تھے جنکو تاریخ اسلام بتلا رہی ہے (3) پھر خدا فرماتا ہے قسم ہے جفت کی
اور طاق کی اور اس رات کی جو گذر رہی ہے (4) ہمنے اوپر ثابت کر دیا ہے
کہ یہ شب دہم محرم کی ہے منجملہ اُن دس راتوں کی جنکی قسم خدا نے کھائی ہے
(5) اب مناسب ہے کہ شفع اور وتر سے بھی مراد کوئی رات انہیں دس
راتوں میں ہو لا تاویل تاکہ فصل بالاجنبی کی شناعت کلام بلیغ
سے جاتی رہے اور کلام مسلسل اور با ربط ہو جاوے اور یہی ہمارا عقیدہ
فصاحت اور بلاغت قرآن میں ہے (6) اور اس بنا پر کلام کی تاویل
اس آیت سے یہ ہوگی کہ خدا نے پہلے بطور عموم کے دس راتوں کو ذکر کیا ہے
اسلئے کہ دس راتیں مخصوص ہیں امام حسین سے اکثر واقعات میں (7) مگر تین
انمیں سے زیادہ خصوصیت اس جناب سے رکھتی ہیں انمیں ہر ایک رات ایسی واقع ہوئی
بجملہ مصائب کے جو امام حسین کا مبتلا ہونا انمیں خدا نے پسند کیا تھا آٹھویں شب
جو شفع (زوج) ہے اور نویں شب وتر (طاق) ہے اور دسویں شب شفع
(8) آٹھویں رات وہی ہے جسمیں امام حسین پر پانی بند کیا گیا (9) اور دیکھو یہی
آٹھویں تاریخ جب شمار محافظان فرات کا قریب ۱۳ ہزار کے پہنچا اور روک
ٹوک انکی زیادہ ہوئی (10) اور امام حسین نے اپنے بھائی عباس کو کنواں
کھودنے کا حکم دیا چنانچہ وہ کنواں کھودا گیا مگر پانی نہ نکلا لہذا اُسے بند
کر دیا اور سارا دن پیاس میں گذرا اور نویں شب آئی یہ وتر و طاق ہے

(۱) فبات تلك الليلة آيسين من الماء وكانت اصوات الاطفال الصغار عاليات والنساء صائحات قد مضى عليهم ستة وثلثون ساعة او يزيد وقطرة من الماء وجفت القرب والاواني كما تقول سكينة بنت الحسين سلام الله عليها (۲) وهي ليلة ثانية تتلوها في الشدة الليلة العاشرة وهي التي يذكر سبحانه مضيها وتقسيم بها والقسم معلق بذلك الوصف فالمعنى الى اقسم بالليل اذا يسر (۳) وقد قلنا انها كيف مضت فارجع الى ما قلناه (۴) ثم يقول الله سبحانه هل في ذلك قسم لذي حجر يعني لذي العقل والعلم والفهم (۵) وذلك الاستفهام من الله لا يكون استفهاما حقيقيا لاستحالة الجهل فهو اذا على غير الحقيقة (۶) والاستفهام الغير الحقيقي يكون بانحاء شتى فلابد لنا النظر في عظمة الامور والاشياء التي اقسم الله سبحانه في كتابه بسببها (۷) فلم نجد من تلك المواضع الا قوله تعالى فلا اقسم بمواقع النجوم وانه لقسم لو تعلمون عظيم (۸) فكما احال علم عظمة القسم في هذه الاية على علمنا كذلك في الاية التي نحن بصددها حيث قال انه قسم لذي حجر والمراد في الايتين واحد

(۱) اس شب کو یہ پیاسے پانی ملنے سے مایوس تھے چھوٹے چھوٹے بچوں کی آواز گریہ بلند تھی اور عورتیں بھی چلا رہی تھیں ۳۶ گھنٹہ او نپر پیاس میں اسی شب کے آخر تک گذری کہ ایک قطرہ پانی کا نہ ملا تھا مشکیزے اور ڈولچیان اور پانی رکھنے کے برتن سب سوکھے پڑے تھے جیسی ہماری خوزادی جناب سکینہ سے یہ روایت ہمکو پہونچی ہے سلام خدا کا انپر ہو (۲) یہی وہ رات ہے جسکے بعد یہی مصیبت کی دسوین رات ہے جسکے گذرنے کی خدا قسم کہاتا ہے اور قسم کی تعلیق اسی گذرنے پر ہے اور معنی آیت کے یہ ہین کہ خدا قسم کہاتا ہے شب کی جو وقت گذر جائے (۳) ہمنے اوپر لکھدیا ہے کہ یہ رات امام حسین پر کیسی گذری اسکو پڑہو (۴) پہر خدا کہتا ہے کہ آیا اس قسم کہا نہین صاحبان عقل کو سوچنے کی جگہ ہے یعنی جسکو عقل اور علم اور فہم ہے وہی اسکو سمجہیگا (۵) اور یہ استفہام جو خدا نے فرمایا ہے صحیح استفہام نہین ہے کیونکہ خدا نادان اور ناواقف نہین ہے جو کسی سے پوچہنے کا محتاج ہو لہذا یہ استفہام مجازی ہے (۶) استفہام مجازی چند طرح کا ہوتا ہے لہذا ہمکو دیکہنا لازم ہے ان چیزونکا جنکی سبب سے خدا نے قسم کہائی ہے (۷) ہمنے قرآن مجید مین فقط دو ہی مقام ایسے پائے جنمین قسم کہا ہے کی بعد خدا اوس قسم کی عظمت کو ہماری عقل پر اسکا سمجہنا ارشاد کرتا ہے پہلا مقام خدا کہتا ہے قسم کہاتا ہون مین ستارونکی جا بجا وقوع کی اور یہ قسم اگر تم اسکو جانو تو بڑی بہاری قسم ہے (۸) جسطرح اس آیت مین خدا نے عظمت قسم کہا ہے کو ہمارے علم پر حوالہ فرمایا اسیطرح سورہ فجر مین فرمایا کہ یہ قسم صاحبان عقل کے سمجہنے کی ہے اور مراد دونون آیتونمین واحد ہے یعنی عظمت قسم کی

(۱) فرجعنا الی علمنا وعقلنا علی ما اراد الله
سبحانه (۲) فوجدنا المناسبة بين ذينك
القسمين عقلية ونقلية وهي التي توجب علينا
النظر لاستعلام الامور الداعية لله على
القسم واستعظامها (۳) اما المناسبة العقلية
فظاهر لان من مواقع النجوم يحدث الليل
والفجر وعدد السنين والحساب كله مربوط بمواقعها
ولا يعلم تلك الامور الا من له عقل وعلم ودراية
وهو الذي يصفه الله بذي حجر (۴) اما المناسبة
بالنظر الى النقل وان لم يؤمن به من مخاطبه في
تلك الابواب (۵) لكن لما اثبتنا ان الحسين
من حجج الله تعالى وامامه فلا بد ان يذكر
ما قاله الائمة عليهم السلام فقالوا نحن امان
لاهل الارض كما ان النجوم امان لاهل السماء (۶)
وهذا ما قاله سبحانه هل في ذلك قسم لذي حجر
(۷) اوجب الله علينا النظر والفكر في سياق تلك الاية
وسباقها اما السياق فقد علمنا ما علمنا وقلنا فيه
قلناه (۸) وملخصه ان الفجر وليال عشر والشفع
والوتر والليلة العاشرة (۹) كل ذلك من الامور
المختصة بالحسين ع (۱۰) واما الايات التي بعدها
فهي تختص بالظلمة الذين اساؤا وعملوا اسوا الاعمال

(۱) اب ہمنے اپنے علم اور عقل کیطرف رجوع کیا جسکا ارادہ ہمسے خدا
فرماتا ہے (۲) ان دونوں قسموں میں با عقل و نقل دونوں طرح
ہمنے مناسبت پائی اور یہی مناسبت ایسی ہے کہ ہمپر غور اور فکر کرنا واجب
ہوا ہے کہ ہم ان امور کو جانیں جو خدا کے قسم کھانیکی اسباب ہیں اور انکی
بزرگی کو بھی معلوم کریں (۳) عقلی بات تو یہ ہے کہ ستارونکی مقامات
اور مواقع وہی ہیں جو قدرت کے الٹو میں جیسے دن رات اور فجر اور حساب سال
اور ماہ سب کچھ انہیں مواقع سے پیدا ہوتا ہے اور اسکا علم صرف اسکو
ہوتا ہے جو صاحب حجر یعنی عقل ہے اب دونوں آیتیں متحد ہو گئیں (۴)
نقلی اتحاد اور مناسبت اگرچہ ہمارا مخاطب اس بارہ میں فرقہ قرانیہ والا
حدیث کو نہ مانے (مگر یہ تو قرآن کی آیت سے بحث ہے) (۵) مگر جب ہمنے
امام حسین ع کو حجت خدا اور امام ثابت کردیا (دیکھو گذشتہ ابواب کو) اب
ضرور ہم انہیں ائمہ کا ارشاد نقل کرسکتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ ہملوگ
(ائمہ) اہل زمین کیواسطے امان خدا ہیں جسطرح نجوم اہل آسمانکی واسطے
امان ہیں (۶) یہی خدا کہتا ہے کہ یہ قسم صاحبان عقل کے سوچنے کیلئے ہے
اب مناسبت ظاہر ہو گئی (۷) خدانے اس قسم سے پہلے جو کچھ فرمایا اور
اسکے بعد جو کچھ ہے دونوں پر نظر اور فکر کرنا ہمپر واجب کیا ہے قسم سے پہلے
فجر اور شفع اور وتر وغیرہ سبکو ہمنے بخوبی بیان کردیا (۸) جسکا خلاصہ
یہ ہے کہ فجر اور دس راتیں اور شفع اور وتر اور شب دہم محرم ۶۱ھ (۹) یہ سب
امور خاص امام حسین ع سے ہیں اور جو ظلم امام حسین پر کئے گئے ان کی طرف
اشارہ ہے (۱۰) اور قسم کے بعد جسقدر آیات لفظ مرصاد تک ہیں ان
میں بیان انجام کا ظلمہ کا ہے جنہوں نے ایسے بد اعمال کئے ہیں

(۱) فقال سبحانه مخاطبا الی نبینا الم تر کیف فعل ربک بعاد ارم ذات العماد الی قوله ان ربک لبالمرصاد (۲) ذکر الله سبحانه فی تلک السورة ثلث فراعنة وهم عاد وثمود وفرعون وطغیانهم وفسادهم فی الارض معروف فصب علیهم ربک سوط العذاب (۳) فکون الله بالمرصاد یعنی به کما قالت زینب سلام الله علیها فی خطبتها بحضر یزید وهو قولها ولا تحسبن الله غافلا عما تعملون فان الله لا یحضره البدار ولا یخاف من فوت الثار (۴) وفی قضیة الحسین اخذ الله اولا القاعدین عن نصرته فی وقعة الحرة ثم عذب قاتلیه واحدا بعد واحد فلم یلبث وازید من ثلث سنین من بقی منهم صار محونا (۵) حتی انه کان رجل من المومنین یذکر من هلاک قتلة الحسین فی مجلس یقول انه لم یبق واحد ممن قتله الا وقد عذبه الله عذابا نکرا (۶) وکان فی ذلک المجلس رجل من هولاء الاشرار حاضرا (۷) فقال مکذبا لذلک المومن انک تعتنی بالاخبار الکاذبة وانی ایضا ممن تخبر بهلاکهم لم یصبنی افة ولا عاهة الی یومی هذا

(۱) خدانے فرمایا ہمارے نبی سے مخاطب ہوکر کیا تم نے اے محمد نہین دیکھا کہ تمہارے رب نے کیسا کیسا عاد سے وہ عاد جو نامزد ارم سے تہا صاحب عماد یعنی بڑے بڑے ستون رکہتا تہا اس آیت سے لغایت اس آیت تک تحقیق ہے کہ تمہارا رب ان ظالمونکی کمینگاہ مین تاک لگائی ہوے منتظر وقت مناسب کا رہا (۲) ان آیتونمین تین جابر اور ظالمونکا ذکر خدانے فرمایا ہے عاد اور ثمود اور فرعون اور انکی ظلم اور فساد کو یاد کیا جو مشہور ہے اور پہر یہہ بہی فرمایا کہ انپر عذاب الٰہی نازل ہوا (۳) خدا کا تاک مین بیٹہنا اس سے وہی غرض ہے جسکو جناب زینب نے یزید کے دربار مین اپنی خطبہ مین ارشاد فرمایا ہے کہ خدا کو غافل اپنی بدکرداری سے تملوگ نہ جانا اسلئے کہ خدا مہلت دینے سے شرماتا نہین ہے (جیسی عاجز تمام سے شرماتا ہے) اور بدلہ لینے کی قوت نہو نیکا خدا کو خوف نہین ہے یعنی تمسے ضرور بدلا لیگا (جیسی عاد اور ثمود اور فرعون سے لیا ہے) (۴) امام حسین کی قصہ مین پہلے تو خدانے ان لوگونکی گرفت فرمائی جو انکی نصرت سے اور اسلام کی تائید سے بلا عذر باز رہے تہے (پڑہو واقعہ حرہ کو) پہر ایک ایک قاتلان امام حسین پر عذاب نازل کیا حتی کہ تین برس اندر سب فی النار ہوگئے اگر کوئی بچ رہا تو دیوانہ ہوگیا پڑہو تاریخ کی کتب کو (۵) تا اینکہ ایک شخص مومن کسی جگہ ہلاک قاتلان حسین کا ذکر کر رہا تہا کہ اب تو کوئی انمین سے باقی نہ رہا جسکو خدا نے عذاب دنیا سے ہلاک نہ کیا ہو (۶) اوسی جلسہ مین ایک شقی انہین بدکارون مین سے بہی حاضر تہا (۷) اس مومن کے جہٹلانیکی غرض سے کہنے لگا کیوں جہوٹی خبرین بیان کرتا ہے ایک یہی شخص ہے کہ باوجودیکہ قاتلان حسین مین شریک رہا مگر آجتک میرا بال بیکا نہوا اور کسی طرحکی ایذا اور آفت مجہے نہ پہونچی

(۱) فعذبه الله فی ذلك المقام بعذاب النار
(۲) وامثال تلك النقمات مستفیضه باثوره
لاحاجة لنا الی ذکرها فارجع الی کتب السیر
والتاریخ وکتب الرجال (۳) نعم من اهم
مابقی ذکره هو محافظة الحسین الصلوة
الوسطی (۴) اما محافظة الصلوة فقد مر
ذکرها واما الصلوة الوسطی فقد اختلف
المفسرون فی تعینها وتشخیصها علی اقوال
حتی انهم قالوا ان کل صلوة من الخمس
هی الوسطی (۵) وانا اقول ان الاوقات
الیومیة اما بدایتها اما من اول النهار او من
اول اللیل (۶) ولست اقول ان اللیل سابق
النهار او النهار سابق اللیل بل الصلوة الوسطی
لاتتصور الا من فرض البداءة (۷) فاذا بدانا
العد من اول اللیل ای من صلوة المغرب
یکون صلوة الفجر هی الوسطی (۸) وقد مر
من کلام الرازی ان بعض المفسرین
فسر قوله تعالی والفجر بان المراد
منه نفس صلوة الفجر (۹) واذا
بدانا العد من اول النهار اعنی
الصباح یکون صلوة العصر هی الصلوة الوسطی

(۱) یہ کہتا تہا کہ خدا نے اوسی جگہ اُسکو آتش دنیا سے جلادیا
اور جہنم واصل ہوا مین کہتا ہون اور چند ابواب مین تاثیر عذاب
کرنیکی آیات قرانیہ سی ہمنے لکہدی ہی اوسی ہی پڑہو اور (۲)
اس قسم کی روایات اور حکایات ان بدکارونکی کثرت منقول
ہین ہمکو کوئی ضرورت انکی لکہنے کی نہین ہی کتب تاریخ کو دیکہو
(۳) ہان ایک ضروری بات یہ باقی ہی کہ امام حسینؑ نے صلوة
وسطی (بیچ کی نماز) کی محافظت بروز عاشورہ کیسی باقی تہی
(۴) عموماً پانچوین وقت کی نماز کا بیان تو اوپر ہم کرچکے اور درمیانی
نماز کی تفسیر مین مفسرین نے اختلاف کیا ہی اور اسکی تعیین مراد
مین چند قول کہے ہین تا اینکہ بعض کا قول ہی کہ ہر ایک نماز
نماز پنجگانہ مین سے نماز درمیانی ہوسکتی ہی اور حکمت ربانی اسکا مجمل
فرمانا اسی نظر سے ہے کہ ہم ہر ایک وقت کی نماز کو نماز درمیانی سمجہکر
اوسکے پابند رہین (۵) اور مین کہتا ہون کہ اوقات نماز یومیہ کی ابتدا
یعنی پہلی نماز یا تو نماز صبح کی ہی یا نماز مغرب (۶) یہ مین نہین کہتا
کہ رات مقدم ہی دن پر یا دن مقدم ہی رات پر بلکہ درمیانی نماز بدون
فرض کرنے نماز اول کے نہین ہوسکتی اور صبح و شام ہی لائق
ہین ابتدا شمار کے (۷) اب اگر ہم نماز مغرب کو اول شمار کرین
پہر تو نماز صبح صلوة وسطی ٹہرے گی (۸) اور فخر الدین رازی کے کلام
سے اور یہ معلوم ہوا ہی کہ بعض مفسرین نے فجر سے خاص یہی نماز
مراد لی ہے (۹) اور شمار اوقات اگر صبح سے
شروع کرین تو نماز درمیانی عصر کی نماز ہوگی

(١) والحسين لما حافظ على كلتيهما في
يومه هذا فلذا اقسم الله سبحانه
بكلتا الصلوتين في سورتي الفجر
والعصر (٢) اما اداء صلوة
الفجر في يوم عاشورا فقد وقع
منه بعد احياء تلك الليلة (٣)
ومعلوم ان من يدرك صلوة
الغداة بعد احياء ليلة هذه
فما قدره (٤) في جنب الله و
كيف يدخر ثوابه عند الله (٥)
ثم لما لم يمنعوه من اداء فريضة
الغداة ولم يتعرضوا منه لانه
استمهلهم ذكر الله سبحانه بعد
قوله والفجر امرا من الامور (٦) اما
صلوة العصر فان اتباع يزيد كانوا
يمنعونه من اداء صلوة الظهر
وقد صلاها الحسين صلوة الخوف
والمطاردة وكان يسوفهم الى
وقته الموعود وهو عصر يوم عاشورا
(٧) وهو العصر الذي يكون الحسين
فيه ذبحا عظيما ونال من عطايا الله ما لم ينله احد قبله ولا بعده

(١) امام حسین نے بروز عاشورہ دونون وقت کی نماز کی
بڑی محافظت فرمائی اسی نظر سے خدا نے نماز
فجر اور عصر دونون کی قسم کہائی دونون سورۂ والفجر
اور والعصر مین (٢) نماز فجر کو امام حسین نے تمام شب کی
بیداری اور اطاعت کے بعد ادا کیا ہی (٣) اور معلوم
ہی کہ جو شخص نماز صبح کو ایسی حالت مین ادا کرے تمام شب
بیدار رہ کر (قائم اللیل اور صائم النہار بہی ہو)
(٤) اوسکی قدر اور منزلت پیش خدا کسقدر ہوئی
اور کسقدر اوسکے ثواب کا ذخیرہ بارگاہ الٰہی
مین ہوگا (٥) پہر یہ بہی سمجھو چونکہ دشمنون نے نماز
صبح کے پڑہنے مین کسی قسم کا تعرض آپ سے نہین
کیا اسلئے کہ مہلت دیچکے تہے اسیوجہ سے والفجر مین
خدا نے بعد نماز کے اور کسی امر کا ذکر نہین فرمایا مگر
نماز عصر مین چونکہ اونکی شرارت یہانتک تہی کہ ظہر
کی نماز بہی پڑہنے نہ دیتے تہے اور امام حسین نے نماز
ظہر بطور صلوۃ خوف کے پڑہی اور لڑائی کو ٹالتے
تہے کہ اپنے وقت موعود تک زندہ رہکر نماز عصر
یوم عاشورہ آپکو ملجاتی (٧) یہ وہی عصر ہے جسمین کہ امام حسین
ذبح عظیم کے خطاب سے مشرف ہونگے اور خدا
کی درگاہ سے ایسی ایسی بخشش آپ کو ملیگی
جو کسی کو آپ سے پہلی اور نہ آپکے بعد ملی ہے

(۱) وهذا ما يقسم الله به فيقول والعصر
ان الانسان لفی خسر الا الذين امنوا
وعملوا الصالحات وتواصوا بالحق وتواصوا
بالصبر (۲) ولا ريب فی كون قاتليه
انهم كلهم فی الخسران (۳) حتی ان
عمر بن سعد لما رأيت بكتاب بن
زياد وكان يدعی انه امره بقتل الحسين
عليه السلام واعتذر بفقدانه (۴)
قال له ابن زياد لا اعطيك حكومة الری
حتی يأتينی بكتابی هذا (۵) فروی
البخاری ان عمر بن سعد قال ذلك
هو الخسران المبين (۶) واما الذين
يستثنيهم الله فمنهم الحسين عليه السلام
فانه عمل بالصالحات كما مر دعائه
فی الباب الرابع وهو قوله ان اعمل
صالحا ترضاه (۷) فای عمل
صالح يرضی الله سبحانه
ازيد من كون الانسان
قتيلا فی مرضات الله سبحانه

(۱) یہی سبب ہے کہ خدا قسم کہا کر فرماتا ہے والعصر قسم ہے
اوس نماز عصر کی کہ سب آدمی (اس نماز کے
دیکھنے والے) زیانکاری میں ہیں سوائے ان لوگوں کی
جو خدا پر ایمان لائے اور اعمال نیک بجا لائے اور
دین پر حق پر اور صبر کی وصیت کر گئی (۲) کچھ
شک نہیں کہ لشکریان یزید زیانکار تھے (۳) تاآنکہ
عمر سعد نے جب ابن زیاد کا وہ خط پیش کیا جسکی نسبت
عمر سعد کو دعوی تھا کہ حکم قتل امام حسینؑ ابن زیاد کا
اسمیں درج ہے اور گم ہونیکا عذر کیا (۴) ابن
زیاد نے کہا میں تجھے حکومت رے کی نہ دونگا جبتک
وہ میرا خط مجھے نہ دے (۵) بخاری کی روایت ہے
کہ عمر بن سعد بیساختہ کہنے لگا یہی وہ کھلی ہوئی زیانکاری
ہے جو قرآن میں خدا فرماتا ہے (۶) اب جن لوگوں کو
خدا خسران سے الگ کرتا ہے انمیں امام حسین ضرور
داخل ہیں اسلئے کہ اعمال صالحہ کے پابند رہے چنانچہ
باب چہارم میں ہمنے انکی دعا بدرگاہ الٰہی نقل کر دی
ہے آپنے دعا کی تھی خداوندا میں ایسا نیک عمل
کروں جس سے تو راضی ہو (۷) پھر کیا کوئی
عمل خیر اس سے بڑھکر خدا کی خوشنودی کا ہے
کہ آدمی راہ خدا میں اوسکی خوشنودی کی غرض
سے شہید ہو جائے۔

(۱) اما التواصی بالحق فقد فسره
بوصیة دین الحق والتقول بالشهادتین
(۲) ولا ینازعنی احد ان قلنا بالتواصی
الذی یجب علی کل امام من یقوم
مقامه بعده فالحسین مع کونه فی
تلک الحالة المشومة بالغ فی توصیة
ابنه العلیل لکونها واجبة علیه
(۳) واما التواصی بالصبر فهو سلام الله
اوصی نسائه واخواته وبناته تمام الوصایا
حتی زینب ام کلثوم سلام الله علیها
کلما کان یصیبهن (۴) من الاذی والالام
لکن حافظات بوصیة التی اوصا بها
جدہ والوہ (۵) واذا ابتنا ان
ینتک السورتین مخصصتان بالحسین
عقلا فحری بنا ان نذکر بعض الاحادیث
المرویة عن الائمة علیهم السلام (۶) فی البحار
عن دارم بن فرقد، قال قال ابو عبد الله
اقرؤا سورة الفجر فی فرائضکم
ونوافلکم فانها سورة الحسین
بن علی وارغبوا فیها رحمکم
الله فقال ابو اسامة

(۱) رہی وصیت امر حق کی جو اس سورہ مین خدا فرماتا ہے اوسکی تفسیر دین حق اور کلمہ شہادتین سی کی ہی (۲) اور مجھی کوئی روک نہین سکتا اگر مین اس وصیت سے وہ وصیت مراد لون جو ایک امام اپنی بعد کے امام کو بر وقت اخیر کرتا ہی امام حسین نے باوجودیکہ ایسی حالت مین تھے اس وصیت کی بجا آوری مین بھی پورا اہتمام فرمایا اور اپنی فرزند علیل کو امانت خدا سپرد کر دی (۳) صبر اور شکیبائی کی وصیت تو حضرت نے زیادہ تر عورات کو اور اپنی بہنون اور بیٹیونکو تمام وصیتین فرمائین تا اینکہ جناب زینب اور ام کلثوم دونو پر سلام خدا کا ہو جب کسی مصیبت مین گرفتار ہوئی تھین (۴) اور ایذا اور الم تازہ اونکو پہونچتا تھا اوسی وصیت کو یاد کرکی فرماتی تھین یہ تو ہمارے نانا کی وصیت ہے، برابر اسکی روایات موجود ہین (۵) اب کہ ہمنی محض دلائل عقلیہ اور لغت کی رو سے بخوبی ثابت کر دیا کہ یہ دونون سورہ امام حسین ہی سے خاص ہین تو ہمکو منصب ہے کہ بعض احادیث ائمہ سے بھی اسکی تائید کرین (۶) بحار الانوار مین دارم بن فرقد سے روایت ہی کہ جناب صادق نے فرمایا پڑہو سورہ والفجر کو یہ سورہ امام حسین بن علی کا ہے اور نماز واجبی اور نوافل مین اسکا التزام کرو اور اپنی رغبت دلی اس سے رکھو خدا تمپر اپنی رحمت نازل کرے ابو اسامہ کہنی لگے

(۱) وكان حاضر المجلس وكيف صارت
هذه السورة للحسين خاصة قال
الا تسمع الى قوله تعالى يا ايتها النفس
المطمئنة الاية انما عنى الحسين بن علي
فهو ذو النفس المطمئنة الراضية
المرضية واصحابه هم الراضون
عن الله يوم القيمة وهو راض عنهم
وهذه السورة في الحسين بن علي
وشيعته وشيعة ال محمد خاصة
ومن ادمن قراءة والفجر كان
مع الحسين (۲) في درجته في الجنة
انشاء الله عزيز حكيم (۳) فالصادق
يامرنا واياكم ايها الاخوان بادمان
قرائتها لان الله يقول هل في
ذلك قسم لذي حجر فانكم
ذا حجر وعلم فاقطعوا وارجعوا
الى عقولكم ولقراءة ما قررته
وحررته فتعلمون الحق لاهله
وهذا اخر ما اردناه تم بحمد الله
على ما كنا نبغيه اللهم صل
على محمد واله

(۱) جو اس جلسہ مین حاضر تھے کیونکر سورہ والفجر امام حسینؑ
سے خاص ہوئی صادقؑ نے فرمایا تم نہین
سنتے ہو خدا فرماتا ہے آے نفس مطمئنہ اور نفس
مطمئنہ سی خاص مراد خدا کی امام حسینؑ ہی ہین حسب
نفس مطمئنہ ہین کہ راضی رہے ہر امتحان خدا پر
اور خدا کی خوشنودی بہی انسے پوری ہے اور
اصحاب امام حسینؑ بہی راضی ہین خدا سے بروز
قیامت اور خدا بہی اونسے راضی ہے یہ سورہ
والفجر امام حسین کے حق مین اور اونکی پیروکے حق
مین نازل ہوئی اور آل محمد کے پیروان کے حق
مین خاصکر اسکا نزول ہے جو شخص ہمیشہ اسکو
پڑہیگا امام حسینؑ کے ساتھہ رہیگا (۲) اوس درجہ
مین بہشت کی جو امام حسین کا ہے انشاء اللہ خدا عزیز
ہے حکیم ہے (۳) دیکہو جناب صادقؑ ہمکو اور تمکو اے
برادران ایمانی حکم دیتے ہین کہ ہمیشہ سورہ فجر کو پڑہا کرین
اور اسکا سبب یہ ہے کہ خدا فرماتا ہے جن امور کی قسم ہمنے اس
سورہ مین کہائی ہے وہ صاحبان عقل کے سوچنے کی بات ہے
پس ہوشیار ہو جاؤ اور اپنی عقل کیطرف رجوع کرو اور پڑہو
اس باب کو تمکو ضرور معلوم ہوگا کہ حق کا حقدار
کون ہے یہ اخر کلام ہے جسکا ہم نے ارادہ کیا تہا
اور بحمد للہ تمام ہوگیا درود خدا کا محمد اور آل محمد پر ہو

(۱) واما ما یروی ان المراد من الشفع علی و فاطمة علیهما السلام ومن الوتر سیدنا رسول الله فهو حدیث مروی وقد نظمه بعض المادحین لاهلبیت النبی صلعم ایضا ان الحسین علیه السلام قال فی خطبة خطبها یوم عاشورا مخاطبا لعسکر ابن سعد فلست انکره ولکن التاویل الذی ذکرته فی معانی الشفع والوتر (۲) فهو تاویل حدانی الی ذلک مخاطبتی بالخصم الذی لا یومن باقوال ائمتنا التی یعدها النواصب من الائمة بحسب مصطلحاتهم فی علم الحدیث فلا یذهبن حلمک الشیطان الی منکر للحدیث ونعوذ بالله منه

ثم الباب الثامن ویتلوه الباب التاسع وفیه الاستدلال من ایتی المغانم والمراغم

(۱) رہی وہ حدیث کہ مراد شفع سے علی اور فاطمہ ہین اور وتر سے جناب رسول پس یہ حدیث بہی مروی ہے اور بعض مداح اہلبیت نے اس نظم کو اسطرح کیا ہے کہ بروز عاشورہ جو خطبہ امام حسین نے سامنے لشکر یزید کے پڑہا ہے اوس مین بہی اس حدیث کا ذکر فرمایا ہے مجہی اس حدیث سے معاذ اللہ انکار نہین ہی مگر جو تاویل شفع اور وتر کی مین نے کی ہی اور جو معنی ان دونون الفاظ کے مین نے لکہے ہین (۲) اوس تاویل کی مجہی یہ ضرورت تہی کہ میرا مخاطب جب حدیث نبوی کا قائل نہین ہے پہر ہمارے ائمہ کی احادیث اور روایات کو کب تسلیم کریگا جنکو علماے علم حدیث اہلسنت آثار اپنی اصطلاح علم حدیث مین کہتے ہین ۔ تم کو شیطان بہکا کر تمہاری عقل زائل نہ کر دے کہ مین اس حدیث کا منکر ہون ۔

آٹہوان باب تمام ہوا ۔ اسکے بعد نوان باب لکہونگا جسمین آیت مغانم اور آیہ مراغم سے اثبات شہادت امام حسین ہوگا انشاء اللہ تعالے ۔

الباب التاسع فی اثبات شهادة الحسين من ايتي المغانم والمراغم وفيه ايتان

(۱) قال الله تعالى فی سورة الفتح وعدكم الله مغانم كثيرة تاخذونها فعجل لكم هذه وكف ايدی الناس عنكم ولتكون اية للمومنين ويهديكم صراطا مستقيما واخرى لم تقدروا عليها قد احاط الله بها وكان الله على كل شی قديرا (۲) وفی هذه الاية يذكر الله المغانم التی اخذها المجاهدون وكف ايدی الكفار عنهم (۳) وقال فی سورة النساء من يهاجر فی سبيل الله يجد فی الارض مراغما كثيرا وسعة ومن يخرج من بيته مهاجرا الى الله ورسوله ثم يدركه الموت فقد وقع اجره على الله وكان الله غفورا رحيما (۴) وظاهر ان هذه الاية تشتمل على ذكر الذين لم يعدهم الله المغانم وكف ايدی الكفار عنهم (۵) فلا تصدق تلك الاية على الذين وعدهم الله مغانم كثيرة وهذا ظاهر

باب نوان اثبات شهادت امام حسینؑ کا دونون آیت مغانم اور مراغم سے اور اسمین دو آیات ہین

(۱) سورہ فتح مین خدا کہتا ہے کہ تمسی وعدہ کیا خدا نے بہت غنیمت کا جسکو تم پاؤگے پس جلدی تمکو ملگئی اور کفار کی دست درازی سی تمکو بچا دیا تہا تاکہ یہ وعدہ وفائی مومنین کیواسطی نشانی سچی ہو اور خدا تمکو صراط مستقیم کی ہدایت کرے (باب دوم مین صراط مستقیم کو دیکہو) اور بہی غنیمت اور فتوح کا وعدہ ہی جسپر ابہی تمکو قدرت نہین ہی اور علم خدا اوسپر محیط ہی اور خدا ہر شی پر قادر ہے (۲) اس آیت مین خدا وعدہ غنیمت کا ذکر فرماتا ہے جو مجاہدین کو ملی تہین اور کفار کی دست درازی سی سلمین بچ رہے تہی (۳) اور سورہ نسا مین فرمایا جو شخص ہجرت کرے راہ خدا مین زمین سی کشایش پایگا اور جو شخص اپنی گہر سی ہجرت کرے طرف خدا اور رسول کے پہر وہ مر جاے (اثنای راہ مین) اسکا اجر خدا پر ہو چکا اور خدا بخشنے والا اور رحیم ہی (۴) ظاہر ہے کہ یہ آیت شامل ہی ذکر پر اون لوگونکی جنسی خدا نی وعدہ فتح اور غنیمت کا نہین کیا ہی اور نہ اسکا وعدہ ہی کفار سی اونکو ضرر زخمی ہونے یا دیگر قسم کا نہ پہونچیگا (۵) سورہ فتح کی آیت سی جو لوگ مخاطب ہین وہ اور قسم کی لوگ ہین اور سورہ نسا کی مخاطبین یہ اور لوگ مین تو کہلی بات نے

(۱) اما الآیۃ الثانیۃ وفیہا ایضا یذکر اللہ سبحانہ اثنین من المہاجرین احدہما من یہاجر فی سبیلہ یجد فی الارض مراغما کثیرا وسعۃ (۲) و ظاہر انہ یکون حیا حتی یجد فی حیوتہ ما وعدہ اللہ من المراغم والسعۃ (۳) والثانی من یہاجر ویدرکہ الموت فیقع اجرہ علی اللہ (۴) فہذا المہاجر میت وذلک حی فاذا ہما مہاجران احدہما غیر الآخر وہذا ایضا جلی لا سترۃ فیہ (۵) وقد ظہر من ہاتین الآیتین ان الذین وجدوا مغانم کثیرۃ وفتحوا فتحا مبینا ہم صنف من المسلمین وصنف یجدون مراغما کثیرا وسعۃ وصنف یدرکہم الموت ویقع اجرہم علی اللہ (۶) فنسئل منک ایہا المنکر العنید بین لنا من القرآن تفصیل ہؤلاء الثلثۃ من غیر ان ترجع الی قول المفسرین وانی لک ہذا (۷) فلما یرجع خصمنا الی التفسیر وقول المفسرین کذلک نحن ایضا نرجع الی قولہم

(۱) دوسری آیت سورۂ نساء والی اسمین خدا دو قسم کے مہاجروں کا ذکر فرماتا ہی ایک تو وہ مہاجر کہ جو راہ خدا مین ہجرت کرے تو وہ زمین پر بہت سی جگہ اور کشایش پائیگا (۲) ظاہر ہے کہ یہ مہاجر زندہ رہکر اپنی زندگی مین خدا کا دیا ہوا عطیہ پائیگا (۳) اور دوسرا وہ مہاجر ہے کہ مرنے کے بعد اسکو اجر اور ثواب ملیگا (۴) پس پہلے فقرہ کا مہاجر زندہ رہکر مراغم اور سعہ پائیگا اور دوسرا مرکر ثواب حاصل کریگا اب تو صاف معلوم ہوگیا کہ یہ دونوں مہاجر بھی جدا جدا ہین اور دونوں کو جو کچھ خدائی دینے کا وعدہ کیا ہی وہ بھی جدا جدا ہی (۵) ان دونوں آیتوں کے ملانے سے یہ بات ظاہر ہوگئی کہ جن مجاہدین نے بہت سی غنیمت پائی اور فتح کرنا اونکا ظاہر تہا وہ ایک صنف ہین اور دوسری صنف وہ لوگ ہین جو مراغم کثیر اور وسعت پائنگے اور تیسری قسم اُن لوگونکی ہے جنکو عین سفر ہجرت مین موت آجائیگی اونکا اجر اور ثواب خدا پر ہے (۶) اب ہم تمسے اے منکر دشمن خدا پوچھتے ہین کہ قرآن سے ان تینون گروہ کی تفصیل کو بیان کرو مگر مفسرین کی قول کی طرف رجوع کرنا نہین ہوگا کی قوت تمہین نہین بلکہ محض قرآن اور کتب کو نصیب ہوگا (۷) پہر جسطرح تم تفسیر کی طرف رجوع کر گئے اس اجمال کی تفصیل مین اوسیطرح ہم بہی اونکے قول سے

(۱) فنقول قد ذكر المفسرون ان الاية الثانية
التي نقلناها من سورة النساء نزلت
في رجل مريض مكي وهو جندع او جندب
وقد هاجر من مكة الى المدينة ومات
في منزل تنعيم وهو اول المنازل فنزلت
فيه الاية قلت ومن البين الواضح ان
اخر الاية وهو قوله تعالى ومن يخرج من
بيته مهاجرا الى اخره يصدق عليه
(۳) اما صدر الاية فهو لا يصدق
عليه البتة (۴) فلابد من مصداق
غيره كائنا من كان (۵) رجعنا الى
كتب اللغة وكلمات المترجمين للقران
فوجدنا في القاموس ان لفظ المراغم
يستعمل في اربعة معان المذهب والمهرب
والحصن والمضطرب وبعض المترجمين
ترجمه بالمضجع والمرقد يروح الله المومنين
راحة كثيرة يهبه الله في مرقده وهو
قبره فان قبر المومن روضة من رياض
الجنان (۶) ولما ثبت ان صدر
اية سورة النساء لا يصدق
على المريض المهاجر المذكور

(۱) اب ہم کہتے ہیں مفسرین نے لکہا ہے کہ سورۂ نساء کی
آیت مرد بیمار کی شان میں نازل ہوئی وہ مکہ کا باشندہ
تہا اور ہجرت کا ثواب سنکر مدینہ کو روانہ ہوا اوسکا جندع
یا جندب نام تہا مکہ سے روانہ ہوکر تنعیم تک پہونچا جو پہلی
منزل مکہ سے مدینہ جانیکی ہے وہاں پہونچکر مرگیا آیت
اوسکی شان میں نازل ہوئی میں کہتا ہوں
کہلی ہوی بات ہے کہ آخری جملہ اس آیت کا ضرور اسپر
صادق آتا ہے جسمیں خدا فرماتا ہے کہ جو راہ خدا اور
رسول میں اپنے گہر سے نکلے اور مرجائے اسکا اجر خدا پر ہے
(۲) اور پہلا جملہ جسمیں مراغم اور سعۃ پانی کا ذکر ہے
وہ اسپر نہیں صادق آتا ہے اسلئے کہ مراغم
اور سعۃ کا پانا بہ زندہ آدمی کا حق ہے (۳)
پہلے جملہ کا مصداق کوئی اور شخص ضرور ہے کسی باشد
(۴) اب ہمنے لغت کی کتابونکو دیکہا اور قرآن کی ترجمونکو قاموس
میں ہمنے لفظ مراغم بضم میم و فتح غین معجمہ کے چار معنی پائے
(جائے رفتن) مہرب (جائے گریز) حصن (قلعہ) مضطرب
(جائے دست و پا زدن) اور بعض مترجمین قرآن نے مضجع یا خوابگاہ
اور قبر کے معنی بہی لکہے کہ مردہ اسمیں سوتا ہے بڑے آرام سے کیونکہ قبر مومن
کی ایک باغیچہ ہے باغہا بہشت میں سے (۶) اور جب یہ ثابت
ہوگیا کہ یہ اول جملہ اسی آیت کا مریض مہاجر یعنے جندب پر
نہیں صادق آتا ہے جیسا کہ اوپر ہم لکہہ چکے۔

(۱) فاذاً لا بد من ان یکون له مصداق
فی الدنیا ویکون هو غیر الذی نزل فیه
اخر الایة (۲) ولا یمنعنا مانع ان
اثبتنا وجدان المراغم والسعة
لمولانا الحسین فانه ایضاً هاجر فی
سبیل الله فهو مصداق لصدر تلک
الایة لا محالة (۳) فان قلت ان
وجدان المراغم والسعة یمکن ان
یراد منه بعد الموت کما فی ترجمة بعض
المترجمین وقد مر سابقاً فیصدق
صدر الایة وعجزها کلاهما علی
شخص واحد (۴) قلت ظاهر الایة
وهو جملتان احدهما معطوف علی الاخری
یابی عن ذلک بل ینص علی تغائر
المعطوف والمعطوف علیه (۵) وان سلمنا
ذلک للاستیناف وکون الجملة الثانیة مستانفة
فلا ضیر فیه لانا نثبت ذینک الامرین فی الحسین
ایضاً (۶) الا تری الی قوله تعالی الذین اخرجوا
من دیارهم بغیر حق الا ان یقولوا ربنا الله الایة
نزل فی علی وحمزة وجعفر وجرت فی الحسین
علیه السلام کما یقوله الصادق علیه السلام

(۱) اب ضرور ہی کہ اس جملہ کا کوئی اور مصداق ہوگا
اور وہ شخص جندب نہین ہی جسکی شان مین آخری جملہ
نازل ہوا ہی (۲) کوئی شخص ہمکو منع نہین کر سکتا ہی
کہ اسکی مصداق ہمارے امام حسین نہین ہین اور مراغم اور
سعۃ انکو نہین ملی ہی اسلئی کہ مہاجر اور اپنی گہر سی نکلکر راہ
خدا مین نہ ہی چلی ہین (۳) اگر تم یہ کہو کہ بعد موت
کی بہی جندب کو مراغم اور سعۃ کا ملنا کسی معنی سی ممکن
ہی جیسا کہ خوابگاہ کے ترجمہ سی معلوم ہوتا ہی اب
تو اسوقت آیت کا پہلا جملہ اور دوسرا دونون اسی
شخص پر صادق آئینگی (۴) مین کہونگا کہ ظاہر آیت
اسکی مناسب نہین ہی اسلئی کہ جملہ دوم کا عطف جملہ
اولی پر ہے اور معطوف اور معطوف علیہ مین تغائر ضرور
ہی (۵) اور اگر ہم جملہ دوم پر واو استیناف کا تسلیم
کرین اور دونو کا صدق اوسی جندب پر مان لین تسمین
بہی ہمارا کچہہ ضرر نہین ہی اسلئی کہ ہم بہی دونون باتین
امام حسین مین بہی ثابت کردینگی (۶) دیکہو خدا نی فرمایا
جو لوگ ناحق اپنی دیار سی نکالے گئی مگر اسلئی کہ کہین اب
ہمارا خدا ہے یہ آیت شان مین علی و حمزہ اور جعفر سلام اللہ
علیہم کے نازل ہوئی ہی اور جاری ہوئی امام حسین کی ہجرت
مین جیسا کہ امام جعفر صادق فرماتی ہین امراد حضور کی
یہ ہی کہ پورا اور ظہور اس آیت کا امام حسین مین ہوا ہے (بہ آیتہا)

(۱) والحاصل ان الاحکام والمواعید
الالهیة التی فی القران وان کان
نزولها فی واقعة مخصوصة لکن
لا یمنع مانع من صدقها علی
کل من یمکن صدقها علیه حتی یدل
علیه القران او قول نبینا صلعم
(۲) ثم اعلم ان اللفظ المشترک
لا یصح ان یراد منه اکثر من معنی
واحد فی اطلاق واحد تدل
علیه القرینة ولا یجوز استعماله
بدونها الا للضرورة (۳) فان
لم تکن قرینة دالة علی احد المعانی
صح ان یراد منه کل واحد من معانیه
علی سبیل البدلیة (۴) وان وجد
شخص او شی یصدق علیه
تلک المعانی کلها علی البدلیة
فهو اولی بان یراد منه (۵) نظرا
الی الحسین وما وقع علیه فوجد
صدق جملة معانی المراغم علیه
علی البدلیة وهی خمسة کما مر

(۱) اور حاصل کلام یہ ہے کہ احکام اور وعدہ ہاے
قرآن اگرچہ انکا نزول کسی واقعہ مخصوصہ مین ہو مگر انکے
صدق ہی کسی دوسرے پر کوئی منع نہین کر سکتا
ہے جب تک کوئی آیت قرآنیہ یا حدیث اس
تعمیم کو منع نہ کرے (۲) اب یہ بہی سمجھو کہ جس لفظ
کے چند معنی از روے لغت کے ہون نہیں اکبر تبہ کے
بولنے مین بجز اوسی ایک معنی کے جسکا قرینہ لفظی
یا عقلی قائم ہے دوسرے معنی اوس سے مراد
نہین ہو سکتی اور لفظ مشترک کا استعمال بدون
قرینہ کے ہرگز درست نہین ہے ہان اگر کوئی ضرورت ہی
ایسی ہو تب تو بدون قرینہ کی بہی ہو سکتا ہی (جیسے لفظ
مراغم اور اسکی قرینہ کے ترک کرنے پر ہم آیندہ تصریح کرینگے)
(۳) پہر اگر قرینہ کسی معنی کے مراد لینی کا نہو اور ہر ایک
معنی کا مراد لینا صحیح ہو سکی بدل بدل کر اسوقت جائز ہی کوئی
معنی کیون نہ لئی جائین جیسے کوئی شخص کہی میں نے عین کو دیکہا
اب لفظ عین کے جتنی معنی کہ انکو آنکہ دیکہہ سکتی ہی سب مراد
ہو سکتی ہین بدل بدلکر (۴) پہر اگر کوئی ایسا شخص پایا جاے
یا کوئی چیز کہ جسپر لفظ مراغم کے ہر ایک معنی کا پایا جانا درست
اور صحیح ہو سکے وہی شخص لائق زیادہ تر ہے کہ لفظ مراغم کا مصداق قرار
دیا جاے (۵) نظر کی ہمنے امام حسین کو اور آپکی واقعات پر تو ہر ایک معنی مراغم
کا مصداق جناب ہو سکتے ہے اور یہ پانچ معنی ہین جیسا اوپر گذر چکا ہے

(۱) اما المذهب فهو اما مصدر میمی او ظرف مکان فوجد الحسین من یوم مسیره من المدینة الی یوم وصوله بارض نینوی مذهبا واسعا ولم یمتنع من الذهاب وان بالغوا فی منعه من المسیر قولا وفعلا سیما یوم خروجه من مکة ویوم لقاء عسکر الحر (۲) و اما المذهب بمعنی الظرف فهو البقعة الخاصة التی وصل الیها سالما غانما (۳) کما اخبر به افواج الجن انهم لا یصلون الیه بکربهة او اصل الی بقعتی (۴) اما المهرب فلا یلیق بشانه الهرب لکنه حیدره فحمل علی العسکر مرارا وکانوا یهربون عن مقاومته (۵) اما الحصن الحصین فکان یعرض علیه طرماح بن عدی فی منعة الی عذیب الهجانات ولکن لم یرض به (۶) قال العذری فی تاریخه وهو یذکر وفود اربعة من الانصار ما نصه

(۱) پہلے معنی مذہب کے وہ یا تو مصدر میمی ہے یا ظرف مکان ہی مصدری معنی تو جانا اور چلنا ہے اسکو تو امام حسین نے از روز خروج مدینہ تا روز پہونچنے کربلا کے بہت کشادہ راہ سے پایا کہ ہمیشہ آپ شاہ راہ پر چلتے رہے اگرچہ آپکی روکنے کی بڑی بڑی کوشش لوگون نے کی زبانی بہی اور ہاتہہ پانون پہینکنے سے چلیا کہ مکہ سے روانگی کے روز یزید کے بہیجے ہوے آدمی سد راہ تہے اور لشکر حر نے بہی روکا مگر آپ ہرگز نہ رکے اور اپنی خوابگاہ پر پہونچ ہی گئے (۲) مذہب اگر ظرف مکان ہی تو وہی جگہ خاص آپکے مشہد کی ہی اسے بہی آپنے پالیا (۳) چنانچہ افواج جن اور ملائکہ سے آپنے صاف کہدیا تہا کہ جبتک مین اپنے خاص گہر کو پہونچون کوئی گزند مجہے یہ لوگ نہین پہونچا سکتے (۴) دوسرے معنی مہرب کے یعنی جاے گریز آپ تو بہادر اور دلیر تہے بلکہ آپنے دشمنون سے بہاگنے کی جگہ دشت کربلا مین ضرور آپکو ملی تہی کہ ہر ایک حملہ حیدری مین تمام لشکر یزید کو چند مرتبہ حضور نے بہگا دیا (۵) رہا حصن یعنی قلعہ یہ بہی آپکو ملتا تہا مگر اسکو قبول نہ فرمایا طرماح بن حکیم جو منزل عذیب ہجانات پر آپسے ملے اسکا قصہ علامہ جزری مورخ اسلام نے اپنی تاریخ کامل مین لکہا ہے جبکہ چار انصار امام حسین کو کوفہ سے اگر آپسے ملے

(۱) وقال له (للحسين) الطرماح ما اری
معك كثيرا احد ولقد رايت قبل
خروجي يوم ظهر الكوفة وفيه من الناس
مالم تر عيناي جمعا في صعيد
واحد اكثر منه ليسيروا اليك (۳)
فانشدك الله ان قدرت على ان
لا تقدم اليهم شبرا فافعل (۴)
فان رايت ان تاتي بلدا يمنعك
الله وهو الحصن (۵) حتى ترى رأيك
ويستبين لك ما انت صانع فسر
حتى انزلك جبلنا آجاء (۶) فهو جبل
امتنعنا به من ملوك غسان
وحمير والله ما دخلنا ذل قط الى
اخر ما قال المورخ فلم يرض الحسين
ان يسير معه بل قال ان بيني و
بين هؤلاء القوم موعد اكره
ان اخلفهم۔

(۱) خدری کہتا ہی کہ طرماح نے امام حسین سے کہا مجہکو تو آپکی
ہمراہ کچہہ زیادہ بہیڑ بہاڑ نہین نظر آتی اور مینے میدان
کوفہ مین ایکروز اپنی چلنے سے پہلے استقدر جمعیت آدمیونکی
دیکہی تہی کہ ایسا مجمع کبہی مجہکو نظر نہین آیا اور وہ سب کے
سب آپ ہی پر چڑہائی کرینگے (۲) مین آپکو خدا کی قسم
دلاتا ہون اگر ہو سکے تو ایک بالشت بہی اونکی طرف
قدم نہ بڑہائین (۳) پہر اگر آپکو منظور ہو تو ایسی جگہہ جائیے کہ
وہ مقام محفوظ ہو اور خدا آپکی دشمن کو وہان تک پہونچنے
سے روکے (یہی حصن اور قلعہ ہی مگر آپنے اپنا قلعہ بند ہونا
پسند نہ فرمایا ہمارا دعوی تو ملنے مراغم کا ہی وہ ضرور
ثابت ہوگیا (۴) اور وہان پہونچکر باطمینان خاطر
اپنی تجویز کو آپ نافذ کرین اور جو کچہہ آپکو کرنا ہی اسکی
خوبی خرابی سب آپ پر ظاہر ہو جائے تو آپ چلئے
میرے پہاڑ پر جسکا نام اجا ہی وہی ایسا پہاڑ ہی کہ
ہم لوگ بادشاہان غسان اور حمیر کی دست درازی
سے ہمیشہ محفوظ رہے قسم بخدا کبہی ہمکو ذلت نہین پہونچی
تا آخر جو کچہہ اس مورخ نے لکہا ہی مگر امام حسین راضی
نہوئے کہ طرماح کے ہمراہ جائیں بلکہ آپنے فرمایا کہ میرے
اور اس گروہ مین ایک وعدہ ہی مجہے اسکا خلاف
کرنا گوارا نہین ہی (حصن کا ملنا تو ضرور ثابت
ہوا) یہانتک تین معنی مراغم کے آپ پر صادق آچکی

(۱) فان يدفع الله عنا فقد ما ما انعم
علينا وكفى وان يكن ما لابد منه
ففوز وشهادة انشاء الله (۲)
وقد علمت ان الحسين عليه السلام
وجد الحصن ولكن لم يرض ان
يتحصن به (۳) بقي المضطرب اى
مكان يضطرب فيه الحسين يديه
ورجليه وهذا هو الذى محل
الاستدلال لنا على كونه مقتولا
ونحن بصدد اثباته من القرآن
(۵) وهو ما رواه الحسين لاخته
ام كلثوم سلام الله عليهما يوم
وروده بارض نينوى حيث
قال اعلمي يا اخية انى قد كنت
مع ابى امير المومنين (۶) فلما
انصرف ونزل ههنا واستقر به
الجلوس فاضطجع ورأسه
على فخذ اخى الحسن ثم نام وانا
جالس عند رأسه فهومت
عيناه ثم انتبه

(۱) پھر اگر خدا ضرر دشمنان ہم سے دفع کر دیگا تو ہمیشہ
اسکی نعمت ہمکو ملی رہی ہے اور وہی خدا کافی ہے اور
اگر وہی ہونا ہی جسکا ہونا ضروری (موت) پھر اپنے
مطلب کو پہونچینگے اور شہادت ملیگی انشاء اللہ
(۲) اس سے معلوم ہوا کہ امام حسین ع نے حصن کو پایا تھا
مگر راضی نہوئے کہ اسمین جا کر پناہ گزین ہوں (۳) اور
باقی رہی جو تہی معنی یعنی مضطرب ہاتھ یا نوں مارنے
کی جگہ اور یہی معنی ہمارے محل استدلال ہیں اس آیت
میں اور شہادت امام حسین ع کا اثبات اسی معنی سے
ہمکو کرنا ہے اور یہ رسالہ اسی غرض سے لکھا گیا ہے پہر امام
کی آیت اب خاص ہمارے دعوی پر دلیل ہے (۴) یہ وہ
روایت ہے جسکو امام حسین نے اپنی چھوٹی ہمشیر جناب
ام کلثوم سے بروز ورود کربلا بیان فرمائی ہے آپنے
فرمایا اے میری چھوٹی بہن میں اپنے والد امیر المومنین ع
کے ہمراہ سفر میں تھا (۵) جب آپ واپس ہو کر
اس زمین پر پہونچے اور آرام سے بیٹھے یعنی مقام فرمایا
تو آپ لیٹ رہے سر اقدس زانو پر میرے بھائی
حسن کے تہا کہ آپ سو گئے اور میں آپ کے سرہانے
بیٹھا تہا کہ اب دونوں آنکھیں آپکی بند ہو گئیں
(نیند آ گئی) پھر آپ بیدار ہوئے۔

(۱) واستيقظ باكيا فسئله الحسن عن
ذلك (۲) فقال رائيت في المنام
ان تلك البقعة ارضها بجملتها
صارت بحرا عميقا من الدم (۳)
وان ولدي الحسين قد وقع فيه
ويضطرب يديه ورجليه و
يستغيث فلا يغاث ويستجير فلا
يجار (۴) ثم التفت الي وقال يا
بني ماذا تصنع انت (۵) اذا وقعت
تلك الواقعة فقلت له يا ابت اني
اصبر على البلاء واسبح في ذلك
البحر انشاء الله ولابد لي من الصبر
(۶) واذا دريت ان المراغم بمعنى
المضطرب يصدق على الحسين
خاصة فمن يمنعنا عن الاستشهاد
من تلك الاية على وقوع شهادته
(۷) اما المضجع والمرقد۔

(۱) روتے ہوئے خواب سے اوٹھے بھائی حسن
نے سبب رونے کا پوچھا (۲) آپنے فرمایا
کہ مینے خواب دیکھا کہ یہ ساری زمین دریائے
خون ہو گئی ہے (۳) اور میرا فرزند حسینؑ
اوسی دریا مین پڑا ہوا ہاتھ پانون مار رہا
ہے فریاد کرتا ہے اور کوئی اوسکی فریاد کو
نہین پہونچتا ہے پناہ مانگتا ہے اور کوئی
اوسے پناہ نہین دیتا ہے (۴) پھر میری
طرف مخاطب ہو کر آپ فرمانے لگی اے فرزند
کہو تم کیا کروگے (کیا تمہارا ارادہ ہے) یہ راز
و نیاز ہے اسکو خوب سمجھو باپ بیٹے سے قتل ہوجانے
پر رضامندی کو پوچھ رہا ہے (۵) جسدن یہ
واقعہ پیش آئیگا مینے عرض کی اے پدر بزرگوار
مین امتحان خدا پر صبر کرونگا اور اسی دریائے
خون مین تیرونگا انشاء اللہ تعالی اور ضرور مجھے
صبر کرنا ہے (حدیث تمام ہوئی) (۶) جب تمکو
معلوم ہوا کہ مراغم کے یہ معنی ہاتھ پانون مارنے
کے امام حسین پر صادق آگئی اب کون ہمکو منع کر سکتا
ہے کہ اس آیت سے ہم آپکی شہادت کا اثبات نکرین
(قرآن اور حدیث دونون مطابق ہوگئین)
(۷) اور ہے معنی خوابگاہ اور آرام کے۔

(۱) فمضجع الحسین ومرقده المطهر
هو موضع اختیاره الله یوم دحی الارض
وهو امان لشیعته وزواره
حفرها رسول الله صلعم کما فی
روایة ام سلمة (۲) فای مضجع
احسن من مضجع الحسین (۳)
ومن اقوی الدلائل علی کرامة
مضجع الحسین احمرار تربته فی یوم
شهادته وهو الیوم العاشر
من المحرم فی کل سنة الی ماشاء الله
(۴) ولذلک نجد الخرزات من سبحة
فیها شوب من تلک التربة وسبحا
الموجودة فی بلادنا الهندیة شاهدة
علی ما قلناه (۵) وکذلک ایات اخر
دالة علی کرامة مضجعه (۶) و
ملخص المقال ان لفظة المراغم
صادقة علی الحسین علیه السلام
بجملة معانیها ولیس ولا واحد
من الناس ان تصدق علیه
تلک الایة هکذا۔

(۱) پس خوابگاہ اور قبر کی جگہ امام حسین کی یہ تو وہ
جگہ ہی جسکو خدا نے اوسی روز پسند کر لیا ہی جس روز
زمین کو بچھایا ہی آپکی قبرگاہ امان ہی آپکے دوست اور
زائرون کے لئے یہ تو وہی قبر ہے جسکو ہمارے نبی نے
کہودا ہے چنانچہ ام سلمہ سی خواب مین آپنے ارشاد فرمایا
ہے (۲) کسکی خوابگاہ اچھی ہے حسین کی خوابگاہ
سے (۳) نہایت قوی دلیل آپکی قبر کی کرامت پر
یہی ہی کہ ہمیشہ بروز عاشورہ اس جگہ کی مٹی سرخ
ہو جاتی ہے اور ہوتی رہیگی جبتک خدا کی مشیت
جاری ہے (پھر چونکہ ایسی قبر جو قدرت الہی کو ہمیشہ
ظاہر کرتی ہی اسکے بانی کا ذکر خدا نہ کریگا تو اور کس
مضجع کا کریگا (۴) یہی سبب ہے کہ جس تسبیح کی کسی دانہ
مین یہ مٹی ہوتی ہے وہ دانہ سرخ ہو جاتا ہی
ہمارے ملک ہند مین چند جگہ آج بھی ایسی تسبیح موجود
ہی جو ہمارے قول کی راستی پر شاہد ہی (۵) اسیطرح
سی اور بھی چند نشانیان ایسی ہین جو اس قبر مطہر
کی کرامت پر دلیل ہین (۶) اب خلاصہ کلام یہ ہے
کہ لفظ مراغم کی اپنے پانچ معنوں سی امام حسین
پر صادق آتی ہے اور کوئی ایک آدمی ایسا
نہین ہے جسپر اسطرح یہ آیت صادق آتی ہو
(اور یہی ہمارا مدعا ہے)۔

(۱) واذا ثبت کون الحسین علیہ السلام
مصداقا لتلک الآیۃ سیما بالنظر
الی کونہ مضطربا یضطرب بیدہ
ورجلیہ فی بحر الدم کما راہ علی
علیہ السلام فی المنام والتاریخ
یثبت لنا ذلک یوم قتلہ ثبت لہ قولہ
تعالی ومن یخرج من بیتہ مہاجرا
الی اللہ یجد فی الارض مراغما
کثیرا والحمد للہ (۲) بقی وجدان السعۃ
ولیس فی الآیۃ قرینۃ تدل علی
سعۃ خاصۃ فاذا تفحصنا فی القرآن
وجدنا لفظۃ السعۃ فی مقام اخر
وھو قولہ تعالی ولم یوت سعۃ
من المال (۳) ولا یناسب ان
یراد فی تلک الآیۃ سعۃ المال لان
لفظۃ المراغم بمعناھا الخمسۃ لا یناسب
ذلک (۴) وسعۃ الرزق یستلزم
سعۃ المال

(۱) اور جب ثابت ہوگیا کہ امام حسین مصداق
اس آیت کے ہیں خصوصاً بنظر اس معنی کے
کہ ہاتھ پاؤں دریا ئے خون میں آپ مارتے
تھے جیسا کہ جناب امیر نے خواب میں دیکھا اور
تاریخ ہمکو پتہ دیتی ہے کہ بروز شہادت امام
حسین پر یہی گذرا ہے اتو بخوبی ثابت ہوگیا
کہ یہ آیت سورہ نساء کی ضرور آپ پر صادق
آئی کہ جو شخص اپنے گھر سے خدا کی راہ میں
نکلے زمین میں مراغم کثیر پائیگا اور الحمد للہ
کہ ہمارا دعوی ثابت ہوگیا۔

یہی وہ آیت ہے

شاید ہمسے پہلے کسیکو اسکا خیال بھی نہوا ہوگا
اور جو تھے معنی مراغم کے کیسی منطبق ہیں (۲) اب
باقی ہے سعۃ اور کشایش پانے کا حال سو
آیت میں کوئی قرینہ ایسا نہیں ہے کہ خاص
قسم کی کشایش مراد ہی جب ہمنے قران میں تلاش
کی دوسری جگہ قصہ داود و طالوت میں لفظ سے
کہ مال کی وسعت انکو نہیں ملی ہے (۳) اور وسعت
مال اس آیت میں مراد لینی مناسب نہیں ہے کیونکہ لفظ
مراغم کے پانچ معنوں سے اس سے ربط نہیں رکھتی ہیں اور وسعت
رزق لازم ہے وسعت مال کو جو ملزوم ہے۔

(۱) فاذا ثبت نفی الملزوم ثبت
نفی اللازم بالضرورة (۲) فلا
بد لنا ان نقر بوجدان سعتہ
تناسب لاحد معانی المراغم
مع کونہ لا ینافی لفظة الکثیر التی
وصف الله المراغم بہا ومجمل القرآن
تفصیلہ موکول الی ما یقولہ
الراسخون فی العلم وقد قالو
ان الحسین علیہ السلام وجد السعة
فی مضجعہ ومرقدہ وھو حائرہ
وحدہ وسعتہ اربعة امیال
فی اربعة فیہ البرکة والشفاء
ویبعث من یبعث منہ یوم الحشر
ولا حساب علیہ ومن وصل الیہ
زائراً المرقدہ تخییر بین قصر الصلوٰة
واتمامہا کانہ وطن لہ وھذہ
سعتہ لم یعط الله سبحانہ لاحد
غیر الحسین علیہ السلام ولله
الحمد علی ما وفقنا لاثبات ما کنا بصدد
اثباتہ من آیة المراغم فنختم ھذا الباب
حامدا ومصلیا علی نبیہ والہ

(۱) پھر جب ملزوم یعنی وسعت مال کا مراد لینا درست
نہیں تو وسعت رزق بھی درست نہوگی (۲) اب
مناسب ہے کہ اس آیت مین وسعت سے وہی گنجائش
مراد لیجائے جو مراغم کے کسی معنی سے مناسبت رکھتی ہو
اور نیز لفظ کثیر جو صفت مراغم کی ہے اوس سے مخالف نہو
ہر ایک لفظ مجمل کی تفصیل خدا نے سپرد فرمائی ہے
راسخون فی العلم کو یہ لوگ وہی ہین جو قران کے ساتھ
ہمیشہ رہینگے (بموجب حدیث ثقلین کے) ان حضرات
نے فرمادیا ہے کہ امام حسینؑ کو وسعت اونکی مضجع اور
خوابگاہ مین ملی جو آپ کا حائر ہے (۳) اور اس وسعت
کی حد چار میل مربع فرمائی ہے اسمین برکت اور شفا
ہے اور بروز قیامت جو کوئی اس مین سے اوٹھیگا
حساب سے پاک ہوگا اور جو شخص اس مین بقصد زیارت
امام حسینؑ پہونچا اسکو اوسی نماز اور قصر کرنے مین اختیار
ہے گویا کہ وطن ہوین کا یہی ہے یہی وہ وسعت ہے
جو سوائے امام حسین کے اور کسی کو نہین ملی ہی
اور خدا کی حمد کرتا ہون جسنے مجھے توفیق دی کہ
مین نے ثابت کردیا جس دعوے کے درپے اثبات
مین تھا اس آیت مراغم سے بھی اس باب
کو حمد خدا اور صلوٰۃ محمد اور آل محمد پر ختم
کرتا ہون۔

الباب العاشر فی استدلال بآیة الاشتراء وسورة الکوثر خمس آیات سوا المقطعات

هذا الباب هدا الی تسویده اخی و معتمدی المولوی السید اعجاز حسن من رؤسا بلدة امروهه جزاه الله خیر الجزاء وکان من املائه آیة اشتراء سبحانه من المومنین انفسهم واموالهم بالجنة فنقول قال الله سبحانه فی سورة التوبة ان الله اشتری من المومنین انفسهم واموالهم بان لهم الجنة یقاتلون فی سبیل الله فیقتلون ویقتلون وعدا علیه حقا فی التوراة والانجیل والقرآن ومن اوفی بعهده من الله فاستبشروا ببیعکم الذی بایعتم به وذلک هو الفوز العظیم التائبون العابدون الحامدون السائحون الراکعون الساجدون الآمرون بالمعروف والناهون عن المنکر والحافظون لحدود الله وبشر المومنین وجه الاستدلال ان المومنین الذین یذکرهم الله

باب دسوان استدلال وقوع شہادت پر آیہ اشترا اور سورہ کوثر سے جس مین ۵ آیتین ہین سوائے حروف مقطعات قرآن کے

اس باب کی لکھنی کی مجھی میرے برادر دینی مولوی سید اعجاز حسن صاحب رئیس امروہہ ضلع مرادآباد نے ہدایت کی ہی خدا انکو جزائے خیر دے اپنی خط مین انہون نے لکھا تہا کہ خدا نے جن مومنین کی جان اور مال کے مول لینے کا بعوض بہشت کے ذکر فرمایا ہے وہ یہی شہدائے کربلا ہین مین کہتا ہون پوری آیت یہ ہی جو سورہ توبہ مین خدا فرماتا ہی ہم پوری آیت کو بیان لکہین اوسکی بعد استدلال کرینگی تحقیق خدا نے مومنین سی اونکی جان اور مال کو خرید کیا ہی بعوض اسکی کہ انکو بہشت ملی یہ معاملہ اس طور پر ہوا کہ وہ مومنین راہ خدا مین جہاد کرین کفار کو قتل کرین اور خود بہی مقتول ہو جائین یہ وعدہ خریداری اور جہاد اور قاتل اور مقتول ہونیکا سچا ہی جسکا ذکر توریت اور انجیل اور قرآن مین ہی اور جس شخص نے اپنی اوس عہد کو پورا کیا جو خدا سی کر چکا ہی پس بشارت ہو تمکو اس خرید و فروخت کی جو تمنی کی ہی اور یہی فوز عظیم ہے وہ مومنین کیسی ہین توبہ کرنیوالے عابد اور خدا کی حمد کرنیوالی تسبیح خوان رکوع اور سجدہ کرنیوالے نیک عمل پر حکم دینیوالی بری باتون سی منع کرنیوالی حدود الہی کے محافظ اور بشارت دو تم ای محمد مومنین کو ہماری دلیل اس آیت کی یہ ہی کہ مومنین کا خدا کر

في تلك الاية هم الذين يقتلون
ثم يقتلون ولا يبقى احد منهم
احياء بعد تلك المقاتلة ولا نجد
في مقاتلات النبي من غزوة
بدر الكبرى الى غزوة حنين
ومن حرب الجمل الى حرب صفين
واحدة من الغزوات ان يكونوا
كل المجاهدين مقتولين بيد ما
وقع في الطف وايضا نهب الاموال
انما يكون بعد الانهزام وغزوات
نبينا كلها لم ينهزم فيها المسلمون
وكذلك غزوات علي عليه السلم
والله سبحانه يقول اشترى انفسهم
كما اشترى اموالهم ولا يمكن ان
يراد من الاموال هنا الاموال
يبذلونها في الزاد والراحلة
تهيئا للقتال لان في اية الابتلاء
صرح سبحانه بنقص من الاموال
والانفس معا فالنقص الذي
ذكره انما ـ

یہہ وہی لوگ ہین جو قاتل اشرار ہوکر خود بہی سب
کی سب مقتول ہو جائینگے ایک تنفس بہی اونمین
سی زندہ باقی نرہیگا اس جہاد مین اور یہ بات ہم
کسی جہاد مین اپنی نبی کے غزوہ بدر کبری سی لیکر تا غزوہ
حنین نہین پاتے اور نہ جنگ جمل او صفین مین کہ
سب مجاہدین مقتول ہوگئی ہون کوئی شخص اونمین
سی زندہ باقی نرہا ہو (ظاہر آیہ کا یہی ہے کہ سب کے
سب مارے جائینگے بجز شہدائے کربلا کے دوسری دلیل
اس آیت مین یہ ہے کہ مال کا لٹ جانا شکست
کے بعد ہوتا ہی اور ہمارے نبی کے جہادون مین کبہی
شکست مسلمین کو نہوئی اور نہ جناب امیر ع کی اور
خدا نے جان اور مال دونون کے عوض یہ معاملہ
خرید فروخت کا فرمایا ہے اور یہ بہی کربلا کی واقعہ
مین ہوا۔ اگر کوئی یہ کہے کہ مال سی مراد وہ مال
ہے جو خرچ اسباب جہاد کی درستی مین کیا جاتا
ہے یہ ممکن نہین اسلئی کہ آیت ابتلا مین (جو باب
اول مین گذر چکی ہے) خدا نے تصریح فرمائی ہی
کہ اموال اور نفوس کی کمی سی امتحان ہوگا
اور یہ نقصان مال اور جان کا جس کو خدا
فرماتا ہے۔

عرض لهم من صنیع قتلتهم وهو شن
الغارات والنهب والیه یشیر قوله تع
وعدا علیه حقا فانه وعدهم بالتاکید
حیث قال نعم مجده ولنبلونکم الایة
وهذا هو الوعد الموعود فی القران
اما کونه موعودا فی التوریة والانجیل
فلا حاجة الی اثباته فی هذا الباب
لان المخاطبة فی تلک الرسالة الی
فرقة قرانیة وهی لا تنکر ما نص
علیه القران ان انما نحتاج الی اثبات
ذلک الوعد اذا خاطبنا غیر المسلمین
من الیهود والنصاری ثم لما نص
القران علی وجود تلک الموعدة
فی التوریة والانجیل فی هذه الایة
وفی ایة سورة الفتح کرر ذلک
حیث قال محمد رسول الله
والذین معه اشداء علی الکفار
رحماء بینهم تراهم

قاتلان مومنین کے افعال سے ہوا ہے کہ انکی
مال کو لوٹا اور غارت کیا اور اسی طرف اشارہ
قول خدا مین ہے کہ سچا وعدہ ہوا ہی اسلئے کہ بہ
اسکی لام تاکید اور نون ثقیلہ سی فرمائی کہ ہم ضرور
تمہارا امتحان لینگے کبھی اموال سی اور یہی وہ وعدہ
ہی جو قران مین خدا نے فرمایا ہی جسکا ذکر اس
آیت مذکور کے صدر مین ہو رہا ہے۔ رہا اس
وعدہ کا ذکر توریت اور انجیل مین ہونا اس کا
اثبات ہمکو اس رسالہ مین کچھہ ضرور نہین ہی اور نہ اسکی
حاجت ہی اس باب مین لکھنی کی اسلئے کہ روے سخن
ہمارا اس رسالہ مین فرقہ قرانیہ کیطرف ہی اور وہ لوگ
جس امر کا قران مین بنص صریح ذکر ہوا انکار نہین
کرتے ہان یہود اور نصارے سی اگر ہم خطاب کرین
اسوقت ضرور ہمکو اسکی اثبات کی حاجت ہوگی
پہر جب خدا نے اس آیت مین مجملاً اس وعدہ کا مذکور
ہونا توریت اور انجیل مین ارشاد فرمایا اب زیادہ
اسکی تاکید سورہ فتح کی آیت مین پہر فرمائی چنانچہ
فرمایا محمد رسول اللہ اور جو لوگ اونکی ساتھہ ہین
(معیت ایمانی مراد ہی نہ صحبت ظاہری کہ منافق کفار
کو بھی تہی) اور وہ لوگ کفار پر شدت کرتی ہین ایسین
نرم دلی سے پیش آتا اونکی ہی تم دیکھنی ہو اسے محمد صلعم

رکعا سجدا یبتغون فضلا من الله و
رضوانا سیماهم فی وجوههم من اثر السجود
ذلک مثلهم فی التوراة ومثلهم فی الانجیل
الی قوله وعد الله الذین امنوا وعملوا الصالحات
منهم مغفرة واجرا عظیما وهذا الوعد والوعد
المذکور فی الایة السابقة واحد والثالث
الوجوه من الاستدلال قوله تعـ
التائبون العابدون الی اخرها عدة
من صفاتهم الی سبعة وفی ایة
سورة الفتح ستة صفات ثلثة منهما
مشترکة وهی کونهم راکعین ساجدین
وکونهم مذکورین فی التورية
والانجیل وهذا هو محل الاستدلال
لنا خاصة حیث یقول الله سبحانه ذلک
مثلهم فی التورية ومثلهم فی الانجیل کزرع
اخرج شطاه فازره فاستغلظ فاستوی
علی سوقه یعجب الزراع لیغیظ بهم الکفار
وفی ایة اخری لم یذکر الزرع بل عبر عنه
بالشجرة الطیبة اصلها ثابت وفرعها
فی السماء وفی سورة الکوثر یقول انا اعطیناک
الکوثر یعنی کثرة النسل یدل علیه قوله تعـ

اونکو رکوع اور سجود مین ہمیشہ مشغول اس عبارت
سی اونکی خواہش فضل خدا اور رحمت خدا کی ہوئی ہے
پیشانیون پر اونکی سجدے کی نشان دیکہو یہ وہ لوگ
ہین جنکی مثال توریت اور انجیل مین دیگئی ہے اس مثال
کو ہم آگی چلکر لکہین گے وہ جو تہی دلیل ہے انمین سی جنہون
نی ایمان لاکر نیک عمل کیا ہی اونسی خدا وعدہ مغفرت اور اجر
عظیم کا کرچکا ہی یہ وعدہ اور وعدہ آیت اشتراد دونون
واحد ہین اتیسری وجہ آیہ استدلال اشتراسی ہے کہ خدا
اون ہو نیتین کے صفات بیان کرتا ہی اور سات صفات کو ذکر فرماتا
ہی تائب اور عابد وغیرہ اور سورہ فتح مین چھہ صفات وارد
ہین جملہ تیرہ ہوے انمین سی تین مشترک اسقاط مکررات کی بعد
دس باقی رہی ہمکو اسوقت اوسی صفت مشترکہ سی استدلال
کرنا ہی کہ توریت اور انجیل مین انکا ذکر ہی اور خاص اونکی
مثال جو توریت اور انجیل مین ہی وہ مخصوص امام حسین اور
انکی اصحاب ہے ہی دیکہو خدا فرماتا ہی یہ وہ لوگ ہین جنکی مثال
توریت اور انجیل مین یون دیگئی کہ جیسے لوگ مانند اوس زراعت
کی ہین جسکی سبز شاداب گہاس اوگی اور قوی ہوئی اور جسم کمزور
نہین پہر نظار مین بالیدہ ہوکے پہر اپنی شاخون پر درست ہوکے قائم ہو کاشتکار
اونکی ابہلنے سے شگفتہ خاطر ہوے ہین اسی محمد صلعم اور کفار کو غیظ و غضب
اس سے ہوتا ہی دوسری آیت مین اسکو شجرہ طیبہ فرمایا جسکی جڑ ثابت ہے
زمین مین اور اسکی شاخ آسمان پر اور سورہ کوثر کثرت نسل ارشاد کیا

ان شانئك هو الابتر اما قوله تعالى كشجرة خبيثة اجتثت من فوق الارض مالها من قرار فالمراد منها بنوامية كما يقول الصادق ويؤيده المشاهدة وليس الخبر كالمعاينة۔ واذا جمعنا تلك الايات ونظرنا الى الامور التي اشتملت عليها جزمنا بان المراد من اية الاشتراء هم الحسين و اصحابه المستشهدون معه سلام الله عليهم لا غير هذا ما قلناه مبني على ظواهر الالفاظ لا فيه تاويل ولا كناية ولا مجاز بل كلما ذكرناه مبني على الحقيقة واذا بلغنا الى هذا المبلغ من الاستدلال فحري بنا ان نذكر ما انزل الله سبحانه على نبينا صلعم تسلية له ولاهل بيته من مقطعات الحروف متعلقا بعلم الجمل اعني اعدادها التي لا يعلمها الا الله والراسخون في العلم فسرها هداتنا العز الميامون۔

جسکی دلیل لفظ ابتر ہے اور کفار غیظ کرنیوالونکو شجرۂ خبیثہ فرمادیا کہ فقط زمین پر اوگا ہی کچھ اوسکو بائداری نہین ہے اس سے مراد بنی امیہ کا شجرہ ہے بقول صادقؑ اور ہمارا مشاہدہ ہی ابتری بنی امیہ کا اسکی تائید کرتا ہے چشم دید کے سامنے خبر کا کیسا مقابلہ ہو سکتا ہے ان سب آیات کو ہمنے جمع کرکے جو جو ادر تشبیہات اور واقعات انمین مذکور ہین انکو دیکھکر اب ہمکو پورا یقین ہوگیا کہ مراد آیہ اشترا سے وہی امام حسین اور اونکی اولاد اور اصحاب ہین جو اونکی ہمراہ شہید ہوگئی ہین سلام خدا کا سب پر اور کوئی گروہ مصداق ان امور کا ہرگز نہین ہے یہ سب جو ہمنے لکھا ہے ظاہر معانی الفاظ پر مبنی ہے کوئی تاویل یا کنایہ یا مجازی معنے نہین بلکہ محض لغوی اور حقیقی معنون پر بنا ہے اور کل ابواب وہ کانہ مین اسی کا التزام رہا ہے اب کہ ہم درجہ استدلال پر یہان تک پہونچگئے اور واقعہ شہادت کو قران سے بخوبی ثابت کرچکے محض ظواہر قران سے اب ہمکو لائق ہے ان امور اور اسرار کو لکھین جنکو خدا نے ہمارے نبی کی تسلی اور تشفی کیغرض سے اور انکی ستم رسیدہ اہلبیت کی دلدہی کی نظر سے حروف مقطعات قرانیہ مین تبلایا ہے جو علم جمل سے تعلق ہے اور جسکو سوا خدا اور راسخون فی العلم کے اور کوئی نہین جانتا ہے اور ہمارے ائمہ عؑ نے انکی تفسیر فرمائی ہے

كانهم ابدوا وشيدوا واما استدللنا
عليه في هذا الباب لفظا بلفظ فنحمد الله
سبحانه على ما انعم به علينا وصدق فيما
ظنناه والرواية من تفسير الصافي قال
الٓمٓ تاريخ لوقعة الطف فحاسبناه
فحصل لنا بحساب الجمل الكبير احد
وسبعون وهي سنة مبدئها من
سنة بعثة نبينا وكذلك المٓرٓ (٢٧١) تاريخ امامة
الحجة عج والمٓصٓ (١٦١) تاريخ خلافة بني عباس
وكذلك مقطعات اخر كلها مفسرة
منطبقة على الحوادث الواقعة على اهلبيت
نبينا صلعم اخبر الله سبحانه نبينا مرموزا
كما هو داب السلاطين فانهم يودعون
اسرار سلطنتهم الى اخص خواصهم وانما
بني تلك الحسابا على سنين البعثة لا بعثة النبي
هي سنة مختصة بالنبوة والهجرة من توابعها
وكذلك ما ورد في تفسير قوله تعالى كٓهيٰعٓصٓ فانه
ماخوذ من اوائل الالفاظ فالكاف كربلا و
الهاء الهلاك والياء يزيد والعين عطش
الحسين والصاد صبره والمناسبة بين يحيى
والحسين عليهما السلام ظاهرة

گويا يہ تفسير ہمارے استدلال ظواہر قرنيہ كی تائيد اور
درستی كی نظر سے حضرات فرماے تھے جس سے ہمارے دلائل
كی لفظ بلفظ تقويت ہو گی حمد خدا كرتا ہوں جس نے
مجہے يہ نعمت عطا كی اور ہمارے گمان كی تصديق ہو گئی
يہ روايت ہے تفسير صافی كی فرمايا ہے كہ الٓمٓ تاريخ ہے واقعہ
كربلا كی ہمنے حساب كيا جمل كبير سے تو (۷۱) عدد الم كے
ہيں يہی سنہ ابتدا بعثت سے ہمارے نبی كے ہے اور
اسيطرح المٓرٓ (۲۷۱) تاريخ امامت صاحب العصر عليہ السلام
كی اور المٓصٓ (۱۶۱) تاريخ پوری خلافت بنی اميہ كی ہے
اسيطرح اور بہی مقطعات قرانيہ جو سب کے سب
پورے اوترتے ہيں اون حادثوں سے جو اہل بيت رسالت
پر گذرے ہيں انكی خبر خدا نے ہمارے نبی كو رمز ميں دی تہی
چنانچہ داب شاہانہ بہی اسيطرح كا ہے كہ بادشاہ اپنی
سلطنت كے راز ہاے پوشيدہ اپنے خاص خاص عہدہ داروں
كو سپرد كر ديتے ہيں ان حسابات كا سنہ بعثت سے شمار
كرنا اسوجہ سے ہے كہ اصل تو نبوت كی روز بعثت سے ہوتی
ہے ہجری سنہ توابع ميں اسكے ہيں لہذا اصلی سنہ كا لحاظ فرمايا
ہے اور اسيطرح جو حديث كہ تفسير ميں ك ہ ی ع ص
كی وارد ہوئی ہے كاف سے مراد كربلا اور ہا سے ہلاك اور
ی سے يزيد اور ع سے عطش يعنی پياس حسين كی اور ص
سے صبر اونكا ہے اور مناسبت بيچ تفسير كی قصہ يحيیٰ اور حسين عليہ السلام ظاہر ہے

واذا اطبقنا ظاهر القران وباطنه
على ما جرى على الحسينؑ فيحق
بنا ان نقول ان المراد من
صيغ الجمع فى تلك الايات هو
مومن واحد كما فى اية الولاية
والقرينة ان الصفات المذكورة
فى تلك الايات لا توجد بجملتها
الا فى الحسينؑ فهو الذى اشترى
الله سبحانه منه نفسه وماله
بالجنة وهو المقاتل فى سبيل الله
فقتل مأت ثم قتل لكون القتل عليه
واجبا عقلا كما مر فى الباب الثالث
وبالوعد الحق المذكور فى التورية
والانجيل والقران وهو الموفى بعهد
عاهد عليه الله وهو المبشر ببيع
هذا على لسان جده والفائز
بالفوز العظيم وهو التائب والعابد
والحامد والسائح والراكع والساجد الذى ذبح فى السجدة
والامر بالمعروف والناهى عن المنكر والحافظ لحدود الله
حيا وميتا لان شهادته اقامت الحدود الى يوم القيامة كما مر

جب ہمنی ظاہر قران اور باطن قرآن دونون کو ماجرائے
شہادت امام حسینؑ پر منطبق کرادیا اب ہمکولائق ہی
یہ کہنا کہ مراد صیغہ جمع سے لفظ مومنین مین جو ان آیات
مین وارد ہے، شخص واحد ہی جسطرح آیت ولایت مین رکوع
مین انگوٹھی دینے والیکو خدانے لفظ جمع سے تفسیر فرمایا اور قرینہ
یہ ہی کہ جسقدر صفات اُس مومن کی ان آیات مین
خدانے ذکر فرمائی ہین وہ سب کی سب بجز امام حسینؑ کے
اور کسی مین پائی نہین جاتی پس ہی امام حسین وہ مومن
ہین کہ خدانے جنکی جان اور مال کو بعوض بہشت کی مول لیا
ہی وہی امام حسین راہ خدا مین ایسے لڑنیوالے ہین کہ صدہا کو قتل
کرکے واصل جہنم کردیا پھر آپ بھی مقتول ہوئے اسلئے کہ آپ پر دلیل
عقلی سے مقتول ہوجانا واجب تھا چنانچہ باب سوم مین گذر
چکا اور وعدہ حق توریت اور انجیل اور قرانکا ہی تھا وہی حسین
اوس عہد وپیمان کو بجالاتے ہی جو خدا سے انہون نے کیا تھا اور انہین
کو انکے نانا رسول نے اس خرید فروخت کی بشارت دی تھی ۱ فوز عظیم پر
پہونچنے والے ۲ عابد ۳ اور حامد ۴ سیاح الہی کے پابند ۵ رکوع کرنیوالے
۶ ایسے سجدہ کرنیوالے کہ عین سجدہ مین مذبوح ہوئے ۷ بدکرداری سے
منع کرنیوالے ۹ حدود الہی کے محافظ بحال حیات
اور بعد شہادت بھی اسلئے کہ آپکی شہادت سے حدود
الہی کا قیام تا قیامت رہا ہی چنانچہ تم دیکھ رہے ہو۔

شدید علی الکفار رحیم یبتغی من الله
الفضل والرضوان سیماه منورة
من اثر السجود حتی ان من کان
یری راسه علی القفاه یقول ان صاحبها
من المصلین الساجدین وهو الممثل
به فی التورٰیة والانجیل بالزرع المخرج
شطاه والمورد المستوی علی
سوقه المعجب للزراع والمغیظ
لکفار وهو الشجرة الطیبة ثابت
اصله فی الارض وعال فرعه
فی السماء وهو الذی اعطاه الله
سبحانه الکوثر فنفی عن جده الابتریة
صلوات الله وسلامه علیه وعلی
واطائب ذریته الی یوم الدین والحمد لله
رب العالمین حمدا لا منتهی لحده ولا مبلغ
لعدده ولیکن هذا آخر ما اردنا ایراده
فی هذه الرسالة راجیا من الله سبحانه
انجاز وعده الزاکین عن جرمهم الله ملتمسا
من اخواننا المؤمنین ان یدعو لی بخیر یعطیهم الله
فی الدنیا والاخرة وصلی الله علی محمد و
آله المعصومین (تمت الرسالة)

(۱۴) کفار پر سختی کرنیوالے مومنین پر رحم (۱۵)
خدا کی فضل اور خوشنودی کی خواہشمند (۱۶) پیشانی
پر نورانی نشان سجدہ کا ایسا کہ آپکی سر مبارک کو پیچہ
پر بہی جو کوئی دیکہتا کہدیتا کہ یہ سر کسی نمازی اور سجدہ
کرنیوالیکا ہی (۱۷) انہین حسین کی مثال توریت
اور انجیل مین اس زراعت سی دیگئی جسکی سبزی نمودار
ہوکر قوی اور سطبر ہوکر اپنی ساقون پر کہڑی ہو گئی
جسکے ایسے نشو و نما سی ہر ایک کاشتکار خصوصًا انکی نانا کو جو
اس زراعت کے بونیوالے ہین شگفتہ خاطر کرتی ہی اور کفار دشمنان
رسول کو غیظ مین لاتی ہی (۱۸) یہی حسین شجرہ طیبہ ہین جسکی
جڑ پتال مین گڑی ہوئی اور جسکی شاخ آسمان تک بلند ہوگی
(۱۹) یہی حسین ہین جسکی ذریعہ سی ہمارے نبی کو کثرت نسل خدا نی دی
پس انکی نانا سی عیب ابتر ہونیکا مٹادیا دیکہو سورہ انا اعطینا
درود خدا اور سلام ہو حسین پر اور انکی جد پر اور پاکیزہ ذریت رسول پر
تا روز قیامت اور حمد کرتا ہون خدا کی جو رب العالمین ہے وہ حمد
جسکی کوئی حد نہو اور نہ کوئی عدد اسکو شمار کرسکے۔ اب یہ آخر اس رسالہ
کا ہی اور جتنی امور کی لکہنی کا مینی ارادہ کیا تہا تب پورے ہو چکی بکلا خدا سی
انہین امور کی ہی جنکی نسبت خدا کا وعدہ ہے انلوگونکے لئے جو جملہ دشمنا نکو
دفع کرتی ہین اور برادران ایمانی سی التماس ہے کہ مجہی اس خیر بینی کی دعا
کرین جو انکو خدا اعطا کریگا دنیا اور آخرت دونون جگہ مین درود
خدا کا محمد اور آل محمد پر جو معصوم ہین۔ رسالہ تمام ہوا

واضح ہو

کہ یہ دس ابواب اور اس مین جسقدر آیات ہمنے لکھی ہین یہ بلاتاویل صاف صاف ترجمہ آیات کی بلالحاظ شان نزول کے ہین اسلیئے کہ فرقہ قرانیہ اقوال مفسرین کو کیون مانیگا جب حدیث نبی کو نہین مانتا ہے کسی معترض کو یہ منصب نہین ہے کہ شان نزول پر بنا کرکے ہم پر اعتراض کرے اسلیئے کہ ہماری غرض اسکات فرقہ قرانیہ سے متعلق ہے اور برہان جدلی وہی ہے جو مقبولات پر مبنی ہو۔ لغات عرب کو ہمارا فرقہ مقابل ضرور تسلیم کرتا ہے بلکہ ہر فرقہ۔

(۲) دوسرا امر یہ ہے کہ آیات قرانیہ اگرچہ کسی خاص شخص یا خاص واقعہ پر نازل ہوئی ہین مگر اون کا صدق دوسرے یا دوسرے واقعہ پر جو معنًا ہے (مشابہہ) اوسی واقعہ کے مورد کا نہین جا سکتا تا روز قیامت۔ اسلیئے کہ ہمارے نبی کی شریعت تا قیام قیامت باقی ہے تبدیل اوسمین نہوگی۔

(۳) تیسرا امر یہ ہے کہ سوا وعدہ اور وعید کے جسقدر آیات ہین اون کا ثبوت اس دنیامین تاریخی واقعات سے جسقدر سزاہی اور عقوبات الٰہی بہ نسبت قاتلان امام حسین کے ہوئی اور اب بھی جسقدر منکرین اور معاندین پر واقع ہوتے ہین یہ بھی پوری تصدیق وقوع شہادت کی کرتے ہین۔ تاریخ کا پڑہنے والا کبھی اس سے انکار نہین کر سکتا اور نہ یہ دار و گیر کبھی بند رہی ہے۔

لہذا اس چھوٹے سے رسالہ مین ایسے واقعات کا درج کرنا چونکہ دشوار تھا لہذا اگر خدا نے مجھے زندہ رکھکر توفیق دی تو لقبیہ آیات اور خاصکر اون واقعات کا درج کرنا جو اس شہادت کے ہونے سے واقع ہوچکین اور ہورہی ہین۔ انشاء اللہ جن کا ذخیرہ میرے دماغ مین فراہم ہورہا ہے کوی صاحب یہ نہ سمجھین کہ بس قران کی اسیقدر آیات واقعہ شہادت پر دلیل ہین۔

الراقم
غلام حسنین کنتوری

عذر مصنف

اس رسالہ کو ہمنے ایسی وقت لکھا ہے کو ردہیہ لاوڑ ضلع میرٹھ مین جہان پر کوئی تفسیر قران مجید بجز تفسیر اردو مولوی عمار علی صاحب طاب اللہ ثراہ کے موجود نہ تہی اور نہ کوئی کتاب لغت کی سوائے قاموس کے اور نہ نجوم القران جس سی آیات قرانیہ کا تپہ ملتا کہ کس مقام پر ہی لہذا قران مجید کو من اوّلہ الی اخرہ لفظ بلفظ چند مرتبہ دیکھنا پڑا جس کی محنت کو ناظرین خوب سمجہہ سکتی ہین۔ اور چونکہ رسالہ کا اعلان انجمن جعفریہ مظفر نگر کے بروز اختتام ہو چکا تہا اور انکار وقوع شہادت کا زور شور بیحد ہو رہا تہا لہذا جلدی اس رسالہ کا لکھنا مثل واجب فوری کے لازم تہا۔
سرسری نظر سے چند آیات جنسی اثبات وقوع شہادت ہو سکتا ہی لکھدین اور امید خدا سی اگر مجہے کشاکش زمانہ نے مہلت دی تو اور آیات بہی لکھونگا۔ انشاء اللہ

ناظرین کو

یہ شبہہ نہو کہ قران مجید مین اسیقدر آیات سے اثبات وقوع ہو سکتا ہی بلکہ میری کم علمی اور مہلت کے نہ ملنے پر اسکو محمول کرین۔ **یہ بہی یاد رہے** کہ بعض آیات کی تفسیر جو احادیث مقدسہ مین ایسی ہوئی ہے کہ بشان امام حسینؑ نازل ہوئی ہین مینے اسکی تصریح اسوجہ سی نہین کی کہ ہمارا مخاطب حدیث کا منکر ہے اسکا خیال نہو کہ مینے احادیث کو چہپایا ہے **یہ بہی میری عرض ہے** کہ علمائے اسلام اس رسالہ کو پڑہکر میرے استدلال کی تقویت کرینگے۔ راقم غلام حسنین

اعلان ضروری

یہ رسالہ دوبارہ بڑی عمدگی سے طبع ہوا۔ ایکہزار جلد کا خرچ ریاست محمود اباد سے اور ۵۰۰ کا خرچ میر کفایت حسین صاحب تحصیلدار کیرانہ ضلع مظفر نگر اور ۵ سو کا سید غلام حسن خان صاحب ناظم رئیس بڈولی نے دیا اور ان حضرات کی طرف سی ہدیہ بلا قیمت ہے صرف محصول ڈاک ا/ پر روانہ ہوگا۔ غلام حسنین